خطباتُ الرشید

جلد ہفتم

مواعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ : ⟸ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام : ⟸ خطبات الرشید جلد ۷

بمقام : ⟸ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت : ⟸ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد : ⟸ شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع : ⟸ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر : ⟸ کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

ملنے کے پتے

1. قرآن محل کمیٹی چوک راولپنڈی 0321 - 5123698
2. مکتبہ نقوش اسلامی اردو بازار لاہور 0321 - 4538727
3. ادارہ اشاعت الخیر ملتان 0300 - 73012390
4. بیت الکتب گلشن اقبال کراچی 021 - 34975024
5. ادارۃ الانور نیو ٹاؤن 021 - 34914596
6. اسلامی کتب خانہ نیو ٹاؤن 021 - 34927159
7. دارالاشاعت اردو بازار کراچی 021 - 32213768

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشیدؒ

جلد ہفتم

① علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟

② علماء کا مقام

③ علاج یا عذاب؟

④ غیبت پر عذاب

⑤ عورت کے بندے

⑥ عیدی

⑦ قربانی کی حقیقت

⑧ گلستان دل

⑨ کشف کی حقیقت

عرض ناشر

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا جس شخص نے حضرت والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جواب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہوگئے اور ان کی زندگیاں پُرسکون ہوگئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین وسکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرت والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہورہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کی ان مواعظ کو یک جا کتابی شکل میں منظم کردیا جائے تاکہ ان سے فائدہ اٹھانا آسان ہوجائے۔ چنانچہ ''خطبات الرشید'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی جلد ہفتم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

خادم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا ۲۷

عنوان	صفحہ
ایک اہم سوال اور اس کا جواب	۲۷
شیطان کی منڈی	۲۸
اعمالِ امت کا جائزہ	۲۹
صحبت صالح کیوں ضروری ہے؟	۳۱
صحبت صالح سے فائدہ پہنچنے کی وجہ	۴۲
ایک سبق آموز واقعہ	۴۴
توجہ کی قسمیں	۴۶
صحبت سے امراض روحانیہ کا علاج کیسے ہوتا ہے؟	۵۰

علماء کا مقام ۵۵

عنوان	صفحہ
ضرورت کی تفصیل	۵۷
ملا غوث کا کھانا	۵۸
ضرورت سے زائد درجات	۵۹

صفحہ	عنوان
٦٠	زندگی کا معیار کیسا رکھنا چاہئے ....
٦١	دارالافتاء کے حالات ....
٦٣	ضعیف الایمان لوگوں کا اشکال ....
٦٤	قصہ ''خلاص'' کا ....
٦٥	متوکلین کے لئے اللہ کافی ہے ....
٦٦	ضرورت سے زائد خرچ کرنے کا قانون ....
٦٦	رہن سہن پر خرچ کرنے کا قانون ....
٦٧	مریدوں کو ہدایت ....
٦٧	علاج حب دنیا کی ماہانہ اطلاع کا گوشوارہ ....
٧١	اربوں پتی بھی رو رہا ہے ....
٧٢	دینی معاملات میں مالداروں کی دخل اندازی ....
٧٤	دنیاداروں کو اشکالات بہت ہوتے ہیں ....
٧٤	جاہلوں کے اشکالات کا جواب ....
٧٥	① دارالعلوم دیوبند کی رکنیت ....
٧٨	② منبر محراب بن گئے ....
٧٨	③ دارالافتاء والارشاد کی رکنیت ....

صفحہ	عنوان
۸۰	اہل ثروت سے استغناء کا نسخہ ....
۸۳	اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی ....
۸۵	ابتداء تدریس کے حالات ....
۸۵	عالیشان محل ....
۸۷	سانپوں کی نگری ....
۸۷	شاہی کھانا ....
۸۷	گھر والوں کی شجاعت ....
۸۸	ہمارا شاہی لباس ....
۹۰	بیٹوں کی شادی کا انتظام ....
۹۱	مچھروں کا علاج ....
۹۲	گیزر کا بدل ....
۹۳	ایک اہم وضاحت ....
۹۳	زہد کی اقسام ....
۹۵	انبیاء وعلماء کا زہد ....
۹۵	نیت کا فرق ....
۹۶	بیل کی اجرت شیخ الحدیث کے وظیفے سے زیادہ ....

صفحہ	عنوان
۹۷	دارالعلوم دیوبند میں ....
۹۸	حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۹۹	قصص اکابر ....
۹۹	❶ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۰	❷ حضرت امام کا دوسرا قصہ ....
۱۰۰	❸ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۵	❹ امام مالک کا دوسرا قصہ ....
۱۰۵	❺ شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۶	❻ پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۶	❼ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۷	❽ خلیل نحوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۰۸	❾ پندرھویں صدی کا نحوی ....
۱۰۸	❿ مہنگائی ختم کرنے کا نسخہ ....
۱۰۹	⓫ خوب کھاؤ ....
۱۱۰	⓬ ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۱	⓭ شاہ سلیم چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ ....

صفحہ	عنوان
۱۱۲	⑭ پیر محمد سلونی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۴	⑮ شاہی سواری کا پتا نہ چلا ....
۱۱۵	⑯ مطالعہ میں غرق شاہی محل میں پہنچ گئے ....
۱۱۶	⑰ شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۱۶	⑱ در درویش را دربان ....
۱۱۷	⑲ شاہ ابو سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۲۰	⑳ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۲۱	㉑ شاہ صاحب کا دوسرا قصہ ....
۱۲۱	㉒ شاہ صاحب کا تیسرا قصہ ....
۱۲۲	㉓ رؤساء سے زیادہ غنی ....
۱۲۲	㉔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۲۳	㉕ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۱۲۳	㉖ حضرت نانوتوی کا دوسرا قصہ ....
۱۲۴	جاہلوں کی عقل پر وبال ....
۱۲۵	اللہ تعالیٰ جاہلوں سے حفاظت فرمائیں ....
۱۲۶	جاہلوں سے حفاظت بہت بڑی نعمت ہے ....

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
تنبیہ	۱۲۶
۲۷ حضرت نانوتوی کا تیسرا قصہ	۱۲۶
۲۸ حضرت نانوتوی کا چوتھا قصہ	۱۲۷
۲۹ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۷
۳۰ حضرت مولانا محمد یعقوب کا دوسرا قصہ	۱۲۷
۳۱ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۸
۳۲ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۸
۳۳ حضرت مولانا عبد اللطیف رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۹
۳۴ حافظ منگتو رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۹
۳۵ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۲۹
مشتبہ زمین میں دفن سے اجتناب	۱۳۰
متولی کو وقف زمین میں دفن کرنا	۱۳۰
عام قبرستان سے الگ دفن کرنا	۱۳۱
دار العلوم دیوبند کے قریب اکابر کی قبریں	۱۳۱
۳۶ حکیم الامۃ کا دوسرا قصہ	۱۳۲
۳۷ حکیم الامۃ کا تیسرا قصہ	۱۳۲

عنوان	صفحہ
۳۸ حکیم الامۃ کا چوتھا قصہ	۱۳۳
۳۹ حکیم الامۃ کا پانچواں قصہ	۱۳۳
پیسا کھینچنے کا نسخہ	۱۳۴
۴۰ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۵
۴۱ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۵
۴۲ حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۶
۴۳ حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۶
۴۴ حضرت ڈاکٹر عبد الحی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۷
۴۵ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۳۸
بہروپئے کا قصہ باعث عبرت	۱۳۹
عرض مرتب	۱۴۱

علاج یا عذاب ۱۴۷

عنوان	صفحہ
علاج کے بارے میں معمول	۱۴۸
ہسپتال جانے کے محرکات	۱۴۹
۱ مال	۱۴۹

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
۲ معاونین	۱۴۹
۳ افتادِ طبع	۱۵۰
۴ علاج میں غلو	۱۵۰
۵ ماقدر اللہ پر نظر نہ ہونا	۱۵۱
تکلیف کا اخفاء	۱۵۲
علاج کا طریقہ	۱۵۳
علاج سے متعلق چند قصے	۱۵۴
۱ دل کا مع[illegible]	۱۵۴
۲ صاحب زادے کا پیشاب بند	۱۵۵
۳ پیرانی صاحبہ کے گلے میں تکلیف	۱۵۶
۴ اعصابی دورے	۱۵۷
۵ صاحبزادے کی گردن میں درد	۱۵۸
۶ دماغ کا جھٹکا	۱۵۹
۷ دو بچوں کو ہیضہ	۱۶۰
۸ دو بچوں کو خونی پیچش	۱۶۱
بچوں کی بیماریاں	۱۶۱

صفحہ	عنوان

۱۶۲	شیطان کی ٹونٹی
۱۶۲	اللہ کی طرف سے وحی
۱۶۳	بچوں کا رونا اللہ کی رحمت
۱۶۳	رونا تو چاہیے بڑوں کو
۱۶۳	معدہ صحیح رکھنے کے وظیفے
۱۶۴	⑨ ڈاکٹر یا قصائی
۱۶۵	⑩ پتا کھانے سے درد غائب
۱۶۶	⑪ توجهي الی ربک
۱۶۷	⑫ پتے کی پتھریاں، اعجوبۂ قدرت
۱۶۹	انت شاب فتزوج
۱۷۱	الٹراساؤنڈ کا عذاب
۱۷۲	اسپیشلسٹ یا ملک الموت؟
۱۷۳	سفر جہاد ذریعہ صحت
۱۷۶	موت کا وقت مقرر ہے
۱۷۸	کامیاب آپریشن
۱۸۰	دواء کا اثر اللہ کے قبضے میں

صفحہ	عنوان
۱۸۲	علاج کو عذاب نہ بنائیں
۱۸۳	دواؤں کے نقصان
۱۸۷	حزب البحر
۱۸۹	پیرانی صاحبہ کے حالات
۱۹۱	ہر حال میں گھر کے کام خود کرتی ہیں
۱۹۲	نظم اوقات کی پابندی
۱۹۳	صبر و شکر کا مظاہرہ
۱۹۴	مسلمان کی ڈرپ
۱۹۸	علاج کی ناکامی کے قصے
۲۰۰	اعتدال کا مفہوم
۲۰۱	علاج کے قاعدے
۲۰۲	سیب کے فائدے
۲۰۴	عذاب الٰہی کی ایک صورت
۲۰۵	مضمون کی اہمیت

عنوان	صفحہ

غیبت پر عذاب ۲۰۹

عنوان	صفحہ
غیبت کسے کہتے ہیں؟	۲۱۰
غیبت پر عذاب عظیم	۲۱۱
دل کی روحانی غذاء	۲۱۳
غیبت کرنے والے کی مثال	۲۱۴
غیبت پر دنیوی عذاب	۲۱۵
تنبیہ اسی کو ہوتی ہے جس میں فکر آخرت ہو	۲۱۷
گناہ پر تنبیہ کے عبرت آموز قصے	۲۱۹
مردوں کی زینت ڈاڑھی	۲۲۳
گناہ کا سب سے پہلا حملہ عقل پر	۲۲۴
غیبت زنا سے بھی بدتر	۲۲۹
عزت کا ڈاکو مال کے ڈاکو سے بدتر	۲۳۲
آخرت کا مفلس	۲۳۳
اعمال کا محاسبہ	۲۳۴
غیبت پر عذاب کی حدیثیں	۲۳۵
غیبت کے دنیوی نقصان	۲۳۶

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
غیبت کرنے سے بچنے کے نسخے	۲۳۷
غیبت سننے سے بچنے کے نسخے	۲۳۷
غیبت سننے سے بچنے کا ایک سبق آموز واقعہ	۲۳۸
بہت آسان تدبیر	۲۴۰
ہر فضول بات سے بچنے کا آسان نسخہ	۲۴۱
ایک عبرت آموز قصہ	۲۴۱
جن لوگوں کی غیبتیں کیں یا سنیں ان سے معاف کروانے کا طریقہ .	۲۴۲
عورت کے بندے	**۲۴۷**
نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ	۲۴۸
مصلحات القوم	۲۵۰
امہات المؤمنین اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۳
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام	۲۵۷
خوش طبعی وقار کے منافی نہیں	۲۵۹
فضیلت کا معیار	۲۶۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۶۴

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید	۲۶۶
عورتوں سے حسن سلوک اور سختی کے مواقع	۲۶۸
بیویوں کو محبت سے سدھاریں	۲۶۹
عورت کا خریداری کے لئے بازار جانا	۲۷۱
میں اسی دنیا کا انسان ہوں	۲۷۲
اللہ کا کرم	۲۷۴
ضرورت کا بہانہ بنانے والے دیوث ہیں	۲۷۵
دیوثوں کی قسمیں	۲۷۶
پہلی قسم	۲۷۶
دوسری قسم	۲۷۷
تیسری قسم	۲۷۷
شیاطین کے حقوق	۲۷۸
ایمان، اسلام، اور احسان کا مطلب	۲۷۸
عورت مرد کو بازار لے جاتی ہے	۲۸۰
اشیاء کی خریداری سے مردوں کی ناواقفیت	۲۸۱
بیوی کی لائی ہوئی چیز پسند کرنے کی وجہ	۲۸۳

صفحہ	عنوان
٢٨٣	❶ جبراً
٢٨٥	❷ فناء فی الزوجۃ
٢٨٦	اللہ کے بندوں اور عورت کے بندوں کی دو قسمیں
٢٨٧	حب مال کا وبال
٢٨٩	عورتوں کے باہر نکلنے کی وجوہ
٢٨٩	❶ خواہش نفسانیہ کی تکمیل
٢٩١	❷ حب مال
٢٩٢	حب مال کے علاج کا مجرب نسخہ
٢٩٤	نسخۂ سلیمانی
٢٩٥	عورت کا عورت سے خرید و فروخت کرنا
٢٩٦	[illegible] کا صحیح طریقہ
٢٩٨	بیوی کو شوہر نہ بنائیں
٣٠١	مرد حاکم ہے
٣٠٣	خلاصہ

عیدی ٣٠٧

صفحہ	عنوان
٣٠٩	انسان ناشکرا ہے

عنوان	صفحہ

انسان مریضِ حبِ مال	۳۱۰
عیدی حبِ مال کا سبب	۳۱۱
تقسیمِ وراثت کی اہمیت	۳۱۳
واپس نہ لینے کی نیت سے دینا	۳۱۶
عبرت آموز قصے	۳۱۷
بہشتی زیور میں بچوں کا دل بنانے کا طریقہ	۳۲۰
والدین کے مرض کا بچوں پر اثر	۳۲۲
عیدی بچے کی ملک نہیں	۳۲۴
پیسا خود مقصود نہیں	۳۲۵

قربانی کی حقیقت ۳۳۱

ایک اہم سبق	۳۳۳
دوسرا سبق	۳۳۴
جزاء وسزا کی حقیقت	۳۳۹
مسلمان کی خوش فہمی	۳۴۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۳۴۶

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
دھوتی کی دھلائی کا قصہ	۳۴۹
عجیب سوچ	۳۵۵
ایام عید	۳۵۹
دوسرا نسخہ تکبیرات تشریق	۳۶۰
اہل اللہ کی کیفیت	۳۶۲
اذان کی حکمت	۳۶۳
محبت کا معیار	۳۷۰
مقام شکر	۳۷۳
خلاصۂ بیان	۳۷۴
اہم مسائل	۳۷۸

گلستان دل ۳۸۳

عنوان	صفحہ
وعظ گلستان دل کا پس منظر	۳۸۳
زحمت ذریعۂ رحمت بن گئی	۳۸۳
مسلمان کا دل کسی چمن سے کم نہیں	۳۸۷
دل کی اصلاح کے لئے ایک عجیب دعاء	۳۸۹

صفحہ	عنوان

۳۹۰	انسان کا دل کب بنتا ہے؟ ....
۳۹۳	جب انسان خود سدھرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی دستگیری ہوتی ہے
۳۹۵	ضرورت کی بہت سی چیزیں خود انسان کے بدن میں ہیں ..
۳۹۸	خلاف طبع واقعہ سے بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے ....
۴۰۰	تفریح کبھی ظلم ہوتی ہے اور کبھی عبادت ....
۴۰۱	دنیا کی ہر چیز کے ذریعہ آخرت کی یاد تازہ کرتے رہنا چاہئے
۴۰۲	جنت جتنی ضروری اتنا ہی اس کا حصول آسان ....
۴۰۴	دین دار بننے والوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں..........
۴۰۶	دعاء ....

کشف کی حقیقت ۴۰۹

۴۱۰	کشف کے فسادات ....
۴۱۰	۱ کشف محبت نہیں ....
۴۱۰	۲ اولیاء اللہ سے اعتماد اٹھ جانا ....
۴۱۱	۳ کشف کی آڑ میں شریعت سے انحراف ....
۴۱۲	۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تفوق ....

عنوان	صفحہ
۵ کشف کے بارے میں اہل فن کا اجماع	۴۱۳
پاگلوں کے کشف کی دو مثالیں	۴۱۴
پہلی مثال	۴۱۴
دوسری مثال	۴۱۴
نعمت کی ناشکری	۴۱۵
۶ توجہ الی اللہ میں نقصان	۴۱۶
گرو کشفیوں سے زیادہ ماہر	۴۱۷
۱ افلاطون	۴۱۷
۲ میز میں روحیں حاضر کرنے والا	۴۱۷
۳ جاپانی بابا	۴۲۰
ابن فارض رحمہ اللہ تعالیٰ	۴۲۱
بزرگی کا معیار	۴۲۲
سب سے بڑی کرامت	۴۲۳
فہم دین بہت بڑی نعمت	۴۲۴
۷ کشف باعث غفلت	۴۲۸
۸ کشف پر عمل سے خطرہ کفر	۴۲۹

صفحہ	عنوان
۴۳۰	⑨ خطرہ عجب
۴۳۱	⑩ مسلمانوں میں انتشار کا باعث
۴۳۱	⑪ اکابر علماء و مشایخ
۴۳۳	صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امتحان
۴۳۶	کشف غلط ہونے کے قصے
۴۳۶	پہلا قصہ
۴۳۷	دوسرا قصہ
۴۳۷	تیسرا قصہ
۴۳۹	پاگلوں کے کشف کے قصے
۴۳۹	پہلا قصہ
۴۳۹	دوسرا قصہ
۴۳۹	تیسرا قصہ
۴۴۰	چوتھا قصہ
۴۴۰	پانچواں قصہ
۴۴۱	⑫ کشف ذریعہ الحاد
۴۴۱	قوت ایمانیہ کے دو قصے

عنوان	صفحہ
❶ انا الحق	۴۴۱
❷ بدعتی پیر	۴۴۴
عرض جامع	۴۴۵
حضرت اقدس کی قوت ایمانیہ کے چند قصے	۴۴۵
❶ حضرت اقدس پر ایک ملحد پیر کا مسمریزم	۴۴۶
❷ حضرت اقدس کے سامنے مسمریزم کے ماہر پیر کی ناکامی	۴۴۶
❸ ایک جہان گردیدہ کہنہ مشق درویش	۴۴۷
❹ خواجہ غلطان	۴۴۸

علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ :- فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :- علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا

بمقام :- جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت :- بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد :- صفر ۱۴۲۳ھ

مطبع :- حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر :- کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصدقین٥﴾ (۹. ۱۹)

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

کل میں نے مولوی صاحبان سے ایک سوال کیا تھا۔ امید ہے کہ مولوی

صاحبان کو اس کا جواب معلوم ہوگا۔ آج آپ حضرات کے سامنے اس کا جواب بیان کرنا مقصود ہے چونکہ سوال اور جواب دونوں نہایت اہم ہیں اس لئے اس کو معلوم کرنا نہایت مفید اور نافع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال یہ تھا کہ ''علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟'' یہ سوال تو علماء کے لئے بھی ہے ساتھ ساتھ عوام کے لئے بھی ضروری ہے۔ وہ بہت سی باتیں جو علماء حضرات جانتے بھی ہیں، پڑھتے پڑھاتے بھی رہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان باتوں پر عمل نہیں ہوتا مثال کے طور پر ٹخنوں سے نیچے پاجامہ نہ رکھنا کسے معلوم نہیں، کتنی صحیح حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں جنہیں علماء حضرات رات دن پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر بھی بعض علماء کا خود اس پر عمل نہیں حالانکہ حدیث میں صاف طور پر آیا ہے:

﴿ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار﴾

آج کل لوگوں کو یہ غلط خیال ہوگیا ہے کہ ٹخنوں کو کھلا رکھنا صرف نماز کی حد تک ہی ضروری ہے حالانکہ ٹخنوں کا ڈھانکنا مرد کے لئے مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ نماز کی حالت میں ہو یا غیر نماز کی۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ٹخنوں سے نیچے جو کپڑا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا لباس پہننے والا جہنم میں جائے گا۔ یہی معاملہ تصویر کے ساتھ ہورہا ہے، جس عالم کو دیکھو تصویر کھنچوائے جا رہا ہے، اخباروں میں تصویریں چھپ رہی ہیں۔ اسی طرح دیگر باتیں بھی علماء میں شائع ہوگئی ہیں۔ مثلاً حسد، بغض، غیبت وغیرہ وغیرہ۔

شیطان کی منڈی:

اس پر ایک قصہ یاد آیا:

شیطان کو لوگوں نے ایک بوڑھے کی صورت میں دیکھا کہ ایک اونٹ پر

بوجھ کے کئی گٹھے لادے چلا جارہا ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ تو کہا کہ مال تجارت ہے لوگوں نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ کیا مال ہے ہوسکتا ہے کچھ ہم بھی خرید لیں۔شیطان نے جواب دیا تمہارے کام کی کوئی چیز نہیں، لوگوں نے اصرار کیا کہ آخر کار کچھ تو بتاؤ کہ کیا چیزیں ہیں جو ہمارے کام کی نہیں اور ہم جس کے خریدار نہیں ہوسکتے بڑے اصرار کے بعد اس نے بتایا کہ یہ جو مختلف گٹھے نظر آرہے ہیں ان میں سے ایک میں عجب، ایک میں حسد، ایک میں غیبت اسی طرح ہر گٹھے میں کوئی رذیلہ بتایا۔لوگوں نے کہا بھلا ایسی چیزوں کا بھی کوئی خریدار ہوسکتا ہے! شیطان نے جواب دیا: ہر تاجر اپنی منڈی کو جانتا ہے کہ اس کے مال کی نکاسی کہاں ہوگی۔ابھی علماء کی کسی مجلس میں چلا جاؤں گا، سارے کا سارا بوجھ خالی ہوجائے گا۔یہاں علماء سے خطاب ہے اس لئے یہ قصہ بتادیا ورنہ عوام کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ علماء حضرات میں برائیاں ہی برائیاں ہوتی ہیں۔علماء بہرحال محترم ہیں، ان ہی کے دم سے دین کا ستون قائم ہے اور ان سے سوء ظن رکھنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔

اعمالِ امت کا جائزہ:

اب عوام اپنا جائزہ لیں۔کون ایسا مسلمان ہے جس کو یہ نہیں معلوم کہ نماز فرض ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔اسی طرح سب جانتے ہیں کہ بدنظری گناہ ہے۔رشوت اور سود حرام ہیں، چوری ڈکیتی گناہ ہیں۔لیکن دیکھئے کس قدر ان برائیوں میں لوگ مبتلا ہیں، رات دن کیسے کیسے واقعات دیکھنے اور سننے میں آتے رہتے ہیں۔ان سب سے بڑھ کر موت کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ یقیناً ایک روز مرنا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی ایک

جماعت بھی کسی شخص کو یہ کہہ دے کہ تم کبھی نہیں مروگے تو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا بلکہ یہی کہے گا کہ تم سب غلط کہتے ہو مرنا تو ایک دن ہے ہی۔ اس میں تو کسی کمیونسٹ کو بھی انکار نہیں ہوسکتا لیکن کتنے ایسے لوگ ہیں جو موت کے لئے پہلے سے تیاری کرر کھتے ہیں۔ ذرا سا سفر درپیش ہو، چند میل بھی کہیں جانا ہو تو دنیا بھر کا سامان سفر اکٹھا کرلیا جاتا ہے کہ اس کی بھی ضرورت پڑے گی، اس کی بھی ضرورت پڑے گی، فلاں چیز بھی نہایت ضروری ہے۔ لیکن وہ سفر جس کے بعد زندگی کی تمام جدو جہد ختم ہو جاتی ہے اور پھر کوئی کہیں کا بھی سفر باقی نہیں رہتا یعنی سفر آخرت کے لئے کتنے لوگ ہیں جو پہلے سے اہتمام میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ سب سے زیادہ غفلت تو اسی معاملہ میں ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ یقینی علم موت کا ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ بے فکری اس بارے میں دیکھنے میں آتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ لوگ جانتے بوجھتے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور جو باتیں معلوم ہیں، جن کا اچھی طرح علم ہے ان پر عمل بالکل نہیں ہوتا یا عمل میں کوتاہی ہوتی رہتی ہے۔ اس کا سبب معلوم کرنا اور اس کی وجہ دریافت کرنا نہایت ضروری اور اہم ہے، جب کسی چیز کا سبب اور وجہ معلوم ہو جاتی ہے تو اس کا علاج بھی آسان ہو جاتا ہے، ہمت بلند ہو جاتی ہے اور عمل آسان ہو جاتا ہے۔

یہ بات کہ لوگ کسی بات کا علم رکھنے اور جاننے کے باوجود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کسی عالم باعمل کی صحبت کا نہ ہونا۔ بس اس بے عملی کا یہی علاج ہے کہ کسی ایسے علم والے کے پاس بیٹھا جائے جس کا عمل اس کے علم کے عین مطابق ہو، وہ جو کہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہو۔

صحبت صالح کیوں ضروری ہے؟

کسی عالم باعمل کے پاس بیٹھنا کیوں ضروری ہے اور اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔اس کے لئے چند دلائل بیان کئے جاتے ہیں تا کہ مقصود آسانی سے سمجھ میں آجائے، پہلے دعاء کر لیجئے کہ بات سمجھ میں آجائے اور دل میں اتر جائے اور پھر عمل کی توفیق بھی ہو جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد:

❶ یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصدقین○ (۹.۱۱۹)

یہاں لوگ "اتقوا اللّٰہ" کے معنی "اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو" کر دیتے ہیں۔حالانکہ تقویٰ کے معنی ڈرنے کے نہیں بلکہ بچنے کے ہیں۔اب معنی ہو گئے: "اے ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے بچو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب سے بچو، اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب سے بچو اور چونکہ انسان بچتا وہیں ہے جہاں ڈر ہو اس لئے مجازاً ڈرنے کے معنی ہو گئے۔تقویٰ کا مطلب یہ نہیں کہ بس تسبیح ہاتھ میں لئے اللہ اللہ کرتے رہو یا کثرت سے نفل عبادات کرتے رہا کرو بلکہ تقویٰ کا مطلب ہے برائیوں کو چھوڑ دینا، گناہوں سے بچ جانا۔یہی تقویٰ ہے۔اگر کوئی گناہوں کو تو نہیں چھوڑتا اور ساری ساری رات عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا ہے تو وہ نجات کے لئے کافی نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنے کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ اس کی نافرمانی کو ترک کر دیا جائے اور اس کی نافرمانی کا ترک گناہ کو چھوڑ دینے ہی سے ہو سکتا ہے، پھر

فرمایا: کونوا مع الصدقین۔ یعنی سچے لوگوں کے ساتھ رہ پڑو۔ یہاں پر صادقین سے وہی لوگ مراد ہیں جن کا عمل علم کے عین مطابق ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کو فرمایا گیا۔ صرف رہنے کو نہیں بلکہ وہاں پڑ رہنے کا حکم فرمایا گیا۔ یعنی کافی مدت ان کے ساتھ گزار جائے، ان کی صحبت میں رہا جائے جب ہی کچھ فائدہ ہوگا۔ صادقین ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جو کہتے ہیں اس پر ان کا عمل بھی ہوتا ہے۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا۔ غالباً شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ نکاح بیوگان سے متعلق وعظ فرمانے کا ارادہ کیا۔ یہ ایسے حضرات تھے کہ جو کہتے تھے پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے لہٰذا حضرت نے وعظ فرمانے سے پہلے سوچا کہ پہلے خود اس پر عمل کرنا چاہئے اور پھر دوسروں کو وعظ، چنانچہ آپ کی پھوپھی یا اور کوئی رشتہ دار خاتون بیوہ تھیں اور بوڑھی بھی ہو چکی تھیں، حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ ان کے پاس تشریف لے گئے، اپنا مقصد بیان کیا کہ بیوہ عورتوں کے نکاح کے بارے میں وعظ کرنا مقصود ہے لیکن اس سے پہلے اپنے خاندان سے اس کی مثال ملنی چاہئے چنانچہ یہ خاتون باوجود کبرسنی کے بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی جو قبیح رسم پڑ گئی تھی اس کو مٹانے کے لئے تیار ہو گئیں اور کہا کہ اچھا کر دو ہمارا کسی سے نکاح۔ شاہ صاحب نے پہلے ان کا نکاح پڑھوایا پھر وعظ فرمایا۔ ایسے حضرات کے کہنے کا اثر بھی ہوتا ہے اور سننے والوں کو عمل کی توفیق بھی ہو جاتی ہے۔

صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے مقناطیس۔ مقناطیس کے اثر سے خام لوہا بھی مقناطیس بن جاتا ہے لیکن اس طرح سے نہیں کہ مقناطیس کے ساتھ لوہے کو کچھ دیر رکھ دیا پھر ہٹا لیا۔ پھر تھوڑی دیر رکھ دیا اور ہٹا لیا بلکہ مقناطیس کے ساتھ لوہے کو رکھ کر رگڑا جاتا ہے اور کافی دیر تک یہ عمل کیا جاتا ہے۔ جب اس میں

مقناطیسیت کا اثر سرایت کرتا ہے۔ اسی طرح آم کی معمولی قسم عمدہ قسم کی صحبت سے ویسی ہی عمدہ بن جاتی ہے مگر معمولی قسم کے پودے کی شاخ کو قلمی آم کے پودے سے بار بار چھونا کافی نہیں بلکہ ایک مدت تک اس کے ساتھ باندھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح طویل مدت تک صحبت اپنا رنگ دکھا کر رہتی ہے اور وہ تو مشہور مثل ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

❷ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوٰة والعشی یریدون وجهه ولا تعدعیناک عنهم﴾ (۱۸۔ ۲۸)

ترجمہ: ''اور آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں''۔

صبر کے معنی ہیں باندھ کر رکھنا، مقید رکھنا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہو رہا ہے کہ اپنے آپ کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کی خاطر مقید رکھیں ان کو اپنی صحبت بابرکت سے مستفیض ہونے کا موقع دیں تاکہ لوگ دین حاصل کر سکیں اور نبوت کے انوار و برکات سے اپنے دلوں کو مجلی کر سکیں۔ علم کتابوں اور رسالوں کی مدد سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لیکن اس پر عمل جب ہی ہو سکتا ہے کہ کسی باعمل کے پاس بیٹھ کر دیکھا جائے۔ یہاں پر ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی پہچان ایک یہ بھی ہے کہ ان کا دل حقیقت میں لوگوں میں بیٹھنے سے خوش نہیں ہوتا ان کو تو بس خلوت محبوب ہوتی ہے کہ ذرا موقع ملے اور وہ اپنے محبوب حقیقی سے لو لگائیں لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ مخلوق کو فائدہ پہنچاؤ تو وہ مجبوراً امر الٰہی اس کام پر آمادہ ہوتے ہیں اور حقیقت میں ان کا میلان خلوت گزینی ہی کی طرف

ہوتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ محبوب حقیقی کے جلوہ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔لیکن جب محبوب حقیقی حکم فرمادیتے ہیں کہ اب ان کے جمال کو آئینہ میں دیکھیں تو اہل اللہ اہل دنیا کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۳ اهدنا الصراط المستقيم کی تفسیر میں فرمایا:صراط الذين انعمت عليهم، اس سے ثابت ہوا کہ منعم علیہم بندوں کی مصاحبت سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے۔

۴ ومن يكن الشيطن له قرينا فساء قرينا (۴۔۳۸)اور يويلتی ليتنی لم اتخذ فلانا خليلا (۴۔۳۸) سے ثابت ہوا کہ صحبت بد کا اثر ہوتا ہے۔

۵ انها كانت من قوم كفرين (۲۷۔۴۳) سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ملکۂ سبا کفار کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے کفر میں مبتلا تھی۔

۶ يليتني اتخذت مع الرسول سبيلا (۲۵۔۲۷)
''کاش میں رسول کے ساتھ ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا راستہ پکڑ لیتا''۔

اس میں صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر بتایا گیا ہے۔

۷ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کر کے تبلیغ کی ابتداء فرمائی تو کفار نے یہ اعتراض کیا کہ یہ ہمارے جیسے بشر ہیں،رسول تو کوئی فرشتہ ہونا چاہئے تھا اور یہ کہ قرآن دفعۃً لکھا لکھایا ہم پر نازل ہو جاتا۔اور ہم خود پڑھ کر اس کو سمجھ لیتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دست قدرت سے بعید نہ تھا کہ وہ اسی طرح کر دیتے کہ ایک فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیتے اور ایک کتاب لکھی لکھائی نازل فرما دیتے تا کہ ان کفار کے لئے حجت پوری ہو جاتی اور ہو سکتا تھا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا ہو جانے پر کچھ لوگ مسلمان بھی ہو جاتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت اعلیٰ اور اس کی انسانی فطرت سے واقفیت خود انسانوں سے بھی زیادہ گہری ہے اس لئے اس نے ایک بشر کو رسول کی صورت میں مبعوث فرمایا تا کہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو اس بار شریعت کے متحمل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم فرشتوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کسی انسان ہی کی صحبت میں کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اس لئے انسانوں کی ہدایت کے لئے انسانوں ہی کو رسول بنا کر مبعوث کیا جاتا رہا۔

⑧ حدیث میں اچھی صحبت کے فائدے اور بری صحبت کے نقصان کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا گیا ہے:

﴿عن ابی موسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد ریحا خبیثۃ، رواہ البخاری. وفی روایۃ یحرق بدنک او ثیابک﴾

تَرجَمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت صالح کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والے کی صحبت، وہ تجھے ہدیہ دے دے

گا یا تو اس سے خرید لے گا ورنہ کم از کم مشک کی خوشبو تو پائے گا ہی
اور صحبت بد کی مثال لوہار کی بھٹی جیسی ہے وہ تیرے بدن کو یا
کپڑوں کو جلا دے گی ورنہ کم از کم اس کی خراب ہوا سے تو نہیں بچ
سکے گا۔"

۹ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو ارشاد فرماتے ہیں:
ایاک ومجالسة الاغنیاء۔ یہ تأثیر صحبت پر نص صریح ہے۔

۱۰ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں سے سابقین اولین کے
برابر وہ اصحاب نہیں ہو سکتے جو بعد میں ایمان لائے (یعنی بیعت رضوان
کے بعد) اور پہلوں نے اگر اللہ کی راہ میں ایک مد (۸۸۴٫۵ گرام) جو خرچ
کئے بعد کے اصحاب جبل احد کے برابر سونا خرچ کریں تو اس کے نصف کے
برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ قصہ اس طرح پیش آیا کہ ایک دفعہ حضرت خالد بن
الولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں
کسی بات پر کچھ تیز گفتگو ہو گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع
ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تنبیہ
فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے
اور جنہوں نے پہلے اسلام قبول کیا ان حضرات صحابہ کا مرتبہ بعد والے
حضرات صحابہ سے بہر حال افضل ہے۔

کسی نے حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے سوال کیا کہ حضرت
معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی دونوں میں
سے کون افضل ہے؟ حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یہ سوال سن کر رو پڑے اور

فرمایا کہ یہ سوال ذہن میں آیا ہی کیسے کہ ایک صحابی کے ساتھ کسی غیر صحابی کا موازنہ کیا جائے پھر فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر جہاد میں جس گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اس کی ناک میں جو راستے کا غبار پہنچا، حضرت عمر بن عبدالعزیز اس غبار کی برابری بھی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ان کا مقابلہ ایک صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا جائے۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ وہ آنکھیں کہاں سے لائیں گے جو جمال نبوت کا دیدار کیا کرتی تھیں۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں اور عمر ثانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور بعض مؤرخین نے ان کے دور خلافت کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿صلوا کما رأیتمونی اصلی﴾

ترجمہ: ''اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔''

ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے اور پھر اس جیسی نماز پڑھنے کی کوشش کرے حالانکہ جہاں تک احکام کا سوال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ارکان اسلام نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کل احکام تفصیل سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتا دیئے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں نے تمہیں جس طرح بتا دیا ہے اس طرح سے نماز پڑھو تو بالکل بجا ہو سکتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے دیکھو، میں

کس طرح نماز پڑھتا ہوں پھر اسی طرح نماز پڑھنے کی کوشش کرو صاف طور پر صحبت کی اہمیت کو بتا رہا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک بات کو نہایت غور سے دیکھتے اور پھر اس کی ہو بہو نقل اتارنے کی کوشش کرتے۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو جب وضوء کا سکھانا مقصود ہوتا تو فرماتے میں تمہیں ایسا وضوء کرنا نہ سکھا دوں جیسے رسول اللہ ﷺ وضوء فرماتے تھے۔ پھر پانی لے کر وضوء کر کے دکھاتے اور فرماتے کہ میرے محبوب ﷺ اس طرح وضوء فرماتے تھے، ورنہ وہ چاہتے تو زبانی بھی کہہ سکتے تھے کہ یوں کرو پھر یوں کرو۔ نہیں بلکہ خود کر کے دکھایا تاکہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

⓬ ایک روز ایک صحابی حضرت حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا گیا کہ بڑی پریشانی میں چلے جا رہے ہیں اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں: ''نافق حنظلۃ'' ''حنظلہ منافق ہوگیا۔'' راستہ میں حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مل گئے۔ پوچھا حنظلہ کیا بات ہے، اتنے پریشان کیوں ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟ حضرت حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہی کہا کہ حنظلہ منافق ہوگیا جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ ''جب ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب اپنے گھر میں بیوی بچوں میں چلے جاتے ہیں وہ کیفیت باقی نہیں رہتی'' حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر نفاق سے تمہارا یہی مطلب ہے تو ہماری بھی یہی حالت ہے۔ چلو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دونوں چلتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور دریافت کیا تو رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری وہی کیفیت باقی رہے جو میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے مگر تمہارے لئے کبھی یہ حالت بہتر ہے اور کبھی وہ، معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ گویا جنت دوزخ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ورنہ عمارت دنیا کا کام کون کرے؟ اس لئے بندہ کی توجہ کو دوسری طرف لگا دیتے ہیں تاکہ دنیا کے کام بھی چلتے رہیں۔

⓭ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب دفن کر دیا گیا تو ہم نے اپنے دلوں کو متغیر پایا اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود مبارک سے اس دنیا کے خالی ہو جانے پر آپ کے اصحاب نے اپنے دلوں میں خلاء محسوس کیا۔ کیونکہ آپ کا وجود مسعود باعث انوار و برکات تھا۔

⓮ حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت مشہور بزرگ گزرے ہیں، وہ عالم جوانی میں کسی باغ میں تشریف لے گئے، آپ پر ایک عورت فریفتہ تھی، وہ بھی موقع کو غنیمت سمجھ کر اس باغ میں پہنچ گئی، اور ان سے مطلب براری کی درخواست کی، یہ باغ چاردیواری کی وجہ سے چاروں طرف سے بند تھا، یہ منظر دیکھ کر آپ بہت گھبرائے، بھاگے اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر باہر کود گئے، بہت مدت کے بعد ایک بار بڑھاپے میں بطور وسوسہ یہ خیال آیا کہ اگر میں اس عورت کی دل شکنی نہ کرتا اور اس کی خواہش پوری کرنے کے بعد گناہ سے توبہ واستغفار کر لیتا تو اس کی دل شکنی بھی نہ ہوتی اور گناہ بھی معاف ہو جاتا، بس اس وسوسہ کا آنا تھا کہ آپ پر گریہ طاری ہو گیا بہت پریشان ہوئے اور سخت ندامت ہوئی کہ جوانی میں تو ہمت کر کے گناہ سے بچ گیا اور

اب بڑھاپے میں یہ حال۔

بر دل سالک ہزاران غم بود
گر زباغ دل خلالے کم بود

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حکیم! غم نہ کرو تم جو اس وقت ابتلاء سے بچ گئے وہ میری بعثت سے قریب کا زمانہ تھا جس کی برکت سے تم گناہ میں آلودہ ہونے سے محفوظ رہے اور اب جو بڑھاپے میں اس قسم کا وسوسہ پیدا ہوا یہ بعد زمانی کی وجہ سے ہے تم اس کا کچھ خیال نہ کرو'' جب کہیں جا کر آپ کے قلب کو سکون واطمینان نصیب ہوا۔ جس ذات کے ساتھ قرب زمانی کی یہ برکت ہے اس کی صحبت کی تاثیر کا کیا عالم ہوگا۔

جرعہ خاک آمیز چون مجنون کند
صاف گر باشد ندانم چون کند

⑮ میرے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے صحبت کی ضرورت پر گفتگو کی تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ صحابی بن جاؤ۔ انہوں نے کہا صحابی کس طرح بن سکتا ہوں؟ تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تو تابعی بن جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ تابعی کس طرح بن سکتا ہوں؟ تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا پھر تبع تابعی بن جاؤ تو انہوں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے؟ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ صحابی اسی وقت بن سکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو، اور تابعی اس کو کہتے ہیں جو صحابی کی صحبت میں رہا ہو اور تبع تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے تابعی کی صحبت اٹھائی ہو۔ لفظ صحابی پر غور کریں تو معلوم

ہوگا کہ یہ صحبت ہی سے بنا ہے۔ صحابی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی ہیں جنہوں نے مصاحبت رسول اختیار کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ان سے فیض حاصل کیا۔

۱۲ صحبت کا اثر مشاہدات و تجربات سے ثابت ہے اور روز روشن کی طرح واضح ہے، اسی لئے یہ حقیقت پوری دنیا کے مسلمات میں سے ہے، انسان تو انسان ہے بے جان جمادات پر بھی صحبت کا اثر مشاہدہ مسلم ہے، مقناطیس کی صحبت سے لوہے میں کشش پیدا ہو جاتی ہے اور پھول کی صحبت سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل دل حضرات کی صحبت میں غضب کی تاثیر ہوتی ہے بعض مرتبہ آن واحد میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے ؂

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

مری محفل میں جو بیٹھا اٹھا آتش بجاں ہوکر
دلوں میں آگ بھر دیتی ہے آہ آتشیں میری

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا میرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں

اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے ایک سینہ بسینہ ہے

۵ اب تک جتنی دلیلیں دی گئیں ہیں وہ تو سب نظری اور فکری تھیں۔ سب سے بڑی اور اہم دلیل اس بات کی تجربہ ہے، تجربہ انسان کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو زبانی ساری زندگی سنتا رہے پھر بھی سمجھ میں نہ آئے۔ اس لئے میں کہتا ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم تجربہ کی خاطر ہی کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھو خود معلوم ہو جائے گا کہ کیسے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔

صحبت صالح سے فائدہ پہنچنے کی وجہ:

اگر بے عملی کا علاج کروانا ہے تو وہ صرف صحبت ہی سے ہو سکتا ہے اور صحبت ضروری ہے، جس کے دلائل اوپر مذکور ہوئے۔ اب یہ کہ صحبت کیسے اور کیوں کر فائدہ پہنچاتی ہے اس کا بیان کرنا مقصود ہے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ڈاکٹر کا دواء بتانا ہی کافی ہوتا ہے۔ کوئی ڈاکٹر سے یہ نہیں پوچھتا کہ اس دواء کا اثر کس طرح ہوتا ہے؟ بس دواء استعمال کر لی جاتی ہے اور فائدہ خود بخود مشاہد ہونے لگتا ہے۔ ہم سے تو بس ''کیا'' پوچھا جانا چاہئے ''کیوں'' پوچھنے کی ضرورت نہیں تاہم آپ حضرات کے نفع کی خاطر کہ بات زیادہ واضح ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی بندہ کو عمل کی توفیق ہو جائے بتائے دیتے ہیں۔

❶ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جس مجلس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد ہوتی ہے فرشتے اس مجلس میں کو گھیر لیتے ہیں اور اہل مجلس کے لئے دعاء کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اپنے فرشتوں میں ان اہل مجلس کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی برکت کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کے سامنے تمام اہل مجلس کا ذکر فخریہ کرتے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ لوگ صالحین کے قریب دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کوئی جواب نہ دیا۔ بعد میں جب خادم آپ کو پنکھا جھل رہا تھا تو پوچھا کہ ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی کچھ ہوا آرہی ہے یا نہیں؟ اسی طرح صلحاء کی قبور پر جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے تو آس پاس کے لوگ بھی اس رحمت سے متمتع ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ والوں کی صحبت میں کوئی بیٹھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے مستفیض ہوگا اور اس پر بھی رحمت کی ہوائیں چلیں گی۔

❷ جو کوئی کسی اللہ والے کے پاس جاتا ہے اور اس کا مقصود دنیا طلب کرنا نہیں ہوتا، وہ محض اللہ کی خاطر اور دین کی طلب لے کر جاتا ہے۔ اپنی اصلاح کی فکر لے کر جاتا ہے اور جس شخص کے پاس وہ جارہا ہے اس سے اس کو محبت بھی ہوتی ہے تو جو شخص اللہ کی خاطر اس کے دین کی طلب میں لگ جاتا ہے اس طالب اور مطلوب (جس سے کہ وہ دین حاصل کرنے جارہا ہے) دونوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت سے متوجہ ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب بندوں سے محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندہ سے بھی محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے محبت کرنے لگیں تو اس سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہوسکتی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب بندوں

کی محبت بھی بڑی چیز ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک حاجی صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک بار ان کا گزر ملک فیصل کے محل کی طرف ہوا۔ انہوں نے وہاں دروازے کے باہر ایک پیارے سے بچے کو کھیلتے دیکھا۔ سامنے پہرے دار پہرہ دے رہا تھا۔ ان کو جو پیار آیا تو بچہ کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگے۔ وہ بچہ ہی اس قدر پیارا تھا کہ بے اختیار پیار آ گیا ادھر کہیں محل سے ملک فیصل اس معاملہ کو دیکھ رہے تھے فوراً کسی شخص کو بھیجا کہ اس شخص کا اور اس کے معلّم کا نام لکھ لو۔ وہ شخص آیا اور ان کا اور ان کے معلّم کا نام پوچھ کر لکھ لیا۔ اب یہ بڑے گھبرائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانے میرے ساتھ کیا معاملہ ہو، میرے اس عمل کو شاہ نے ناپسند کیا ہو۔ دل میں بہت گھبرا رہے تھے۔ دوسرے دن شاہی فوج کا ایک شخص ان کو بلانے آ پہنچا کہ آپ کو ملک بلا رہے ہیں۔ اب تو بہت ہی گھبرائے کہ برے پھنسے، نہ جانے کیا سلوک ہو۔ مگر جب شاہی محل میں پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور بہترین ضیافت ان کو دی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ ان کو ایک سند شاہی بھی عطاء ہوئی کہ دوران حج یہ جہاں بھی جائیں ان کے ساتھ شاہی مہمان کا سا سلوک کیا جائے۔ کہاں تو ڈر کے مارے برا حال ہو رہا تھا اور کہاں یہ آؤ بھگت۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہی خاندان کے ایک بچے کے ساتھ اگر کوئی محبت اور پیار کا سلوک کرتا ہے تو بادشاہ کو یہ اداء پسند آ جاتی ہے اور اس کا اس قدر اعزاز واکرام ہوتا ہے اور اس قدر انعام ملتا ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ جب کوئی بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں دین کی خاطر نکلے اور کسی اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندہ سے محبت رکھے تو اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کس قدر پسند فرمائیں گے اور اس کا اعزاز واکرام کس قدر ہوگا۔ اس جہان فانی

کے ذرا سے ٹکڑے پر حکومت کرنے والے کو جب کوئی بات پسند آجائے تو اس کا یہ اعزاز و اکرام اور جب سارے جہانوں کے مالک کو کسی کی اداء پسند آجائے کہ اس کے محبوب کو کوئی چاہ رہا ہے تو اس کے یہاں ایسے بندہ کے لئے کیا کیا انعام واکرام کا معاملہ ہوسکتا ہے، اندازہ لگا لیجئے۔ ان صاحب نے جب مجھے اپنا یہ قصہ سنایا اس وقت سے میرا یہ معمول ہے کہ جب درود پڑھتا ہوں تو اس واقعہ کا استحضار کر لیتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے محبوب ﷺ سے ہمارا محبت کا تعلق ہے۔ اس تعلق کی خاطر، تیرے محبوب کی محبت کی خاطر تیرے محبوب کے وسیلہ سے ہم بھی تیری عنایت کے امیدوار ہیں۔

۳ انسان میں فطری مادہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی سے محبت کرنے لگتا ہے یا اس سے دلی لگاؤ رکھتا ہے تو غیر محسوس طریقہ سے ہر بات میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ لباس میں، چال میں، بات چیت کے انداز میں، ہر طرح اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے محبوب کی طرح بن جاؤں کہیں پہلوانوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو جو لوگ اس میں شریک ہیں بچے بڑے سب اس کی نقل اتارنے میں لگ جاتے ہیں۔ گلی گلی دنگل لگ رہے ہیں، بچے بڑے سب زور کر رہے ہیں اور پہلوان بننے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے پہلوانوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھے گا تو ناممکن ہے کہ وہ بھی اسی رنگ میں نہ رنگا جائے۔ اس طرح اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے خود بخود اللہ اللہ کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ طلب ہو اور طلب بھی سچی ہو۔ کیونکہ یہ طبعی مسئلہ ہے کہ جس چیز کو طبیعت پسند کرنے لگتی ہے اور چاہنے لگتی ہے انسان کے تمام اعضاء وجوارح غیر شعوری طور پر اس کی تحصیل کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں پھر اس سے وہی اعمال ظاہر ہونے لگتے ہیں جس کا طبیعت تقاضا رکھتی ہے۔ مثلاً آپ کے

سامنے ایک سیب رکھا ہوا ہے، دل نے چاہا کہ اس کو کھایا جائے اب دل کے ذریعے دماغ کے کارخانے میں یہ خواہش منتقل ہوگئی اور وہاں سے احکام جاری ہوگئے قدموں کو حکم مل گیا کہ درمیان کا فاصلہ طے کرو اور وہاں پہنچو۔ جب وہاں پہنچ گئے تو ہاتھوں کو حکم ہوا کہ سیب کو اٹھالو اور منہ میں ڈال لو۔ پھر منہ خود اس کو چبانے لگا۔ جسم کے مختلف اعضاء کو حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ ابتداء میں صرف ارادہ کرنا کافی ہوتا ہے اگر ارادہ قوی ہو تو پھر عمل اس کے تابع ہوجاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے یہ فیض حاصل ہوتا ہے کہ نیکیوں کی طرف میلان ہوجاتا ہے اور برائیوں کو ترک کرنے کا رجحان ترقی کرنے لگتا ہے۔ ارادہ کا پیدا ہونا ہی وہ مقناطیسی عمل ہے جو بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوجاتا ہے۔ جیسے گھڑی میں چابی دی جاتی ہے تو گھڑی خود بخود چلنے لگتی ہے۔ اسی طرح فیضانِ صحبت سے اچھے کام کرنے کے تقاضے کو جو جبلی طور پر انسان میں ودیعت ہے مہمیز مل جاتی ہے۔

۴ صدیقین اور صالحین کی صحبت میں ان کی توجہ آپ کی طرف ہوتی ہے جس سے آپ کی صلاحیت بیدار ہوکر عمل کی توفیق ہوجاتی ہے۔

توجہ کی قسمیں:

توجہ کی کئی قسمیں ہیں:

۱ پہلی توجہ انعکاسی کہلاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چراغ روشن ہے تو اس کی روشنی چاروں طرف آس پاس پڑ رہی ہے اور جہاں تک روشنی کا اثر پہنچ رہا ہے وہاں تک تاریکی مٹ رہی ہے اور جو اشیاء روشنی کے حلقہ اثر میں ہیں وہ منور ہورہی ہیں۔ یا یہ کہ کوئی خوشبودار پھول رکھا ہوا ہے تو اس کی مہک

چاروں اطراف کو مہکا دیتی ہے۔ کیا رات کی رانی کو آپ نے نہیں دیکھا کہ کس طرح رات میں سارا محلہ اس کی خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ رہنے والے بھی ان کے نور باطن کے انعکاس سے اپنے قلوب میں انوار و برکات کی حرارت محسوس کرتے ہیں اور اپنے زنگ آلود قلوب میں جلاء اور نور دیکھتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ جب حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہونے لگے تو عرض کیا کہ حضرت مجھے ذکر سے مستثنیٰ فرما کر دیجئے۔ کیونکہ پڑھنے پڑھانے اور علمی کاموں کی مشغولیت اس قدر ہے کہ ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں مل سکے گی۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں آپ ذکر نہ کریں۔ جب بیعت ہو گئے تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہ آپ ذکر نہ کریں مگر طریقہ تو سیکھ لیں۔ اس میں کیا حرج ہے؟ کبھی موقع مل گیا تو کرلیا کریں ورنہ نہیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہاں اس میں مضایقہ نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ذکر کرنے کا طریقہ تلقین فرما دیا۔ رات کو جب سونے کا وقت آیا تو حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خادم سے فرمایا کہ ان کا بستر میرے بستر کے ساتھ لگا دیں۔ جب سونے کے لئے دونوں حضرات لیٹ گئے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نیند غائب۔ کروٹوں پر کروٹیں بدل رہے ہیں مگر نیند کا نام تک نہیں۔ آخر کافی دیر کروٹیں بدلتے گزر گئی تو سوچا کہ نیند تو نہیں آرہی ہے لاؤ ذکر ہی کر لیتے ہیں۔ اٹھ کر ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ذکر میں اس قدر لذت محسوس ہوئی کہ پھر ساری زندگی ذکر کا ناغہ نہیں فرمایا۔ یہ تھا حضرت حاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بستر لگانے کا نتیجہ۔ جب ایک سینے

میں عشق حقیقی کی آگ دہک رہی ہو تو ناممکن ہے کہ سامنے بیٹھنے والا اس کی حرارت محسوس نہ کرے۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یااللہ کیا آگ بھری ہوگی

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے اک سینہ بسینہ ہے

۲ دوسری قسم توجہ کی القائی ہوتی ہے۔توجہ انعکاسی میں تو اثر اسی وقت تک رہتا ہے جب تک کہ مبدأ فیض اور مستفیض ایک ہی مجلس میں موجود ہوں۔ظاہر ہے کہ چراغ کی روشنی اپنے ماحول میں موجود اشیاء ہی کو منور کرے گی۔لیکن توجہ القائی میں طالب کی استعداد بڑھانے کے لئے اہل اللہ اپنے ارادے اور ہمت سے اس کے قلب میں نیکی کے رجحان کا القاء کرتے ہیں اور اس کے لئے دعاء بھی فرماتے ہیں، جس کا اثر مجلس سے اٹھ جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک رہتا ہے۔

۳ تیسری قسم توجہ اصلاحی ہے۔توجہ القائی کے امتداد سے رسوخ حاصل ہو جاتا ہے تو اب اہل اللہ اس کے لئے مزید دعاء اور توجہ سے کام لیتے ہیں جو توجہ اصلاحی کہلاتی ہے جس سے وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے نیکیوں کا صدور آسان اور برائیوں سے اجتناب سہل ہو جاتا ہے۔

۴ چوتھی قسم توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔اس میں سالک کی استعداد چونکہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے مستحکم نہیں ہوتی اس لئے اس توجہ کا تحمل مشکل ہوتا ہے اس لئے عام طور پر توجہ انعکاسی، القائی اور اصلاحی ہی سے کام لیا جاتا ہے۔

توجہ کے اثر سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ رات دن مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ مسمریزم کیا ہے؟ یہی توجہ تو ہے۔ صحبت کی تاثیر زمانہ قدیم سے مسلم چلی آتی ہے شاعر جاہلیت طرفہ کہتا ہے۔

اذا کنت فی قوم فصاحب خیارھم
ولا تصحب الاردی فتردی مع الردی

اقبال نے بھی خوب کہا ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسم شاہبازی

غرضیکہ علم کے مطابق عملی قوت بیدار کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت لازم ہے بدوں اس کے نرا علم کافی نہیں۔ ایک اور بات خیال میں آگئی وہ یہ کہ بعض لوگ میرے علم میں ایسے بھی ہیں جو کسی ایک گناہ سے بچنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں مگر دوسرے کئی گناہوں میں مبتلا ہیں، ان سے بچنے کا انہیں کبھی خیال تک نہیں آیا، مثلاً ایک صاحب بینک اور بیمہ کے ملازمین سے لین دین اور ان کے ہاں کھانے پینے سے بہت پرہیز کرتے ہیں، ذرا ذرا سی بات مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں مگر ان کی صورت مسلمانوں کی صورت کے خلاف ہے، ڈاڑھی منڈاتے ہیں، ان کو اس طرف کوئی توجہ نہیں، اور بھی اس قسم کی کئی مثالیں ہیں کہ بس کسی ایک گناہ سے بچنے کی تو بہت فکر ہے مگر دوسرے گناہوں سے بچنے کی طرف کوئی التفات نہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ انہیں دوسرے گناہوں کا علم ہی نہیں، یا علم تو ہے مگر ان کے قلب میں ان گناہوں سے بچنے کی اہمیت نہیں بلکہ ان کو ہلکے سمجھتے ہیں، ان میں یہ مرض اس لئے ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں نہیں بیٹھتے۔ اہل اللہ ان کو اس مرض سے متعلق اس لئے کچھ نہیں کہتے کہ بدوں خاص

تعلق کے امید قبول نہیں، نیز اس طرح کسی کو کہنے میں اس کی سبکی بھی ہے، اگر ایسے لوگ کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے کا معمول بنالیں تو بہت آسانی سے ان کے اس مرض کی اصلاح ہو جائے۔

صحبت سے امراض روحانیہ کا علاج کیسے ہوتا ہے؟

صحبت اہل اللہ کی بدولت امراض روحانیہ سے نجات کی چار وجوہ ہیں:

❶ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مخصوص ومقرب بندوں کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص تجلی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا رؤوا ذکر اللہ ''اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے''۔ اس لئے ان کی صحبت اور مجلس میں یہ اثر ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کے قلوب میں جلاء پیدا ہوتا ہے جس کی بدولت ان میں ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

❷ یہ حضرات مجلس میں حاضری دینے والوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور ان کے لئے دعاء بھی کرتے ہیں۔

❸ ان کی مجلس میں عام خطاب کے ذریعہ مختلف گناہوں سے بچنے کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے نامعلوم گناہ معلوم ہو جاتے ہیں، اور جو گناہ پہلے سے معلوم تھے مگر ان سے بچنے کی فکر نہ تھی ان سے بچنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

❹ ان کی مجلس میں مسلسل حاضری دینے والوں سے متعلق ان کو یہ اعتماد ہو جاتا ہے کہ ان میں طلب صادق ہے اس لئے ان کو کسی گناہ سے متعلق کہا جائے گا تو یقیناً قبول کریں گے، انہیں ناگوار نہیں ہوگا اور اس میں اپنی سبکی محسوس

نہیں کریں گے بلکہ اس پر انہیں مسرت ہوگی اور شکر گزار ہوں گے اور بے ساختہ پکار اٹھیں گے۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی
مرا با جان جان ہمراز کردی

اسلئے یہ حضرات ایسے مخلص طالبین کو خصوصی خطاب سے بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔

وجوہ مذکورہ کی بدولت ایسے گناہ بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ان سے نجات کی فکر پیدا ہو جاتی ہے جو علماء ظاہر پر بھی مخفی ہیں، جس طرح ظاہری اعضاء کے گناہ ہیں اسی طرح باطن یعنی قلب کے بھی گناہ ہیں جو عوام کو تو کیا نظر آئیں، علماء ظاہر کو بھی نظر نہیں آتے، اہل اللہ کی صحبت ہی سے نظر آتے ہیں ان سے نجات کے نسخے بھی وہیں سے ملتے ہیں۔

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان
خاک پائے او گشتم وچندین درجاتم دادند

نفس نتوان کشت الاظل پیر
دامن این نفس کش را دا مگیر

اللہ تبارک وتعالیٰ اس نعمت کی قدر کرنے اور اس نسخۂ کیمیا سے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائیں اور ظاہری و باطنی تمام گناہوں سے حفاظت فرمائیں اور ہمارے تمام اعمال، حالات و کیفیات کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

وصل اللّٰهم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی اٰله وصحبه اجمعین

والحمدللّٰه رب العٰلمین

علماء کا مقام

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: علماء کا مقام

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۳ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

علماء کا مقام

(ربیع الاول ۱۴۱۹ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد

﴿فقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: وارض بما قسم اللّٰہ لک تکن اغنی الناس﴾ (ترمذی)

ایھا العلماء والطلبۃ والمجاھدون والحارسون فی سبیل اللّٰہ اوصی نفسی وایاکم بتقوی اللّٰہ.

لنقل الصخر من قلل الجبال

احــب الـــی مـــن مـــن الـــرجـــال
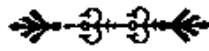
رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

اس زمانے میں عوام سے لے کر خواص اور علماء تک ہر طرف سے یہ آواز سنائی دی جارہی ہے کہ ''ضرورت پوری نہیں ہوتی'' اس لئے آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نظر شرع و عقل سلیم میں ''ضرورت'' کسے کہتے ہیں۔ میرا یہ خطاب اگرچہ عام ہے لیکن خصوصیت سے علماء وطلبہ کو تلقین کرنا مقصود ہے، اس لئے کہ عوام کی اصلاح وفلاح علماء کی صلاحیت پر موقوف ہے، اس سلسلے میں اکابر علماء واہل توکل کے کچھ قصے بتانا چاہتا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ وہ ''ضرورت'' کسے سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنی زندگیاں کیسے گذاریں، وہ فقر وفاقہ میں بھی خود کو بڑے غنی سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿وارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس﴾ (ترمذی)

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے لئے جو کچھ مقدر فرمایا ہے اسی پر راضی رہو تو سب لوگوں سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔''

معلوم ہوا کہ غنا وفقر کا مدار مال ودولت پر نہیں بلکہ قناعت وتوکل پر ہے، دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ یومیہ پانچ روپے بھی ان کی ضرورت سے زیادہ ہیں جبکہ بعض کی ضرورت پانچ لاکھ یومیہ سے بھی پوری نہیں ہوتی حضرت سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عارف بہت ہی بڑے عارف گذرے ہیں، آپ

نے فرمایا:

''دہ درویشے در گلیمے می گنجند و دو پادشاہ در اقلیمے نمی گنجند۔''

''دس درویش ایک کمبل میں سما سکتے ہیں مگر دو بادشاہ پورے ملک میں نہیں سما سکتے۔''

درویش سے پوچھیں تو کہے گا کہ یہ کمبل بہت بڑا ہے دس اور بھی آجائیں تو بھی اس میں سما جائیں گے اور بادشاہ سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ یہ ملک تو بہت ہی چھوٹا ہے ایسی ہزاروں دنیا اور بھی پیدا ہو جائیں تو وہ بھی میرے لئے کم ہیں، معلوم ہوا کہ اصل بات لوگوں کی ہوس اور قناعت کی ہے۔ کسی میں ہوس ہو تو ہزاروں دنیا بھی اس کے لئے کم ہیں اور کسی میں قناعت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

﴿وارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس﴾

(ترمذی)

کے مطابق وہ خود کو پوری دنیا سے زیادہ مالدار سمجھے گا بات تو اپنے اپنے ظرف کی ہے کہ کسے ضرورت سمجھتے ہیں کسے نہیں۔

ضرورت کی تفصیل:

لوگ کہتے ہیں کہ ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے کھانے اور پہننے کی ضرورت کی تفصیل خود بتادی ہے اور ضرورت کی معتبر تفصیل بھی وہی ہے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ضرورت کسے کہتے ہیں چنانچہ کفارہ میں مسکین کے کھانے اور پہننے کی ضرورت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کھانا دو وقت کا اور لباس بقدر ستر کافی ہے۔ کھانے میں اگر گیہوں کی روٹی

دی جائے تو سالن کی ضرورت نہیں، گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے حلق میں اترنی چاہئے اگر نہیں اتر رہی تو اس گلے کا آپریشن کروایا جائے۔

ملا غوث کا کھانا:

ملا غوث امارات اسلامیہ افغانستان کے سابق وزیر خارجہ اور مجاہدین کے بہت بڑے کمانڈر رہیں۔ ان کی ایک ٹانگ اور ایک آنکھ شہید ہونے کے علاوہ دوسری آنکھ بھی کمزور ہوگئی ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ ملا غوث نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مجھے کھانے کی گولی نکال کر دو، اس نے گولی نکال کر دی، انہوں نے گولی کھانے کے بعد پاس رکھی ہوئی روٹی اٹھائی تو دیکھا کہ اس پر چیونٹیاں چڑھی ہوئی تھیں، انہوں نے اسے ہاتھ سے جھاڑا اور بغیر سالن کے کھانا شروع کر دیا۔ یہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے جن کے حلق میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے اتر جاتی ہے۔ اگر کسی کے حلق میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے نہ اترے تو وہ محاذ پر چلے لگائے جب بغیر سالن کے روٹی حلق سے اترنے لگے تو واپس آئے اس سے پہلے واپس آنا جائز نہیں۔

یہ بات تو بتا دی گیہوں کی روٹی سے متعلق اگر جو کی روٹی دی جائے تو اس کے ساتھ سالن بھی ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’سرکہ بہترین سالن ہے۔‘‘ (مسلم)

اس سے ثابت ہوا کہ جو کی روٹی کے ساتھ سرکہ مل جائے تو یہ بہت ہی اونچا معیار ہے۔

لباس کا معیار اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد کو کفارہ میں لباس دیں تو ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور اگر کسی عورت کو دیں تو اتنا کافی ہے کہ ایک اتنی بڑی چادر ہو جو اوپر سے نیچے تک پہنچ جائے الغرض کھانے اور پہننے میں یہ ہے ضرورت جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود بیان فرمادیا ہے۔

ضرورت سے زائد درجات:

ضرورت سے اوپر کا درجہ ہے ''حاجت'' اور حاجت سے اوپر ''آسائش'' پھر ''آرائش۔''

حاجت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس چیز کی ضرورت تو نہیں مگر اس کے ملنے سے کام آسانی سے ہونے لگتے ہیں زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

آسائش کا مطلب یہ ہے کہ راحت بھی حاصل ہو جائے۔

آرائش سے مراد زیب و زینت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسائش و آرائش کی بھی اجازت دی ہے چنانچہ فرمایا:

﴿قل من حرم زينة اللّٰه التى اخرج لعباده والطيبت من الرزق قل هي للذين امنوا فى الحيوة الدنيا خالصة يوم القيمة﴾ (۷. ۳۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دراصل تو زینت مؤمنین کے لئے پیدا فرمائی ہے لیکن دنیا میں کافروں کو بھی شریک کر دیا اور آخرت میں خالصۃً مؤمنین کے لئے ہوگی۔

الغرض ضرورت سے اوپر کے درجات اختیار کرنا بھی درست ہے لیکن اگر اتنا لباس اور اتنی خوراک مل رہی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضرورت قرار دیا ہے تو اس کے بعد یہ کہنا کہ ضرورت پوری نہیں ہورہی اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتراض ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تو فرمارہے ہیں کہ اس کی ضرورت پوری ہوگئی ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ پوری نہیں ہورہی تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے کو غلط قرار دے رہا ہے۔

زندگی کا معیار کیسا رکھنا چاہئے:

ضرورت پوری ہوجانے کے بعد اپنی زندگی کا معیار کیسا رکھے اس کا قانون یہ ہے کہ اپنے مصارف کو آمدن کے تحت رکھے اس لئے کہ آمدن تو غیر اختیاری ہے اور مصارف پر ضابطہ رکھنا اپنے اختیار میں ہے ایسا نہ ہو کہ آمدن ہے نہیں اور خرچ زیادہ کرنے لگے پھر کسی سے بھیک مانگنا پڑے یا قرض لینا پڑے لہٰذا جتنی آمدن ہو اپنے مصارف کو اس کے نیچے رکھے، زندگی کا معیار اونچا کرنے کے لئے آمدن کی ہوس بڑھا کر کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کرے، اس قانون کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنی آمدن ٹھیک شریعت کے قواعد کے مطابق رکھے اور اپنے مصارف کو اس آمدن کے تحت رکھے آمدن کو شریعت کے قواعد کے مطابق رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ محرمات و مشتبہات سے بچنے کے علاوہ اپنے اور دین کے وقار کو بھی قائم رکھا جائے۔

اوقات کو تقسیم کرلیا جائے، کچھ افضل العبادات جہاد کے لئے، کچھ دوسرے کاموں کے لئے اور کچھ بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے یوں ان سب تقاضوں کی پورا کرتے ہوئے آسانی سے جائز ذرائع سے جتنی آمد ہوسکتی ہو اتنا کمائے پھر اصول کے مطابق اپنے مصارف کو اس کمائی کے

تحت رکھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں اکابر کے حالات بتانے سے پہلے کچھ اپنے حالات بتادوں اس لئے کہ میں تو آپ لوگوں کے سامنے ہوں نا، مگر فائدہ کا مدار تو اسی بات پر ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے ؎

نصیحت کسے سود مند آیدش
کہ گفتار سعدی پسند آیدش

''نصیحت کا فائدہ اسی کو ہوسکتا ہے جسے سعدی کی بات پسند آئے۔''

دارالافتاء کے حالات:

یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ ہمارے ہاں ذرائع آمدن پر کیسی کیسی پابندیاں ہیں تفصیل دیکھنا چاہیں تو رسالہ ''جامعۃ الرشید'' میں دیکھیں۔ چندہ مانگنا تو رہی الگ بات جو خود لاتے ہیں ان سے بھی یونہی فوراً تھوڑا ہی قبول کرلیتے ہیں بلکہ خوب ٹھونک بجا کر دیکھتے ہیں، خوب رگڑائی ہوتی ہے، اس کے قصے بھی سب کو معلوم ہی ہیں اگر ایک دو ہوتے تو بتا بھی دیتا، بتانا شروع کئے تو ایک دو دن تو انہی قصوں میں گذر جائیں گے۔ کیسے کیسے لوگ رقمیں لے کر گھنٹوں گھنٹوں باہر کھڑے رہتے ہیں، منت سماجت کرتے ہیں پھر مایوس ہو کر واپس چلے جاتے ہیں اور ہم قبول نہیں کرتے۔ جب ہم مغربی ممالک گئے تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مختلف ممالک کے لوگ مختلف حاجات کے لئے چندہ مانگنے وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان چندہ مانگنے والوں کا حال یہ تھا کہ جب کسی سے ملاقات ہوتی تو خود ہی بتاتے کہ ہم چندہ کرنے آئیں ہیں، میں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو بہت پریشان ہوا کہ کیا کیا جائے مجھے یہ خیال ہوتا کہ یہ لوگ میرے بارے میں یہ

سمجھیں گے کہ یہ بھی چندہ مانگنے آیا ہے لہٰذا خاص مجالس میں جو حضرات ملتے انہیں تو میں بتا دیتا کہ میں چندہ مانگنے نہیں آیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے باغیوں کو ہدایت کا پیغام سنانے آیا ہوں لیکن عوام کو کیسے پتا چلے؟ اس بارے میں بہت پریشان تھا۔ ایک بار میں نے سوچا اگر ہر بیان سے پہلے یہ اعلان کر دیا کروں کہ میں چندہ مانگنے نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے باغیوں کو صحیح مسلمان بنانے آیا ہوں تو امید ہے کہ کسی کو میرے بارے میں بدگمانی نہیں ہو گی۔ ابھی یہ بات ذرا طے ہی کی تھی کہ ایک بات اور ذہن میں آ گئی جس کی وجہ سے میں نے اس خیال پر عمل نہیں کیا وہ یہ کہ جو بھی میرے بیان میں بیٹھے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ یہ چندہ مانگنے والا نہیں اس لئے کہ میں جیسے ہی کرسی پر بیٹھتا تھا ان کے ایک عمومی مرض کو دیکھ کر اس کی اصلاح شروع کر دیتا تھا بھلا چندہ مانگنے والا کبھی ایسا کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ وہ عمومی مرض جو میں نے وہاں ہر جگہ دیکھا خواہ وہ انگلینڈ ہو یا کینیڈا، امریکہ ہو یا بارنڈوز، انتہائی دور دور ہونے کے باوجود ان ممالک کے ہر شہر بلکہ ہر مسجد میں یہی بیماری تھی کہ لوگ مسجد میں درمیان میں نہیں بیٹھتے تھے دیواروں سے ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے چنانچہ میں جیسے ہی کرسی پر بیٹھتا تھا خطبے سے بھی پہلے ہی یہ کہتا: ”ارے! کیا آپ لوگوں کی کمریں ٹوٹی ہوئی ہیں، سب دیواروں سے ٹیک لگا کر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ چلئے آپ لوگوں کو کمریں سیدھی کرنے کا نسخہ بتاتا ہوں، ایک ایک چلہ محاذ پر لگا کر آئیں تو سب کی کمریں سیدھی ہو جائیں گی۔“ پھر بڑے جوش سے یہ شعر پڑھتا تھا۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

وہ لوگ یہ بات سنتے ہی جلدی جلدی آگے آتے میں چونکہ مسکراتے

ہوئے محبت سے کہتا تھا اس لئے انہیں میری یہ تنبیہ نا گوار نہیں ہوتی تھی بلکہ اس پر خوش ہوتے تھے جیسے آپ لوگ میری میٹھی میٹھی تنبیہات سن کر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ فرط مسرت سے چہرے کھل جاتے ہیں، میرے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے میٹھی تنبیہات کے ذریعہ ہدایات کرنے کا ہنر عطاء فرمایا ہے۔ اس کے بعد میں خطبہ پڑھتا سو جو شخص اپنے بیان کی ابتداء ہی ایسی بات سے کرے کہ آپ لوگوں کی کمریں ٹوٹی ہوئی ہیں آیئے آپ کی کمریں سیدھی کر دوں، وہ بھلا کسی سے پیسا کہاں مانگے گا؟ خطبہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بغاوتیں چھوڑنے کے بارے میں بیان ہوتا تھا، اس کی تفصیل وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' میں ہے۔

دین کے وقار کو مجروح کر کے دین کے کام کرنا جائز نہیں اور وقار کو قائم رکھنے کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع سے یہاں قائم رکھا ہوا ہے۔ عوام تو عوام حکومت کی طرف سے کتنی بڑی بڑی زمینوں کی پیشکش کی جاتی رہیں لیکن میں نے اسی وقار کی حفاظت کے لئے قبول نہیں کیں۔ ہمارے اصول کے مطابق دینی خدمات کا، مدارس چلانے کا یا ان کی آمدنی کا جو جائز طریقہ ہے ہم نے وہی اختیار کیا ہوا ہے اور ہمیشہ اسی کے اندر رہتے ہوئے یہاں معمول رہا ہے۔

دین اور علم دین کی عظمت اور وقار کو قائم رکھتے ہوئے جائز طریقے سے جتنی آمد ہو جائے اہل مدارس کو اتنا ہی کام کرنا چاہیے، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔

ضعیف الایمان لوگوں کا اشکال:

جب میں نے یہاں کام شروع کیا اور بات کی بہت تشہیر کر دی کہ ہم چندہ

کبھی نہیں کریں گے تو بعض لوگوں نے کہا چندہ نہیں کریں گے تو کام کیسے چلے گا؟ میں نے کہا کہ نہیں چلے گا تو نہ چلے میرے ذمہ چلانا ضروری تھوڑا ہی ہے، مدارس تو اور بھی بہت ہیں، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نہیں چاہتے تو ہم کیا کریں؟ لوگ کہتے کہ پھر تو بڑی بدنامی ہوگی کہ کام شروع کیا تھا جو دو چار مہینے میں ختم ہوگیا۔ میں نے کہا کہ میری کیا بدنامی ہوگی اگر میرا کام ہوتا پھر میں نہ چلاتا تو میری بدنامی ہوتی کام میرا تو ہے نہیں کام تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے وہ چلائیں یا نہ چلائیں، ہمیشہ دین کے وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کرنا چاہئے نہ چل سکے تو ''خلاص''۔

قصہ ''خلاص'' کا:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرب کا قصہ بیان فرمایا کہ جب وہاں کسی تقریب وغیرہ میں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے تو جتنے افراد بیٹھے ہوں مثلاً سو افراد بیٹھے ہیں اور چند افراد کو ملنے کے بعد مٹھائی ختم ہوگئی تو وہ کہتے ہیں: ''خلاص''، یعنی ختم، تو سب خوشی خوشی اٹھ کر چلے جاتے ہیں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ یہ تو اس زمانے کا قصہ ہے اب تو معلوم نہیں وہاں کیا ہوتا ہوگا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ ایک بار میرا ایک مدرسہ میں جانا ہوا تو کیا دیکھا کہ مدرسہ کا پھاٹک بند ہے اور باہر لوگوں کا بہت ہی بڑا ہجوم ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا ہوگیا آخر یہ لوگ مدرسہ پر حملہ کیوں کر رہے ہیں اور پھاٹک اندر سے بند کیوں ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی سیٹھ کے بچے کا قرآن ختم ہوا تھا اس نے اعلان کر دیا تھا کہ مٹھائی تقسیم ہوگی، مٹھائی ختم ہوگئی اور لوگوں کا ہجوم بڑھتا ہی جا رہا ہے، جلدی سے منگوانے کا کوئی طریقہ بھی نہیں اس لئے اندر سے کنڈا لگا لیا گیا ہے اس پر لوگ باہر سے دھکے دے رہے ہیں، یہ حال ہے یہاں کے لوگوں کا۔

زمانے کے حالات جو بھی ہوں علماء کو عرب کی اسی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ جہاں کہیں درمیان میں دیکھا کہ صحیح اصول کے مطابق آمد نہیں تو ''خلاص''۔

متوکلین کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کافی ہے:

یہ نسخہ ضعیف الایمان لوگوں کے اشکال کے جواب کے لئے بتا دیا ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے اس کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق کام کیا جائے تو وہ اسے ضائع نہیں ہونے دیتے:

﴿ما کان للہ یبقی﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کرنے والوں کے لئے نصرت الٰہیہ کی بشارت ہے:

﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (۶۵.۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے بھی سن لیجئے کہ جو غیر اللہ سے مستغنی رہنا چاہے اللہ اسے مستغنی رکھتا ہے اور جو غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا چاہے اللہ اسے بچاتا ہے:

﴿ومن یستغن یغنہ اللہ ومن یستعفف یعفہ اللہ﴾ (بخاری)

احسن الفتاوی جلد اول میں مندرجہ رسالہ ''صیانۃ العلماء عن الذل عند الاغنیاء'' کے آخر میں توکل وتقوی کے بارے میں آیات واحادیث جمع کر دی ہیں انہیں بلکہ پورے رسالے کو غور سے پڑھیں بلکہ بار بار پڑھتے رہیں۔

ضرورت سے زائد خرچ کرنے کا قانون:

اگر کسی کی جائز آمدنی اس کی ضرورت سے بھی زائد ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی حاجات اور آسائش و آرائش پر جتنا چاہے خرچ کرتا چلا جائے بلکہ اس کے لئے قانون یہ ہے کہ ایسا شخص انفاق فی سبیل اللہ اور اپنے مصارف میں کچھ تناسب پیدا کرے، تناسب پیدا کرنے میں بہتر صورت تو یہ ہے کہ حدیث میں اصحاب غار کے مذکورہ قصہ کی طرح اپنے کل مال کے تین حصے کرے ایک تہائی اپنے ذریعہ معاش میں، ایک تہائی فی سبیل اللہ اور ایک تہائی اپنے مصارف میں خرچ کرے اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو کرے کہ اپنی آمد کا کچھ فیصد معین کر کے اسے جہاد یا دوسرے امور خیر میں خرچ کرے۔ انفاق فی سبیل اللہ زیادہ سے زیادہ کرنے کی عادت ڈالیں اس پر توجہ دیں۔

رہن سہن پر خرچ کرنے کا قانون:

انفاق فی سبیل اللہ سے الگ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے اور زندگی گزارنے میں اس کا لحاظ رکھے کہ کہیں دنیا کی ہوس پیدا نہ ہو جائے، آمدن بڑھانے سے ہوس ختم نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ بڑھتی ہے ع

ان الطعام یقوی شھوۃ النھم

متنبی نے کیا خوب کہا ہے۔

ما قضی احد منھا لبانتہ

ولن انتھی ارب الا الی ارب

یہ ہوس تو کہیں پوری ہوتی ہی نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا یملا عین ابن ادم الا التراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب﴾ (بخاری)

﴿لا یملا جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب﴾ (متفق علیہ)

﴿لا یملا بطن ابن ادم الا التراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب﴾ (احمد)

الغرض اگر آمدن ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کے خرچ کرنے میں اس کا خیال رہے کہ ہوس بڑھتی نہ جائے، ہوس پر لگام لگی رہے، اس فیصلہ کے لئے کہ ہوس بڑھ رہی ہے یا نہیں کسی کو اپنا مال دکھاتے رہیں، کسی حاذق، دل کے کسی اسپیشلسٹ کے تابع رہیں، اسے اپنی نبضیں دکھاتے رہیں تو کچھ پتا چلے گا؟

مریدوں کو ہدایت:

یہاں مریدوں کے قلوب سے حب مال نکالنے کے لئے ایک ماہانہ گوشوارے کا فارم تیار کیا گیا ہے ہر مرید کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ہر ماہ اس کی خانہ پری کر کے پیش کرے (اس گوشوارے کا نقشہ ملاحظہ ہو۔ جامع)

علاج حب دنیا کی ماہانہ اطلاع کا گوشوارہ

❶ کیا مرض حب دنیا کا محاسبہ اور مراقبۂ موت سے اس کا علاج کرتے ہیں؟

❷ لباس کے کتنے جوڑے ہیں؟ (چھ جوڑے بہت ہیں، تین سردیوں کے اور

تین گرمیوں کے)

③ سونا کتنا ہے؟ (ستر گرام بھی بہت، زیادہ سے زیادہ سو گرام)

④ فی سبیل اللہ کتنے فی صد خرچ کرتے ہیں؟ کہاں خرچ کرتے ہیں؟

⑤ کیا بچوں کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ کتنا؟ کہاں؟

⑥ بچوں کو پیسے دے کر ان کے دلوں میں حب مال بھر کر ان کی دنیا و آخرت تو تباہ نہیں کر رہے؟

⑦ کیا اہلیہ کو جیب خرچ دیتے ہیں؟ کیوں؟ کتنا؟ کہاں خرچ کرتی ہیں؟

نمبر۴، ۵، ۷ کا جواب نفی یا اثبات میں جدول میں لکھیں اور تفصیل دوسرے صفحہ کے آخر میں۔

نمبر شمار	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاولیٰ	جمادی الثانیہ
۱						
۲						
۳						
۴						
۵						
۶						
۷						

نمبر شمار	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی القعدہ	ذی الحجہ
۱						
۲						
۳						
۴						

۵							
۶							
۷							

نمبر۴، ۵، ۷ کی تفصیل ودیگر مختصر حالات:

نام مریض:

پتا:

اس زمانے کے مریدوں کا حال تو یہ ہے کہ تہجد، تسبیحات پڑھ لیں گے، لمبے لمبے اذکار کرلیں گے لیکن جہاں بات آئی ہوس کو لگام دینے کی تو بس سارا عشق پگھل کر نکل جاتا ہے، ارے تجھے پہننے تو زیادہ سے زیادہ چھ جوڑے ہیں تین سردیوں میں اور تین گرمیوں میں اور تو نے پچاس پچاس اور سو سو جوڑے بنوا کر رکھے ہوئے ہیں یہ دنیا کی ہوس نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح عورتوں نے جو اتنا اتنا سونا جمع کر رکھا ہے حالانکہ ان کے زیب وزینت کے لئے ستر یا زیادہ سے زیادہ سو گرام کافی ہیں تو آخر اتنا سونا جمع کرنے کا کیا مقصد ہے؟ گدھوں کے

بوجھ کی طرح اتنے اتنے جوڑے اور اتنا سونا لادنا ہوس دنیا نہیں تو اور کیا ہے؟ الغرض یہ تیسرا قانون ہوگیا کہ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے اور زندگی گزارنے میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کہیں دنیا کہ ہوس پیدا نہ ہوجائے اور دنیا کی ہوس پیدا ہورہی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ دل کے کسی اسپیشلسٹ سے کروائیں، خود ہی گھر بیٹھے فیصلہ نہ کرتے رہیں۔

اربوں پتی بھی رو رہا ہے:

یہ ساری تفصیل اس پر بیان ہورہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر شخص کو اس کی ضرورت سے کئی گنا زائد، بے شمار گنا زیادہ دیا ہے پھر بھی یہ جورٹ لگائے ہوئے ہے کہ ضرورت پوری نہیں ہوتی، ضرورت پوری نہیں ہوتی، واقعۃً مرتے دم تک ان میں سے کسی کی بھی ضرورت پوری نہیں ہوگی، مال میں جتنی زیادہ ترقی ہوگی یہ اتنا ہی زیادہ کہیں گے کہ ضرورت پوری نہیں ہوتی، اس پر ایک قصہ سن لیں:

ایک بہت بڑے مالدار کئی کارخانوں کے مالک سیٹھ تھے جو ساتھ ہی ساتھ سند یافتہ بزرگ بھی تھے۔ سند یافتہ کا مطلب یہ کہ ایک بہت بڑے بزرگ کے خلیفہ بھی تھے۔ ان بزرگ صاحب کے ایک قریبی مسکین رشتے دار نے ان سے کہا کہ آپ مجھے دس ہزار روپے قرض دے دیں میں کسی تجارت میں لگاؤں گا پھر آہستہ آہستہ وہ قرض آپ کو ادا کردوں گا، اس پر وہ اربوں پتی بڑے بڑے کارخانوں کے مالک سند یافتہ بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کہیں سے مجھے پچاس لاکھ قرض لادیں ان میں سے دس ہزار میں آپ کو دے دوں گا۔ یہ ہے ضرورت

پوری نہ ہونے کی مثال۔ مسکین کو ضرورت ہے دس ہزار کی اور وہ بھی مفت نہیں بطور قرض لیکن اربوں پتی سند یافتہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے پچاس لاکھ کی ضرورت ہے آپ مجھے کہیں سے پچاس لاکھ لا دیں، ان میں سے دس ہزار میں آپ کو دے دوں گا۔ یہ ہے لوگوں کی ضرورتوں کا حال، یہ ضرورتیں تو مرتے دم تک پوری نہیں ہوں گی بڑھتی ہی جائیں گی، بس اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو ہدایت دیں، جس کے دل میں قناعت پیدا فرما دیں، اس کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وارض بما قسم اللّٰه لک تکن اغنی الناس﴾

(ترمذی)

پوری دنیا سے بڑا غنی بننے کا نسخہ عطاء فرما دیا کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے اسی پر قناعت کرو تو دنیا میں سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو ہدایت عطاء فرمائیں۔

دینی معاملات میں مالداروں کی دخل اندازی:

چونکہ قناعت کے باب میں مالداروں سے استغناء انتہائی ضروری ہے اس لئے اس بارے میں ایک وصیت اور اس سے متعلق کچھ واقعات بتا دوں۔

کوئی بھی ایسا دینی کام جس میں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو، خواہ وہ مدرسہ ہو یا کوئی دوسرا دینی کام، اس کے کرنے والوں کو یہ بنیادی بات یاد رکھنا چاہئے کہ مال داروں میں سے کسی کو بھی رائے دینے کی اجازت نہ دی جائے۔ علماء وصلحاء کی رائے سے کام کریں مال داروں میں سے جو تعاون کرنا چاہیں انہیں

صاف صاف بتادیں کہ اس کام میں آپ کی رائے نہیں چلے گی اس لئے کہ کسی کام میں اسی شخص کی رائے معتبر ہوتی ہے جو اس فن کا ماہر ہو۔ جیسے دنیا دار جن طریقوں سے مال کماتے ہیں اولاً تو کوئی مولوی اس سلسلے میں انہیں کوئی مشورہ دے گا نہیں کہ مال فلاں طریقے سے کماؤ اور کارخانہ فلاں طریقے سے چلاؤ، مولوی کو اس فن سے کیا تعلق وہ اس فن کا ماہر نہیں اس کے لئے اس فن میں مداخلت جائز ہی نہیں، بالفرض اگر کسی مولوی نے رائے دے ہی دی تو دنیا دار اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ مولوی کو پاگل اور بے وقوف سمجھیں گے اور کہیں گے کہ چلو مسجد یا مدرسے میں بیٹھو تمہیں کیا معلوم کہ پیسا کیسے کمایا جاتا ہے؟

اسی طرح اگر کچھ مال دار مفت علاج کرنے کے لئے کوئی رفاہی ہسپتال بنانا چاہیں تو انہیں پیسے خرچ کرنے کا حق تو ہوگا لیکن یہ بات کہ اس ہسپتال میں کیا کیا چیزیں بنائی جائیں، کتنے اور کیسے کمرے تعمیر کئے جائیں، کہاں کہاں کیسی کیسی مشینیں لگائی جائیں، ان سب باتوں میں ڈاکٹروں کی رائے کا اعتبار ہوگا۔ اگر پیسا لگانے والے یہ کہیں کہ ڈاکٹر کو تو بس بعد میں بیٹھ کر کام کرنا ہے پیسا تو ہم خرچ کر رہے ہیں، ڈاکٹر کو رائے دینے کا کیا حق ہم جیسے چاہیں ہسپتال بنائیں تو سوچیں کہ وہ کوئی ہسپتال بنائیں گے یا مرغی خانہ؟ کچھ کا کچھ بنا دیں گے۔ مالداروں کا کام تو تجارتی مراکز بنانا ہے، ہسپتال کے کمرے کتنے اور کس طریقے سے بنیں گے اس میں ڈاکٹروں کی رائے کا اعتبار ہے، مالداروں کو تو بس پیسا خرچ کرنا چاہئے۔ یہ اصول شرعاً وعقلاً ہر اعتبار سے پوری دنیا میں مسلم ہے کہ کسی کام میں اسی کی رائے معتبر ہوتی ہے جو اس کا جاننے والا ہو، سو جس طرح مال کمانے میں صرف مالداروں کی رائے کا اعتبار ہوگا دوسروں کو اس میں دخل دینا

جائز نہیں، اسی طرح دینی امور میں انہی کی رائے معتبر ہوگی جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ دین کے کام لے رہے ہیں، کسی دوسرے کو اس میں دخل دینا جائز نہیں۔

دنیاداروں کو اشکالات بہت ہوتے ہیں:

جو لوگ جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ مال دار بھی ہوتے ہیں انہیں دینداروں اور دینی کاموں پر اشکالات واعتراضات بہت ہوتے ہیں۔ ان کا ایک جواب پہلے کئی بار بتا چکا ہوں اب پھر لوٹا تا ہوں اسے خوب یاد رکھیں۔

جاہلوں کے اشکالات کا جواب:

ایک شخص نے کہا کہ آپ کے ہاں جو پہرہ لگا ہوا ہے اس سے لوگوں کو استفادہ میں بہت خلل ہو رہا ہے، یہ پہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم یہاں جو کام بھی کرتے ہیں وہ اپنے اس علم، عقل، تجربے اور استطاعت کے مطابق کرتے ہیں جو اللہ نے ہمیں دی ہے۔ ان چاروں چیزوں میں سے جتنی مقدار اللہ نے ہمیں دی ہے ہم اسی کے مطابق کام کر رہے ہیں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا علم آپ کی عقل اور تجربہ واستطاعت ہمیں دے دیتے تو پھر ہم ویسے ہی کرتے جیسے آپ کہہ رہے ہیں۔

یہ جواب خوب اچھی طرح یاد رکھیں اور جب بھی کوئی سیٹھ یا کوئی جاہل کسی قسم کا اشکال کرے کہ یہ کام تو ایسے نہیں ویسے ہونا چاہئے تو اس کو یہی جواب دیا

کریں یہ بہت ہی عجیب کروڑوں سے زیادہ قیمتی جوہر ہے اس کو خوب یاد رکھیں خوب قدر کریں، انتہائی جامع جواب ہے۔ جب میں نے اس شخص کو یہ کہا تو اس کی زبان پر ایسی مہر سکوت لگی اور وہ ایسا خاموش ہوا کہ اس کے بعد کچھ بولا ہی نہیں ورنہ یہ بات عام مشہور ہے اور دستور ہے کہ جو بحث کرنے لگتا ہے وہ خاموش تو کبھی ہوتا ہی نہیں، اس قصے کو کئی سال گذر گئے ہیں لیکن اب بھی مجھے یہ قصہ یاد ہے۔

اب دینی امور میں دخل اندازی کرنے والے دنیاداروں کو روکنے کی چند مثالیں سنئے:

① دارالعلوم دیوبند کی رکنیت:

دارالعلوم دیوبند میں شہر کے ایک بہت بڑے بااثر شخص نے یہ کوشش کی کہ اسے دارالعلوم کی شوریٰ کا رکن بنایا جائے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ وہ اسے رکن نہیں بنا رہے تھے کیونکہ وہ نالائق تھا اور نالائق کو رکن بنانا کسی صورت جائز نہیں۔ تھا وہ بہت بااثر اور مالدار پھر شریر بھی بہت تھا۔ انتہائی درجے کا شریر کینہ پرور اور نقصان دہ۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے ممبر بنائیں۔ محراب والا منبر بننا چاہتا تو اس کا مطالبہ پورا کرنا آسان تھا، یہ نسخہ یاد کر لیجئے کسی کو منبر بننے کا شوق ہو تو اسے بٹھا کر کوئی موٹا سا شخص اوپر چڑھا دیجئے اور موٹے سے کہئے ہلنے کا نام نہ لے آرام سے اس پر بیٹھا رہے یہ اس کے لئے منبر ہے۔ موٹے شخص کو سواری مل گئی اور اس کا بھی شوق پورا

ہو گیا۔ ممبر بننا چاہتا تھا نا! چلئے منبر بنا دیا، دونوں کا کام ہو گیا۔ بیک کرشمہ دو کار۔

وہ نالائق مدرسہ کا ممبر بننا چاہتا تھا اور اصرار پر اصرار کئے جا رہا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نالائق کو کسی صورت ممبر نہیں بنائیں گے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ حضرت! میری رائے یہ ہے کہ اسے ممبر بنالیا جائے تو اچھا ہے، کیونکہ ممبر بنانے میں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ جو فیصلہ ہوگا وہ تو اکثریت سے ہوگا۔ اور اکثریت ہم لوگوں کی ہے۔ اس کی بات ہم چلنے نہیں دیں گے۔ یہ اکیلا کیا کر لے گا۔ اور اگر ممبر نہیں بناتے تو یہ فساد کرے گا حکام سے ملے گا۔ دوسرے لوگوں پر اثر ڈالے گا۔ اس کی شرارت سے بچاؤ کی یہی ایک صورت ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو تجویز پیش کی بظاہر یہ کتنی معقول بات ہے مگر وہ حضرات اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جس بندے کا تعلق ہوتا ہے اس کے سامنے کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔ ان حضرات کا تو مسلک یہ ہے کہ دین کے ایک مسئلہ کی خاطر دنیا بھر کے مصالح کو مصالحہ کی طرح پیس ڈالو۔ ایک مسئلہ کی اتنی قدر ہے کہ دنیا بھر کی مصلحتیں اس پر قربان کردو۔ آج کل مصلحت مصلحت کا لفظ زبانوں پر عام ہے، جو غلط کام کریں گے مصلحت کے نام کریں گے کہ اس میں مصلحت ہے اور یہ حکمت ہے، مگر حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دین کے ایک مسئلہ کی خاطر ان تمام مصالح کو مصالحہ کی طرح پیس ڈالو۔ آگے مزاحا فرمایا مصالحے کو جتنا زیادہ پیسا جائے گا سالن زیادہ لذیذ بنے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے سامنے ان گھڑی ہوئی مصلحتوں کو جتنا زیادہ پیسیں گے دین میں پختگی اتنی زیادہ ہوگی، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا

کہ حضرت مصلحت اس میں معلوم ہوتی ہے کہ اسے ممبر بنالیا جائے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سوچئے! اگر ہم نے اسے رکن نہ بنایا اور اس نے مخالفت کی اور شرارت پر اتر آیا تو چونکہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ خود حفاظت فرمائیں گے اس کی مخالفت سے کچھ نہیں بگڑے گا اور اگر نقصان ہو بھی گیا تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا، فرض کیجئے کہ اس کی شرارت سے دارالعلوم بند ہو گیا لیکن ہم نے رکن نہ بنایا اور کل اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی اور پوچھا گیا کہ اسے رکن کیوں نہ بنایا؟ دارالعلوم بند ہو گیا تو ہمارے پاس جواب موجود ہے کہ یا اللہ! تیرے دین کے مطابق وہ شخص رکن بنانے کے لائق نہ تھا بس ہم نے تو تیرے دین پر عمل کیا اگر مدرسہ بند ہو گیا تو ہمارا اس میں کیا اختیار تھا، تیری مشیت یہی تھی، ہم نے تو دین کے مطابق عمل کیا، اور اگر نااہل کو رکن بنالیا اور دارالعلوم بھی ترقی کر گیا تاہم اگر یہ سوال ہوا کہ نااہل کو کیوں رکن بنایا؟ تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، اس لئے کچھ بھی ہو دارالعلوم رہے یا نہ رہے ہم نالائق کو کبھی رکن نہیں بنائیں گے، اور نہیں بنایا وہ چیختا چلاتا مر گیا، دارالعلوم ترقی پر ترقی کرتا چلا گیا:

﴿ما کان للّٰہ یبقی﴾

''جو کام اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہوگا وہ باقی رہے گا۔''

یہ تھے ہمارے اکابر، افسوس آج علماء کی اکثریت اسلاف کے راستے سے ہٹ چکی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر تو نظر ہے نہیں اس لئے سوچ لیا کہ یہ کام ہمارا ہے اور ہمیں ہی چلانا ہے، اس لئے پریشان ہوتے ہیں اگر اللہ پر نظر ہوتی اور یہ سوچ لیتے کہ یہ اسی کا کام ہے، وہ چاہے چلائے چاہے نہ چلائے، ہمارا کام ہے اللہ کو راضی کرنا اگر یہ حقیقت مدنظر ہوتی تو کبھی کوئی غلط کام نہ کرتے۔ مگر ایسا نہیں

ہو رہا مدرسہ کو اپنا ذاتی کام سمجھ لیا ہے اور اس کو چلانا بھی اپنا فرض سمجھ لیا ہے اس لئے اہل ثروت کی خوشامدیں کرتے ہیں۔

❷ منبر محراب بن گئے:

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مالدار لوگوں کو دارالعلوم کورنگی کی شوریٰ کا رکن بنالیا تھا۔ ایک بار خود ہی مجھے قصہ بتاتے ہوئے فرمانے لگے کہ ایک بار وہ لوگ کچھ اعتراضات کرنے لگے تو میں نے کہا کہ میں نے تو آپ لوگوں کو منبر (یعنی ممبر) بنایا تھا کہ آپ کے سروں پر چڑھ کر بیٹھوں گا لیکن آپ تو محراب بننا چاہتے ہیں، آگے بڑھ کر امام بننا چاہتے ہیں اور مجھے پیچھے رکھنا چاہتے ہیں۔

اس قصے سے بھی پتا چلا کہ مالداروں کو رکن بنانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر وہ مولوی کو پوچھتے بھی نہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ سب کچھ ہماری مرضی سے ہو، ذرا سا کوئی مالی تعاون کردے پھر وہ یہ سمجھتا ہے کہ بس اب تو جو کچھ بھی ہو میری مرضی کے مطابق ہونا چاہئے۔ سو جن لوگوں میں عقل ہو ہی نہیں انہیں رکن کیوں بنایا جائے؟

❸ دارالافتاء والارشاد کی رکنیت:

میں نے دارالافتاء والارشاد کی بنیاد رکھی تو میں رجسٹریشن نہیں کروانا چاہتا تھا، جب رجسٹریشن ہی نہیں کروانا تو رکن بنانے کی بھی ضرورت نہیں، بس یہی

خیال تھا کہ بوقت ضرورت اکابر و احباب سے مشورہ لیتا رہوں گا مگر جب بعض احباب نے اس بناء پر کہ رقم لگانے والوں کی رقموں کا انکم ٹیکس سے استثناء رجسٹریشن ہی پر موقوف ہے رجسٹریشن کروانے پر بہت اصرار کیا تو مجھ سے غلطی ہوگئی اور میں نے رجسٹریشن کروالیا، نہیں کروانا چاہئے تھا مگر خیر جب کرواہی لیا تو یہ طے کرلیا کہ اہل ثروت میں سے کسی کو رکن نہیں بناؤں گا۔ صرف اور صرف علماء وصلحاء کو رکن بناؤں گا۔ اس مقصد کے لئے میں نے ایک مولوی صاحب کو عالم اور صالح سمجھ کر رکن بنالیا اللہ کے اس بندے نے کیا کیا کہ بڑے بڑے کارخانوں اور ملوں کے سیٹھوں کو جا کر بتایا کہ ہم آپ کو رکن بناتے ہیں دستخط کردیں اور یوں ان سے رکنیت کے دستخط بھی لے لئے، پھر بہت خوشی سے مجھے بتانے لگے کہ دیکھئے میں نے ایسے ایسے رکن بنائے ہیں، ان کی بات سن کر میں نے کہا: انا للہ وانا الیہ رجعون! میں تو انہیں عالم وصالح سمجھتا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہوگئی، استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ میں نے ان کی رکنیت بھی ختم کردی۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اب چونکہ آپ سب سے دستخط لے آئے ہیں اور اب اگر آپ ان کو جا کر یہ بتائیں گے کہ دستخط کرنے کے بعد آپ کی رکنیت رد کردی گئی ہے تو اس میں آپ کی خفت ہوگی لہٰذا اس کی اطلاع میں خود ہی سب کو کردیتا ہوں۔ پھر میں نے ہر ایک کو فون کیا اور انہیں بتایا کہ دینی کاموں میں رائے دینا آپ لوگوں کا کام نہیں، جس کا کام ہوتا ہے اس کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے، آپ اپنے کارخانے چلائیں ہم اس میں یہ دخل نہ دیں گے کہ کارخانے میں فلاں مشین لگائیں اور فلاں نہ لگائیں یا فلاں ملک سے تجارت کریں اور فلاں سے نہ کریں، یہ ہمارا نہیں آپ کا کام ہے آپ ہی کریں، رہا دینی کام تو یہ علماء کے سمجھنے کی بات ہے آپ کے سمجھنے کی نہیں، جیسے ہم آپ کے کاموں میں دخل نہیں دیتے ویسے ہی آپ ان کاموں میں دخل نہ دیں، آپ کا کام پیسا لگانا ہے

اگر اطمینان ہو تو پیسا لگائیں ورنہ نہ لگائیں جہاں اطمینان ہو بس وہیں لگائیں، بہر حال آپ لوگوں کو رائے دینے کا کوئی حق نہیں۔

اہل ثروت سے استغناء کا نسخہ:

علماء دنیاداروں کو رکن نہ بنائیں اور ان کی کوئی رائے قبول نہ کریں یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور حب دنیا کا علاج کریں جس میں قناعت نہیں ہوتی، مالی قناعت بھی نہیں اور جاہ کی قناعت بھی نہیں وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا ہے کہ عام لوگ تو کجا بڑے بڑے لوگ بھی اس کا بہت اعزاز و اکرام کریں اور اس کے پاس پیسا بھی بہت رہے، ایسا شخص تو دنیاداروں سے کبھی بھی استغناء نہیں کرسکتا اسی لئے میں نے بیان کے شروع میں یہ شعر پڑھا تھا۔

لنقل الصخر من قلل الجبال

احب الی من منن الرجال

''پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ڈھو ڈھو کر گزر اوقات کروں یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کی منت سماجت کروں۔''

اہل ثروت سے استغناء اسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے کہ اپنے مصارف کم سے کم رکھیں، کم سے کم مصارف رکھنے پر اپنے نفس کی تضمیر کریں جیسے گھوڑوں کی تضمیر کرتے تھے تا کہ وہ تیز سے تیز بھاگیں اسی طرح اپنے نفس کی تضمیر کریں تا کہ اس کو قلیل پر اکتفاء کرنے کی عادت پڑے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ہیں۔

آفریں تجھ پہ ہمت کوتاہ
طالب جاہ ہوں نہ طالب مال
مال اتنا کہ جس سے ہو خورد نوش
جاہ یہ کہ خلق کا نہ ہوں پامال

مال تو اتنا بھی کافی ہے جس سے دو وقت چنے چبا کر گذارہ ہو جائے۔ ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو زیادہ دے دیں تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی احتیاج دنیاداروں کے سامنے پیش کرنے سے بہتر تو یہی ہے کہ انسان چنے چبا کر گذارہ کرلے۔

لنقل الصخر من قلل الجبال
احب الی من منن الرجال

کتنی بڑی مشقت برداشت کرنا پڑے مگر کسی کے سامنے زبان اور ہاتھ نہ کھلیں حتی کہ زاویہ قلب بھی غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہو جو تعلق رہے اللہ سے رہے، جو مانگیں اللہ سے مانگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہر وقت سامنے رہیں:

﴿واذا سألت فاسأل اللّٰہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ﴾ (ترمذی)

''مانگو تو اللہ سے مانگو اور مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو۔''

﴿ومن یستغن یغنہ اللّٰہ ومن یستعفف یعفہ اللّٰہ﴾ (بخاری)

''جو غیر اللہ سے مستغنی رہنا چاہے گا اللہ اسے مستغنی رکھے گا، اور جو غیر

اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا۔‘‘

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وعدے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھیں، جتنا زیادہ صبر کریں گے اور نفس کو قلیل پر اکتفاء کرنے کی عادت ڈالیں گے اسی قدر یہ عادت وتمرین اور یہ مشق غیر اللہ سے مستغنی رہنے میں معین ثابت ہوگی۔ غیر اللہ سے استغناء کے بغیر کام میں اخلاص اور پورے طور پر للٰہیت پیدا نہیں ہوگی۔ مشقتیں اٹھانا پڑیں تو اس پر پریشان ہونے کی بجائے اور زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ اللہ کی خاطر، اپنی آخرت بنانے کی خاطر یہ مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، جب تک ایسی قناعت اور مشقت برداشت کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا غیر اللہ سے استغناء تو ہو ہی نہیں سکتا بلکہ وہ قصہ ہو جائے گا جیسے ایک شخص نے اس شرط پر ایک خانساماں رکھا کہ کھانا نہیں دوں گا حالانکہ جو لوگ خانساماں رکھتے ہیں وہ ایسی شرط تو نہیں لگاتے تنخواہ کے ساتھ ساتھ کھانا بھی ملتا ہے مگر اس شخص نے یہ شرط لگادی کہ کھانا نہیں دوں گا۔ ملازم نے یہ سوچ کر کہ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا ملازمت قبول کرلی اس کا مالک کچھ ایسا کنجوس، مکھی چوس لیموں نچوڑ تھا کہ جب وہ کھانا پکا کر لایا تو وہ پورا کھا گیا۔ خانساماں دیکھتا رہا کہ شاید ابھی کچھ بچائے گا مگر وہ تو سارا ہی کھا گیا۔ آخر میں ایک ہڈی بچ گئی، خانساماں نے سوچا کہ چلئے ہڈی ہی چوس کر کچھ مزا تو چکھ ہی لوں گا مگر اس نے ہڈی بھی اٹھا کر چوسنا شروع کردی، خانساماں کی چیخ نکل گئی:

’’ہائے! ہڈی بھی گئی۔‘‘

اسی طرح اگر علماء اپنے اندر قناعت پیدا نہیں کریں گے، مشقتوں کے تحمل کی عادت نہیں ڈالیں گے تو حالات پر کبھی بھی صبر نہیں کرسکیں گے، آخر غیر اللہ

سے استغناء کہاں تک رہے گا؟ پھر تو چیخیں گے کہ ارے مر گئے مر گئے، اٹھاؤ جھولا اور مانگو سیٹھوں سے۔ غیر اللہ سے استغناء کی بنیاد اس پر ہے کہ قناعت اور تحمل مشاق کی عادت ڈالیں۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک شعر پڑھا کرتے تھے، یاد کرلیں بڑے کام کی بات ہے۔

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہو گئیں

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی:

متحد ہندوستان کے زمانے میں ایک شخص ہندوستان سے ایران گیا۔ وہاں ایک شہزادے سے ملاقات ہوئی۔ شہزادے نے ہندوستانی کی بہت پر تکلف دعوت کی۔ اس پر ہندوستانی نے ایسے ہی منہ رکھنے کے لئے کہہ دیا کہ آپ کبھی ہندوستان تشریف لائیں تو میرے پاس ضرور تشریف لائیں۔ ہندوستانی نے تو یہ بات یونہی کہہ دی مگر ہوا یہ کہ واقعۃً ایک بار شہزادے کو کوئی حاجت پیش آگئی۔ یہ سب دنیا کے تغیرات و انقلابات ہیں۔

تو شاہوں کو گدا کردے گدا کو بادشاہ کردے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

شہزادے کو اپنا ہندوستانی دوست یاد آگیا کہ اس نے بہت کہا تھا کہ آپ ضرور تشریف لائیں سو وہ اس کے پاس پہنچ گیا اور اپنی کچھ ضرورت بتائی۔ اس نالائق ہندوستانی نے کہا۔

آن کہ شیران راکند روبہ مزاج

احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

یعنی احتیاج اتنی بری بلا ہے کہ شیروں کو لومڑی بنا دیتی ہے، دیکھو شیر لومڑی بن کر سوال کر رہا ہے۔ وہ ہندوستانی کتنا خبیث شخص تھا بجائے ان کے کہ اس کے احسان کے بدلے میں اس کا احترام کرتا اسے ذلیل کرنے کے لئے ایک شعر پڑھ دیا۔ شہزادے نے جواب میں فوراً برجستہ کہا۔

شیر نر کے می شود روبہ مزاج
می زند صد کفش بر ہر احتیاج

یعنی شیر نر بھی کبھی لومڑی بنا وہ تو ایک ایک حاجت پر سو سو جوتے لگائے گا، یہ کہا اور چلتا بنا۔ بعد میں وہ بہت پیچھے لگا اور منت خوشامد کرنے لگا کہ معاف کر دیجئے، ویسے ہی غلطی سے ایک شعر زبان سے نکل گیا، بہت کہا بہت خوشامد کی مگر شہزادے نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہرگز نہیں ٹھہروں گا، شیر نر کبھی روبہ مزاج نہیں بن سکتا، کچھ بھی ہو جائے مر جاؤں گا، جان دیدوں گا مگر تیرے ہاں تو کبھی بھی نہیں ٹھہروں گا۔

یہ قصہ بتانے سے بھی مقصد یہ ہے کہ جب تک اپنے اندر مشقتوں کا تحمل اور قناعت پیدا نہیں کریں گے آپ کی حاجات کو کشاں کشاں، کشاں کشاں، کھینچ کر اہل ثروت کے دروازے پر لے جائیں گی اور پھر وہی ذلت اٹھانا پڑے گی، ذلت سے بچنے اور استغناء پیدا کرنے کا نسخہ صرف اور صرف یہی ہے کہ اس سلسلے میں دارالافتاء کے کچھ بہت ہی مختصر سے حالات تو بتا چکا ہوں، اب اس سے پہلے کے کچھ حالات بھی سن لیجئے۔

ابتداء تدریس کے حالات:

جب تک ہم پڑھتے رہے اس وقت تک ہمارے مصارف حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ رہے۔ مسئلہ بھی یہی ہے کہ طالب علم دین اگر بالغ بھی ہو جائے تو بھی اس کے مصارف اس کے والد کے ذمہ ہوتے ہیں، مگر جب ہم دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو گئے تو نہ صرف یہ خیال ہوا کہ اب ہمارے مصارف والد کے ذمہ نہیں رہے بلکہ بڑی قوت سے یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ اب ہمیں ایسا بننا چاہیے کہ خود ہمیں بھی، ہمارے والدین کو بھی اور دوسرے دیکھنے سننے والوں کو بھی یہ احساس تک نہ ہو کہ جو اللہ کے دین کی خدمت میں لگ جاتا ہے وہ اپنے مصارف میں والد کا محتاج رہتا ہے کہیں دور دور سے بھی کسی کے وہم و گمان میں یہ بات نہ آئے، ہمیں اللہ کے وعدوں پر یقین ہونا چاہیے، اللہ دے گا۔

ہمیں مدرسہ سے جو تنخواہ ملتی تھی اسے کافی بلکہ اپنی ضرورت سے بھی زیادہ سمجھتے تھے، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کبھی کچھ لینے کا خیال تک نہیں آیا اور کسی سے قرض مانگنے کی ذلت سے تو موت بہتر ہے جب کہ اکثر مولوی تنخواہ بڑھوانے کی فکر میں یا کسی دوسرے ذریعہ سے آمدن بڑھانے کی تگ و دو میں سرگرداں رہتے ہیں۔

عالیشان محل:

میں نے پڑھانے کی ابتداء ایک ایسی انتہائی دور افتادہ بستی سے کی جس

میں سب جھونپڑیاں تھیں کوئی بھی مٹی یا اینٹ کا مکان نہیں تھا۔ کراچی اور حیدرآباد کے درمیان دابھیجی ریلوے اسٹیشن ہے اب تو شاید وہ کچھ ترقی کر گیا ہو مگر اس وقت وہ ریلوے اسٹیشن ہی ایسا تھا جیسے کوئی پہاڑی علاقہ، گاؤں بھی نہیں تھا، دابھیجی پر اتر کر وہاں سے جنوب کی جانب پندرہ بیس میل دور میرپور ساکرو ہے دیہات کا دیہات جنگل کا جنگل، بہت چھوٹا اور بہت ہی خستہ سا قصبہ ہے پھر اس سے بھی تین چار میل دور ایسی زرعی زمینوں میں سے گذر کر جس میں کوئی عام راستہ نہیں گھوڑے یا اونٹوں پر سفر کرتے ہیں وہ بستی ہے جہاں میں نے پڑھانا شروع کیا (یہ آج یعنی وقت تحریر سے تقریباً اٹھاون سال پہلے کی بات ہے۔ جامع) اس بستی میں کوئی ایک مکان بھی مٹی یا اینٹ کا نہیں تھا صرف ایک مسجد پکی تھی جس میں میں پڑھاتا تھا باقی ساری بستی جھونپڑیوں کی تھی، پوری بستی میں پانی کے لئے ایک کچا کنواں تھا، ہفتہ عشرہ میں اس کا پانی ختم ہو جاتا تو اندر سے مزید کھود کر پانی نکالتے میں نے مہتمم صاحب سے کہا کہ میری نئی نئی شادی ہوئی ہے اور میں گھر والوں کو یہاں لانا چاہتا ہوں، دیکھئے کہاں لے جا رہا تھا کتنی دور کوقاف میں، تو انہوں نے ایک بڑا عالیشان محل بنا کر دیا۔ یہ محل ایسے بنایا کہ احاطہ کے لئے جھاڑیوں کی شاخوں کی گھنی باڑ لگائی اور اندر ایک جھونپڑی بنادی۔ غسل خانے اور استنجاء خانے کی جگہ زمین کھود کر ایک کنواں سا بنا دیا اور اسے اوپر سے بند کر دیا۔ یہ شاہی محل بستی کی جھونپڑیوں سے بالکل الگ تھلگ کافی دور تھا، ایسے عالیشان محل میں ہم لوگ ہنی مون منانے پہنچ گئے، گھر میں ہم بالکل اکیلے رہتے تھے کوئی بچہ بھی نہیں تھا، میں پڑھانے چلا جاتا تھا تو اہلیہ گھر میں بالکل اکیلی رہتی تھیں۔ ان کے گھروں میں چارپائیاں نہیں تھیں زمین پر ہی سوتے تھے ہمارے لئے کہیں سے ایک چارپائی منگوائی ساتھ ایک بستر بھی پہنچا دیا۔

سانپوں کی نگری:

اس علاقے میں سانپ بہت تھے، جہاں عصر کے بعد ذرا چہل قدمی کے لئے باہر نکلتے تو کبھی ادھر سانپ مارتے کبھی ادھر، زرعی زمینیں تھیں سانپ بہت نکلتے تھے۔ایک بار ہم کھانا کھا رہے تھے جھونپڑی کی چھت سے ایک سانپ گرا، جلدی سے کھانا چھوڑ کر اسے مارا پھر کھانا شروع کیا۔ یہ حال تھا اس بستی کا۔

شاہی کھانا:

وہ لوگ دن میں چاولوں کی روٹی اور رات کو چاول کھاتے تھے، چاول بھی سرخ جو بہت سخت قابض ہوتے ہیں، انہوں نے بہت دور سے ہمارے لئے گیہوں منگوائے، وہ لوگ گھروں میں ہی ہاتھ کی چکی سے آٹا پیتے تھے، ہمارے لئے مہتمم صاحب اپنے گھر میں پسواتے تھے، سالن کھانے کا تو ان میں معمول ہی نہ تھا دن کو چھاچھ سے روٹی اور رات کو دودھ کے ساتھ چاول کھاتے تھے، صرف ہمارے دن کے کھانے کے لئے سالن کا انتظام کرتے تھے، رات کو ہم بھی دودھ سے روٹی کھاتے تھے، یوں ہمارا گذارہ ہو رہا تھا اور ہمیں ایسے لگتا تھا کہ سلطان وقت ہم ہی ہیں، اتنے مزے سے رہتے تھے گویا دنیا میں ہم جیسا کوئی غنی ہوگا ہی نہیں، اغنی الناس بنے ہوئے تھے، بہت ہی عجیب زمانہ تھا اب تک ہمیں یاد ہے، کتنے مزے تھے کتنے مزے تھے کچھ نہ پوچھئے۔

گھر والوں کی شجاعت:

ایک بار رات کو کتوں کے بھونکنے اور لوگوں کی زور زور سے چیخ وپکار کا

شور سن کر میں نے گھر والوں سے پوچھا کہ کیا میں باہر جا کر معلوم کروں کہ کیا ہوا ہے؟ تو ان کی شجاعت دیکھیں کہ فوراً بولیں ہاں ہاں ضرور معلوم کریں مجھے ان کی شجاعت کی یہ بات بہت یاد رہتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ کہتیں کہ نہیں نہیں باہر نہ جائیں میری تو جان ہی نکل جائے گی۔ یہیں بیٹھے رہیں مگر اس کی بجائے انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ جا کر دیکھ لیں حالانکہ ایک تو وہ بستی ہی انتہائی سنسان تھی چاروں طرف جنگل تھا، چھوٹے سے چھوٹا معمولی سا قصبہ بھی چار میل دور تھا کوئی آبادی تھی ہی نہیں اور پھر میرے لئے جو ''قصر الملک'' جھونپڑی بنائی گئی تھی وہ ان لوگوں نے اپنی جھونپڑیوں سے ممتاز بالکل الگ تھلگ میرے مدرسے یعنی مسجد کے قریب بنائی تھی، دوسرے لوگوں کی جھونپڑیوں سے بھی ہم بہت دور تھے اس کے باوجود انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا کہ ہاں ہاں ضرور جا کر دیکھیں۔ میں جب باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ کسی بکری یا بھیڑ کو بھیڑیا لے جا رہا تھا۔ اسے چھڑانے کے لئے لوگ اور کتے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

ہمارا شاہی لباس:

اسی زمانے میں جنگ کی وجہ سے صورتحال کچھ ایسی ہوگئی تھی کہ کپڑے بھی راشن کارڈ پر ملتے تھے۔ وہاں کچھ کپڑا آیا تو مہتمم صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر کپڑا لینا چاہیں تو لے لیں۔ اس زمانے میں بالخصوص ہمارے خاندان میں بری اور جہیز میں لباس اور سامان بقدر ضرورت ہی دیا جاتا تھا محض نام و نمود کے لئے خرکار کے گدھے نہیں بناتے تھے، اس لئے ہمارے پاس قارون کے خزانے تو نہیں تھے لیکن ضرورت پوری ہو رہی تھی پھر بھی میں نے مہتمم صاحب کی رعایت اور نئی شادی کی خوشی میں کچھ کپڑا خرید لیا کپڑا کیسا تھا، کھڈی کا کھدر آج کل تو

کھدر بہت اونچا لباس شمار ہوتا ہے اس زمانے میں مساکین پہنتے تھے، کھدر کی دو قسمیں ہوتی تھیں:

❶ مشینی کھدر، جو کچھ بہتر شمار ہوتا تھا۔

❷ کھڈی کھدر، جو بہت گھٹیا سمجھا جاتا تھا۔

اس کھڈی کھدر میں دو نمونے تھے۔ ایک میں قدرے گہرے رنگ کی بڑی ڈبیاں تھیں اور دوسرے میں ہلکے رنگ کی چھوٹی ڈبیاں، گہرے رنگ کی بڑی ڈبیوں والا کپڑا میں نے گھر والوں کے لئے خریدا اور دوسرا اپنے لئے، خریدا بھی صرف اتنا جس میں دونوں کا صرف ایک ایک کرتا بن جائے۔ یہ کپڑا میں نے اس وقت خریدا جب کہ شادی کے بعد پہلی بار ''دلہن'' کو اپنے گھر لایا، اس وقت میں لوگ اپنی نئی بیگمات کی کیسی کیسی ناز برداریاں کرتے ہیں اور ان کے کیسے کیسے مطالبات پورے کرتے ہیں مگر میں نے انہیں کیا لا کر دیا، انہوں نے از خود تو کبھی کوئی مطالبہ کیا ہی نہیں، ان کے پاس بہشتی زیور کی دو جلدیں تھیں، کرتے سینے کے بعد کچھ تھوڑا تھوڑا ٹکڑا بچ گیا تو ایک پر میرے کرتے سے بچے ہوئے کپڑے کا غلاف چڑھایا اور دوسرے پر اپنے کرتے سے بچے ہوئے کپڑے کا۔ سالہا سال تک وہ یادگار ہمارے پاس رہی کہ یہ ہماری نئی شادی کے وقت ہمارے کرتوں کے کپڑے تھے، بہت مدت تک ہم اس یادگار کو دیکھتے رہے بعد میں ان کی ایک ہمشیرہ یہاں آئیں تو انہوں نے بہشتی زیور کی دونوں جلدیں انہیں ہدیۃً دے دیں یوں وہ دونوں جلدیں جن پر ان کپڑوں کے غلاف چڑھے ہوئے تھے گھر سے نکل گئیں۔ ان کا نمونہ تو قیامت تک رکھنا چاہئے تھا کہ شادی کے بعد جب پہلی بار دلہن گھر میں آئی تو دولہا نے اپنے اور اپنی دلہن کے لئے کیسا لباس

بنایا؟ مگر افسوس کتابیں دے دیں تو وہ نمونے بھی چلے گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بیٹوں کی شادیوں کا انتظام:

شروع میں جب ہم نے یہاں کام شروع کیا اس وقت غیر اللہ سے پورے استغناء کے ساتھ بسہولت جو تعمیر ہو سکی وہ صرف اتنی تھی:

مسجد، اس کے ساتھ جنوبی جانب میں صرف دو کمرے، باورچی خانہ، غسلخانہ، دو استنجا خانے اور ان کے اوپر مچان۔ طلبہ کے لئے شمالی جانب کچی چھتوں والے تین کمرے۔

تقریباً دس سال تک دارالافتاء کی پوری عمارت یہیں تک محدود رہی، جسے میں بہت کافی سمجھتا تھا۔ اسی زمانے میں تینوں بیٹے شادی کے قابل ہو گئے۔ میں یہ سوچ کر بہت خوش ہوتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ بیٹوں کے شادی کے قابل ہونے سے پہلے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تینوں کے لئے رہائش کا کیسا بہترین انتظام فرما دیا۔ میں یہ سوچتا تھا کہ دو کمروں میں سے ایک میں تو ہم رہیں گے اور دوسرا کمرا جب ایک بیٹے کی شادی ہوگی اسے دے دیں گے پھر جب دوسرے بیٹے کی شادی ہوگی تو رات گذارنے کے لئے اسے باورچی خانہ دے دیں گے پھر جب تیسرے کی ہوگی تو اسے رات میں رہنے کے لئے مچان دے دیں گے۔

رہی یہ بات کہ جب ایک ہی گھر میں کئی بھائی رہیں گے تو شرعی پردہ کیسے

ہوگا؟ تو اس کے لئے وہ تدابیر پیش نظر تھیں جن کی تفصیل وعظ ''شرعی پردہ'' میں ہے کہ مرد جب آئیں جائیں تو ذرا سا کھنکار کر احتیاط سے آئیں جائیں خواتین بھی احتیاط کریں گھونگھٹ نکال لیا کریں، یوں استطاعت کے مطابق عمل ہوتا رہے گا۔ اس طرح میں یہ سوچ سوچ کر بہت خوش ہوتا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر اداء کرتا تھا کہ یا اللہ! ان کی شادیاں ہونے سے پہلے ہی تو نے مکان میں کیسی وسعت پیدا فرمادی۔

مچھروں کا علاج:

مچھر بہت کاٹتے تھے اس کا علاج کیا کیا جائے؟ عام طور پر جہاں مکان میں جالیاں وغیرہ نہیں ہوتیں لوگ مچھروں کا علاج مچھر دانی لگا کر کرتے ہیں، اگر ہم اپنی چھوٹی چھوٹی چارپائیوں پر الگ الگ مچھر دانی لگاتے تو بہت حبس ہوجاتا جو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا علاوہ ازیں مچھر دانی کے بانسوں کا پھیلاؤ بھی چارپائی کی حدود سے زیادہ ہوتا ہے جس سے کمرے میں تنگی ہوجاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے دل میں یہ تدبیر ڈالی کہ دو چارپائیوں کو ملا کر ان کے پایوں کے ساتھ کلپ لگالئے اور ان میں ہلکے پھلکے خوبصورت پائپ کھڑے کردیئے۔ دن کو پائپ نکال کر چارپائیوں کے نیچے رکھ دیتے۔ پائپ کے اوپر کی جانب کے سوراخوں کو بند کرنے کے لئے پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت رنگین لٹو لگادیئے، دو مچھر دانیوں کو کاٹ کر ایک اتنی بڑی مچھر دانی بنالی جو دونوں چارپائیوں پر آجائے، وہ اس کے اوپر ڈال دیتے ایک دلچسپ کمرا بن جاتا، مچھر دانی کو نہ کہیں باندھنے کی ضرورت اور نہ ہی کھینچنے کی زحمت، بس رات کو کلپوں میں پائپ کھڑے کرکے ان پر مچھر دانی ڈال دی اور دن میں اتار دی،

پائپوں کو نکال کر چارپائیوں کے نیچے رکھ دیا۔ کتنی راحت اور کیسی مسرت ہوتی تھی کچھ نہ پوچھئے۔ میں بہت خوش ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کام میں لگالیا اور ساتھ ہی ساتھ عقل بھی دے دی۔ اپنی عقل پر حیرت ہوتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رہنا کتنا آسان فرمادیا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل میں کچھ اور اضافہ فرمایا تو یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ کمرے کی کھڑکیوں پر مچھردانی کے کپڑے کی جالی لگادی جائے چنانچہ چارپائیوں پر جو مچھردانیاں لگاتے تھے انہیں کھول کر کھڑکیوں کی پیمائش کے مطابق سلوالیا۔ رات کو جالیاں لگادیتے اور دن کو اتار دیتے تو پورا کمرا کشادہ کا کشادہ رہتا۔ اس پر میں مزید خوش ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسی بہترین تدبیر بتادی۔

گیزر کا بدل:

سردیوں میں پانی گرم کرنے کے لئے گیزر لگوانے کی بجائے یہ تدبیر کی کہ غسل خانے کے اندر گیس کا چولہا لگوالیا اور ٹونٹی والی ایک ٹنکی اس کے اوپر رکھ دی۔ جب گرم پانی کی ضرورت پڑی چولہا جلایا دو چار منٹ میں ٹنکی گرم ہوگئی بس گرم پانی استعمال کرتے رہو۔ وضوء کریں، نہائیں، کپڑے دھوئیں جو کچھ بھی کریں گرم پانی موجود ہے۔ میں اس پر بہت خوش ہوتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہم نے ایسے وقت گذارا ہے (اسی مضمون کے حضرت اقدس کے بہت سے قصے ''انوار الرشید'' اور کیسٹ ''ارشاد المدرسین'' میں بھی ہیں۔ جامع)

ایک اہم وضاحت:

اس وقت میں نے اپنے جتنے قصے بتائے ہیں یا بتاؤں گا، اسی طرح جہاں جہاں جس جس موقع پر بھی ایسے قصے بتائے ہوں یا جو قصے ''انوار الرشید'' اور اساتذہ کے سننے کی کیسٹ ''ارشاد المدرسین'' میں آچکے ہیں ان سب میں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ قناعت اور بظاہر افلاس کے ان حالات میں ایسے نہیں تھا کہ مجھے پیسا نہیں مل سکتا تھا۔ پیسے لانے والوں کی تو بارشیں برس رہی تھیں مگر میں انہیں لات مار دیتا تھا قبول نہیں کرتا تھا۔ جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو جاتا کہ پیسا لانے والا خود کو ضرورتمند سمجھتا ہے اور لینے والے کا احسان سمجھتا ہے کہ وہ اس کے پیسے کو صحیح مصرف میں لگائے گا اس وقت تک میں کسی کا پیسا قبول نہیں کرتا اور نہ ہی کرنا چاہیے۔ لانے والے تو بہت پیسے لاتے تھے مگر ان پر مجھے اعتماد نہیں ہوتا تھا اس لئے ان کی رقم قبول نہیں کرتا تھا۔ آج کل مولویوں نے عوام کو ایسا بگاڑ دیا ہے کہ جو کوئی دین کے معاملے میں پیسا دیتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا اس مولوی پر احسان ہے۔ اس لئے میں ان کا علاج کرتا تھا، پیسے تو بہت ملتے تھے مگر میں انہی لوگوں کی اصلاح کے لئے قبول نہیں کرتا تھا۔

زہد کی اقسام:

''الزهادة في الدنيا''

یعنی دنیا سے بے رغبتی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی تین قسمیں ہیں:

① دنیوی نعمتیں رکھیں اور انہیں ذریعہ آخرت بنائیں۔

② دنیوی نعمتیں ملیں مگر دنیاداروں کی اصلاح کے لئے ٹھکرا دیں یا کسی اور مصلحت سے اپنے پاس جمع نہ ہونے دیں۔

③ منجانب اللہ تبارک وتعالیٰ دنیوی نعمتیں ملیں ہی نہیں۔

پہلی قسم کی مثال جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کہ ظاہراً پوری دنیا پر حکومت تھی مگر دل میں دنیا کی محبت نہیں، یہ بھی زہد ہے۔

دوسری قسم کے زاہدین وہ ہوتے ہیں جن پر دنیوی نعمتیں اوپر سے سونے کی ٹڈیوں کی طرح گرتی ہیں مگر وہ قبول نہیں کرتے ہٹا دیتے ہیں جیسے ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ایسے زاہد کو کہا جاتا ہے ''تارک الدنیا۔'' باطناً قسم اول بھی ''تارک الدنیا'' ہے لیکن یہ قسم ثانی ظاہر وباطن دونوں لحاظ سے تارک ہوتی ہے۔

تیسری قسم کے زاہدین وہ ہوتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو علم ہے کہ اگر انہیں دنیا کی نعمتیں دے دیں تو وہ ان کے دین کا نقصان کریں گی اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں دنیا کی نعمتیں دیتے ہی نہیں، ان کی حفاظت ایسے کرتے ہیں جیسے بچے کی حفاظت مضر چیزوں سے کی جاتی ہے۔ اس قسم کو ''متروک الدنیا'' کہتے ہیں۔ یہ حضرات ان حالات میں بھی پریشان نہیں ہوتے بلکہ اپنے لئے نافع ہونے کی وجہ سے انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سمجھ کر خوش رہتے ہیں، چونکہ ان میں دنیا کی ہوس نہیں ہوتی اس معنی سے یہ بھی تارک الدنیا ہیں۔

انبیاء وعلماء کا زہد:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور علماء دین جو ورثۃ الانبیاء ہیں اللہ کے فضل وکرم سے ان میں سے کوئی بھی ''متروک الدنیا'' نہیں ہوتا سب ہی ''تارک الدنیا'' ہوتے ہیں یعنی اپنے اختیار سے دنیوی نعمتوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر یہ علماء علم دین پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر کوئی دوسرا دھندا اختیار کرلیں تو زیادہ کما سکتے ہیں، زیادہ کمائی کے ذرائع کو چھوڑ کر تھوڑے پر قناعت کرنا بھی ترک دنیا ہے۔ علماء جو پڑھاتے ہیں یا اور جو کچھ بھی دین کا کام کرتے ہیں ان کا وظیفہ دنیوی کسب کی بنسبت بہت کم ہے، چونکہ یہ بڑے منافع کو چھوڑ کر اپنے اختیار سے قناعت کر رہے ہیں اس لئے یہ ''متروک الدنیا'' نہیں ''تارک الدنیا'' ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی دین کا کام کرے اور مالدار لوگ اس کے پاس رقمیں لا لاکر پیش کریں مگر اس طریقے سے جس سے دین کے وقار کو نقصان پہنچتا ہو اس لئے وہ ان رقموں کو قبول نہ کرے تو اس کے بارے میں بھی یہی کہیں گے کہ یہ ''متروک الدنیا'' نہیں ''تارک الدنیا'' ہے کہ دنیوی نعمتیں آتو رہی ہیں مگر یہ قبول نہیں کر رہا مشقت سے زندگی گذار رہا ہے قناعت کر رہا ہے مگر غلط طریقے سے آنے والی رقموں کو قبول نہیں کر رہا۔

نیت کا فرق:

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کوئی عالم درس وتدریس یا دین کا کوئی کام

اس لئے کرتا ہے کہ اگرچہ دنیوی دھندوں میں پیسا زیادہ ملتا ہے مگر وہ دھندے اسے مشکل لگتے ہیں کہ کون گدھے پر بوجھ اٹھائے، کون تغاری اٹھائے، کون مزدوری کرے، گرمی بھی اور بوجھ بھی کون یہ سب چیزیں برداشت کرے، لہٰذا آسان سی صورت یہ ہے کہ کسی مدرسے میں داخلہ لے لیں، آرام سے بیٹھے رہیں گے، اچھا کھانا، پنکھوں کی ٹھنڈی ہوا، کولر کا ٹھنڈا پانی سب کچھ ملتا رہے گا مزے ہی مزے ہوں گے، محنت ومشقت سے بھی بچ جائیں گے تو ایسا مولوی اللہ کا بندہ نہیں بلکہ وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ اسے ''مولوی'' کہا جائے، وہ تو پکا دنیادار ہے۔ میں جن علماء کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ متروک الدنیا نہیں تارک الدنیا ہوتے ہیں اس سے مراد وہ علماء ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ دنیا کے دوسرے کام کرنے میں منافع زیادہ ہیں مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، روکھی سوکھی کھا کر، آدھا پیٹ کھا کر گزارہ کرلیں گے مگر صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا کام کریں گے دنیا کا کوئی کام نہیں کریں گے، ایسے علماء کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ متروک الدنیا نہیں ہوتے، تارک الدنیا ہوتے ہیں۔

بیل کی اجرت شیخ الحدیث کے وظیفے سے زیادہ:

دنیوی کام کرنے والوں کی تنخواہیں بہت زیادہ ہوتی ہیں مثلاً بھنگی جتنا کماتے ہیں بڑے بڑے علماء کی تنخواہیں اتنی زیادہ نہیں ہوسکتیں جب میں دارالعلوم کورنگی میں تھا تو ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء وطلبہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دارالعلوم میں کام کرنے والے بیل کی اجرت یہاں کے سب سے اونچے درجہ کے استاد کے وظیفہ

سے بھی زیادہ ہے (اس زمانے میں دارالعلوم میں جو زمین خالی پڑی ہوئی تھی اس میں سبزیاں وغیرہ کاشت کرنے کے لئے ایک کاشتکار رکھا ہوا تھا جو اس میں بیل چلاتا تھا) بیل چلانے والے کی بات تو الگ رہی بیل کی تنخواہ سب سے بڑے استاذ کے وظیفے سے بھی زیادہ تھی اس ارشاد کے ذریعہ آپ اس طرف متوجہ فرما رہے تھے کہ اگر مولوی اپنی نیت صحیح نہیں کرتے اور اخلاص پیدا نہیں کرتے تو انہیں چاہئے کہ ہل چلانا شروع کردیں یا بیل اور گدھے بن جائیں تو زیادہ کمائیں گے۔ علماء پر لازم ہے کہ یہ جو دنیوی دھندوں کو چھوڑ کر کم پر قناعت کر رہے ہیں اس میں اپنی نیت درست کریں، صبر سے کام لیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر اداء کریں کہ اس نے اپنے کام میں لگا رکھا ہے ۔

شکر خدای کن کہ موفق شدی بخیر
زانعام وفضل او نہ معطل گذاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطان ھمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

دارالعلوم دیوبند میں:

دارالعلوم دیوبند کتنا بڑا ادارہ ہے مگر اس میں صرف دارالحدیث میں پنکھے تھے اس کے سوا کسی بھی درسگاہ میں پنکھے نہیں تھے۔ بڑے اساتذہ ایسے ہی پڑھاتے تھے۔ جب درس گاہوں میں پنکھے نہیں تھے تو اساتذہ کے گھروں میں کہاں ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دارالعلوم کے احاطے میں

دارالعلوم کی طرف سے جو کمرا ملا ہوا تھا اس میں بجلی کا پنکھا نہیں تھا۔ میں وہاں حاضر ہوا کرتا تو ان کے پاس دستی پنکھا ہوتا اسی کو جھلتے رہتے اور ساتھ ہی ساتھ تصنیف وتالیف اور کتب بینی فرماتے رہتے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ دارالعلوم دیوبند میں استاذ تھے، استاذ بھی حدیث کے۔ میں نے طحاوی آپ ہی سے پڑھی ہے، استاذ حدیث بھی اور ساتھ ہی ساتھ مفتی اعظم، اتنا بڑا مقام، اس زمانے کی بات بتاتے ہیں کہ جس مکان میں ہم رہتے تھے وہ اتنا تنگ، اتنا چھوٹا تھا کہ کھانا پکانے کے لئے سوختے کی جو لکڑیاں استعمال ہوتی تھیں انہیں رکھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، وہ لکڑیاں اپنی چارپائی کے نیچے رکھتے تھے۔

خانقاہ تھانہ بھون:

خانقاہ تھانہ بھون میں بجلی نہیں تھی، نہ بلب تھے نہ پنکھے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ روشنی کے لئے لالٹین جلا کر اور ہوا کے لئے ہاتھ میں پنکھا لے کر کام کرتے رہتے، جب زیادہ گرمی ہوتی تو کرتا اتار کر کام کرتے تھے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے کتنا بڑا کام لیا۔

جب تک غیر اللہ سے استغناء پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک دین کے کام میں اخلاص وللٰہیت پیدا نہیں ہوگی۔

اب غیر اللہ سے استغناء کے بارے میں اکابر کے چند قصے سنئے۔

قصص اکابر:

① امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے گورنر عیسی بن موسیٰ نے کہا:

﴿لم لا تغشانا یا ابا حنیفة فیمن یغشانا؟﴾

''لوگ ہمارے پاس آتے ہیں آپ کیوں تشریف نہیں لاتے؟''

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

﴿لانک اذا قربتنی فتنتنی واذا اقصیتنی احزنتنی ولیس عندک ما ارجوک له ولیس عندی ما اخافک علیه وانما یغشاک من یغشاک لیستغنی بک عمن سواک وانا غنی بمن اغناک فلم اغشاک فیمن یغشاک؟﴾

''اس لئے کہ تو مجھے قریب کرے گا تو میرے دین کو نقصان پہنچائے گا، پھر میں تجھ سے دور ہوں گا تو مجھے تضییع اوقات پر صدمہ ہوگا اور تیرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کی وجہ سے میں تجھ سے کوئی امید رکھوں، اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تجھ سے ڈروں، لوگ تجھ سے غنا حاصل کرنے آتے ہیں، اور مجھے اس اللہ تبارک وتعالیٰ نے غنی کیا ہے جس نے تجھے غنی کیا، تو میں تیرے پاس کیوں آؤں؟''

پھر حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شعر پڑھے۔

کسرة خبز و قعب ماء
وسحق ثوب مع السلامة
خير من العيش في نعم
يكون من بعدها ندامة

''ایمان کی سلامتی کے ساتھ روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا پیالہ اور بوسیدہ کپڑا اس عیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت ہو۔''

۲ حضرت امام کا دوسرا قصہ:

آپ کو ''قاضی القضاۃ'' یعنی اس وقت کی پوری متمدن دنیا کے چیف جسٹس کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ نے صرف اس وجہ سے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا کہ اس عہدہ میں پھنس کر اشاعت علم نہیں اضاعت علم ہوگی، حکمران آپ سے ناجائز فیصلے کروائیں گے اور یہ آپ کو گوارا نہ تھا۔ انکار کی پاداش میں آپ کو کوڑے بھی مارے گئے اور قید بھی کیا گیا مگر آپ نے عہدہ قبول نہیں کیا حتی کہ آپ کو زہر دے کر شہید کروا دیا گیا۔

۳ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مجھے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کا شوق تھا،

مگر آپ کی جلالت شان کی وجہ سے براہ راست آپ سے درخواست کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اس لئے میں نے امیر المؤمنین ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ سے سفارشی خط لکھوایا۔ امیر المؤمنین سے میرا تعلق قرابت تھا، امیر المؤمنین نے مدینہ منورہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ وہ مجھے بنفس خود امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا کر آئیں۔ میں مدینہ منورہ پہنچا اور گورنر کو امیر المؤمنین کا خط دیا، وہ خط پڑھ کر مجھ سے یوں مخاطب ہوئے:

صاحبزادے! اگر امیر المؤمنین مجھے مدینہ سے مکہ پیدل چل کر پہنچنے کا حکم فرماتے تو میرے لئے اس کی تعمیل امام مالک کے دروازہ پر پہنچنے کی بنسبت بہت آسان تھی۔"

میں یہ سمجھا کہ گورنر صاحب امام کے دروازہ پر جانے کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے میں نے کہا:

"آپ امام کو اپنے پاس بلوالیں۔"

گورنر نے کہا:

"یہ کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں امام کے دروازہ پر جا کر گھنٹوں باہر کھڑا رہوں اور پھر ملاقات کی اجازت مل جائے تو غنیمت ہے، اس لئے ان کی خدمت میں حاضری بہت مشکل ہے، مگر امیر المؤمنین کا حکم ہے، تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

گورنر صاحب مجھے ساتھ لے کر امام عالی مقام کے دروازہ پر حاضر

ہوئے، دستک دی، بہت انتظار کے بعد ایک حبشیہ باندی باہر آئی۔ گورنر نے امام کو اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی درخواست کی۔ باندی اندر گئی اور غائب۔ ہم دونوں دروازہ پر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ بہت انتظار کے بعد امام کی طرف سے یہ جواب لائی:

''اگر کوئی ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے تو سؤال اندر بھیج دیں، میں جواب لکھ دوں گا، اور اگر کوئی دوسری غرض ہے تو واپس چلے جائیں، میں نے ہفتہ میں ایک متعین دن میں ملاقات کی اجازت دے رکھی ہے، آپ نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟''

گورنر نے باندی سے کہا:

''امیر المؤمنین کا خط لے کر حاضر ہوا ہوں۔

باندی پھر غائب۔ بہت انتظار کے بعد ایک بہت عظیم الشان کرسی لائی اور باہر رکھ کر چلی گئی، یہ کرسی امام کے لئے تھی، اس لئے گورنر صاحب اسی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے۔ کرسی باہر رکھنے کے بعد بھی حضرت امام باہر تشریف نہیں لا رہے، کرسی خالی رکھی ہے اور گورنر صاحب پاس کھڑے انتظار کی کٹھن گھڑیاں کاٹ رہے ہیں۔

بہت انتظار کے بعد حضرت امام باہر تشریف لا کر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے، گورنر صاحب سامنے کھڑے ہیں، امیر المؤمنین کا خط حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام نے خط پڑھا تو بہت غضبناک ہو کر خط پھاڑ کر پھینک

دیا اور فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کا علم، اور وہ حاصل کیا جارہا ہے بادشاہ کی سفارش سے؟''

گورنر صاحب پر تو سکتہ طاری ہوگیا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ہمت عطاء فرمائی۔ میں نے عرض کیا:

''مجھ سے غلطی ہوگئی، معاف فرمائیں، میں طلب حدیث کی آرزو لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں۔''

یہ سنتے ہی فوراً ٹھنڈے ہوگئے، اور میرے ساتھ بہت محبت وشفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ میں نے آپ سے آپ کی کتاب موطأ پڑھنا شروع کی، پھر تو محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات میں آپ کے آرام ودیگر اہم مشاغل کے پیش نظر حالت درس میں عرض کرتا:

''بس اتنا درس کافی ہے۔''

مگر آپ فرماتے:

''ابھی نہیں کچھ اور پڑھ لو۔''

اس قصہ میں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی باندی ہر بار اتنی دیر کیوں کرتی رہی؟ ابتداءً دروازہ پر دستک دینے کے بعد

بہت دیر سے باہر آئی، پھر امام کی طرف گورنر کا پیغام لے کر گئی تو بہت دیر کے بعد جواب لائی، پھر دوبارہ پیغام لے کر گئی تو بہت دیر کے بعد کرسی لے کر باہر آئی۔

اس کی متعدد وجوہ ہوسکتی ہیں، مثلاً:

❶ آقا کی عظمت شان کا اثر اس کے غلاموں اور باندیوں پر بھی لازماً پڑتا ہے۔ بادشاہ کے چپراسی بلکہ بھنگی کو بھی اپنے مقام پر ناز ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم وتقویٰ اور غیر اللہ سے استغناء کی بدولت وہ مقام عطاء فرمایا تھا کہ اس کی جلالت شان کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے۔ امیر المؤمنین ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت کی تقریباً پوری متمدن دنیا کے بادشاہ تھے، اس کے باوجود حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس حدیث میں شریک ہوتے اور آپ کے سامنے مساکین طلبہ کے ساتھ بیٹھتے، بھلا ایسے جلیل القدر امام کی باندی کی نظر میں گورنر کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟

❷ یہ بھی بعید نہیں کہ حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے از خود باندی کو یہ تعلیم دی ہو جس سے دنیوی مال وجاہ رکھنے والے یعنی اہل اقتدار واہل ثروت کی دینی اصلاح وتربیت مقصود تھی۔ دنیادار طبقہ جب تک علماء ومشائخ کو خود سے برتر اور خود کو ان کا محتاج نہیں سمجھتا اس وقت تک اس کی اصلاح ممکن نہیں۔

❸ حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ بہت اہم دینی مشاغل میں مستغرق رہتے تھے، اس لئے باندی آپ سے کوئی بات کہنے میں فرصت کا انتظار کرتی ہوگی۔

❹ امام مالک کا دوسرا قصہ:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے امیر المؤمنین ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حدیث کی کتاب ''موطأ'' پڑھنے کی درخواست کی، امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی کہ درس حدیث کی عام مجلس میں مساکین طلبہ کے ساتھ بلا امتیاز زانو بزانو بیٹھ کر پڑھیں، امیر المؤمنین نے یہ شرط قبول کر لی۔

❺ شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

صاحب کنز العمال شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ کو گجرات کے سلطان بہادر خان برکت کے لئے اپنے شاہی محل میں بلانا چاہتے تھے لیکن آرزو پوری نہیں ہوتی تھی، بادشاہ نے وقت کے قاضی عبداللہ المسندی کو تیار کیا کہ وہ کسی طرح حضرت شیخ کو ایک مرتبہ محل سرائے پر تشریف آوری کے لئے آمادہ کریں، قاضی صاحب بڑی جدوجہد کے بعد اس میں کامیاب ہوئے لیکن شیخ نے اس شرط پر جانا قبول فرمایا کہ بادشاہ کے ظاہر و باطن میں اگر کوئی غیر اسلامی عنصر نظر آئے گا تو میں چپ نہیں رہوں گا اور برسر دربار ٹوک دوں گا، بادشاہ نے شرط منظور کر لی، شیخ سے کہلا بھیجا کہ آپ کا جو دل چاہے کہیں، شیخ تشریف لائے اور جو جی میں آیا بادشاہ کو منہ پر کہہ کر واپس چلے گئے، بادشاہ نے بعد میں ایک کروڑ تنکہ گجراتی ہدیہ بھیجا، حضرت شیخ نے وہ نذرانہ لانے والے قاصد قاضی صاحب ہی کے حوالہ کر دیا کہ یہ تمہارے ہی ذریعہ سے آیا تم ہی اس کے زیادہ مستحق ہو۔ یہ تھے ہمارے اکابر تارکین دنیا۔

❻ پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خانقاہ کو سنجر کے بادشاہ نے پورا صوبہ ''نیمروز'' نذرانے کے طور پر پیش کیا، آپ نے فرمایا ؎

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
گر در دلم رود ہوس ملک سنجرم
وانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

فرمایا کہ تو جو پورا صوبہ وقف کرنا چاہتا ہے تیری اس پیشکش پر اگر میرے حاشیۂ قلب میں بھی کوئی خیال آ جائے اور میری توجہ ادھر چلی جائے تو میرا بخت سیاہ ہو جائے۔ جب رات میں اٹھ کر اپنے محبوب کے ساتھ مشغول ہو جانے کی دولت کو پالیا اور وہ لذت قلب کو مل گئی تو میرے قلب میں صوبہ ''نیمروز'' کی قیمت ایک جو کے برابر بھی نہیں رہی۔ دیکھئے بظاہر کتنا بڑا تکبر معلوم ہو رہا ہے کہ بادشاہ نے پیش کش کی تھی تو یہ مروت ہی سے قبول فرما لیتے یا اگر قبول نہیں کیا تھا تو جواب کچھ نرمی سے دیتے کیسا سخت جواب دیا کہ میرے نزدیک اس کی وقعت ایک جو کے برابر بھی نہیں۔

❼ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بادشاہ تیمور لنگ نے ملاقات کے لئے

بلوایا آپ تشریف لے گئے۔ بادشاہ چونکہ لنگڑا تھا اس لئے اسے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا پڑتا تھا جب بادشاہ پاؤں پھیلا کر بیٹھا تو یہ بھی اپنی ٹانگ بادشاہ کی طرف پھیلا کر بیٹھ گئے بادشاہ نے معذرت کے طور پر کہا:

''معذورم دار مارا لنگ است''

آپ مجھے معذور سمجھیں میں لنگڑا ہوں۔ جواب میں فرمایا:

''معذورم دار مارا ننگ است''

آپ مجھے معذور سمجھیں مجھے غیرت آتی ہے کہ بادشاہ عالم کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے۔ تجھے لنگ ہے تو مجھے ننگ ہے۔ دیکھئے بظاہر کتنا بڑا کبر معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیچارہ مجبور ہے اپنا عذر بھی بتا رہا ہے مگر یہ پھر بھی اس کی طرف پاؤں پھیلائے بیٹھے ہوئے ہیں۔

❽ خلیل نحوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

خلیل نحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نہ تو کوئی مفسر قرآن تھے، نہ محدث اور نہ ہی کوئی مشہور صوفی یا پیر تھے بلکہ یہ نحو کے بہت بڑے ماہر گذرے ہیں۔ آج کے مولوی جو اہل ثروت کے پیچھے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں ان کے قصہ سے کچھ سبق حاصل کریں۔ انہیں بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ آپ یہاں آکر میرے بچوں کو پڑھائیں۔ ذرا سوچئے! بادشاہ کسی کو بلائے تو مال بھی اور جاہ بھی سبحان اللہ! کیا کہنے کی بات ہے، جیسے کہتے ہیں کہ دسوں انگلیاں گھی میں، بادشاہ بلا رہا ہے کہ

میں میرے پاس آکر رہیں۔ جب قاصد نے بادشاہ کا پیغام ان تک پہنچایا تو انہوں نے ایک پرانی سی تھیلی نکالی اس میں سے روٹی کا سوکھا ہوا ٹکڑا نکال کر قاصد کو دکھایا اور فرمایا کہ جب تک میرے پاس یہ ہے بادشاہ کی کوئی پروانہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب یہ ختم ہوجائے گا تو بھاگا بھاگا آؤں گا بلکہ مقصد یہ ہے کہ روکھی سوکھی تو اللہ دے ہی رہا ہے جب مجھے بقدر ضرورت رزق مل رہا ہے تو مجھے بادشاہ کی کوئی پروانہیں۔

⑨ پندرھویں صدی کا نحوی:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے زمانے کے قصے ہیں اب ایسا نہیں ہوسکتا، ذرا اس زمانے کے نحو کے ایک استاذ کے حالات بھی سنئے وہ دن بھر میں تقریبًا بائیس اسباق پڑھاتے ہیں ہر سبق آدھے یا پون گھنٹہ کا ہوتا ہے اور وہ اسباق کے دوران ہی کھانا کھاتے ہیں اور وہ کھانا کیا ہوتا ہے صرف روٹی اس کے ساتھ کسی قسم کا سالن نہیں ہوتا۔ بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ آج بھی اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں۔

⑩ مہنگائی ختم کرنے کا نسخہ:

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ گوشت بہت مہنگا ہوگیا ہے، فرمایا سستا کرلو۔ عرض کیا ہمارے بس میں ہو تو ٹکے سیر لگادیں، فرمایا:

''کھانا چھوڑ دو سستا ہو جائے گا۔''

کیسا عجیب نسخہ ارشاد فرمایا۔ ضرورت کی تفصیل تو پہلے ہی بتا چکا ہوں اس سے زائد کی ہوس دل میں پیدا ہی کیوں کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ دے دیں تو ان کا کرم ورنہ خلاص۔

⓫ خوب کھاؤ:

ایک بزرگ خربوزے سے روٹی تناول فرما رہے تھے۔ دو مہمان پہنچ گئے۔ آپ نے یہی خربوزہ اور روٹی جو خود کھا رہے تھے ان کے سامنے کرتے ہوئے فرمایا:

''خوب کھاؤ۔''

انہوں نے کہا کہ یہ ہے ہی کیا جس پر آپ فرما رہے ہیں کہ ''خوب کھاؤ'' ان بزرگ نے فرمایا کہ حلال کا رزق اتنا ہی ملتا ہے۔

بغیر سالن کے تھوڑی سی خشک روٹی کو تین افراد کے لئے بہت کافی سمجھ رہے تھے، ان کے دل میں اس حدیث کا مفہوم رچا بسا ہوا تھا:

﴿وارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس﴾

(ترمذی)

⑫ ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ:

بادشاہ نے مسئلہ معلوم کروایا کہ بادشاہ کے لئے ریشم پہننا جائز ہے؟ سرکاری مفتیوں نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ سرکاری مفتیوں پر اعتماد نہیں، ملا جیون سے پوچھو، ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا جواب جمعہ کی نماز کے وقت منبر پر چڑھ کر دوں گا، اس زمانے میں جمعہ کی نماز بادشاہ خود پڑھایا کرتے تھے، بھری مسجد میں بادشاہ کی موجودگی میں ملا جیون رحمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

”مستفتی و مفتی ہر دو کافراند۔“

”مستفتی اور مفتی دونوں کافر ہیں۔“

بادشاہ نے اپنی بے عزتی محسوس کر کے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ بنایا، شہزادے نے آپ کو خبر کر دی، آپ نے فرمایا:

”لاؤ میرا بدنا۔“

یعنی وضوء کر کے نماز پڑھ کر اس کا انتظام کروں گا۔ شہزادے نے بادشاہ کو یہ قصہ بتایا تو وہ ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ کی بد دعاء سے ڈر گیا، شہزادے کے ذریعہ معافی کی درخواست اور بہت گراں قدر تحائف بھیجے۔

اس قصہ سے ثابت ہوا کہ سرکاری مولوی سرکار کے ہاں کتنے ہی بلند مقام

پر پہنچ جائیں تو بھی سرکار کی نظر میں ان کی عظمت بلکہ ذرا سی وقعت بھی نہیں ہوتی۔

⓮ شاہ سلیم چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ:

شاہ سلیم چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں فلاں دن حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں، انہوں نے اجازت دے دی مگر پھر یہ یاد ہی نہ رہا کہ بادشاہ ملاقات کے لئے حاضر ہوگا، یہ بات ذہن سے نکل گئی گویا ان کے ذہن میں ایسی بات بیٹھتی ہی نہیں تھی۔ جس وقت بادشاہ کو ملاقات کے لئے آنا تھا آپ نے اس وقت کرتا اتار کر خادم کو دھونے کے لئے دیا اور خود کمرے کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی بادشاہ کی سواری آئی خادم نے جلدی سے دروازے کو دستک دی، آپ نے دروازہ کھولا تو خادم نے عرض کیا کہ بادشاہ کی سواری آگئی، فرمایا میں سمجھا کہ میرے کرتے میں کوئی موٹی سی جوں آگئی، دل میں بادشاہ کی وقعت جوں جتنی بھی نہیں تھی۔ جب بادشاہ اندر آگیا تو انہوں نے دونوں پاؤں بادشاہ کی طرف پھیلا دیئے۔ بادشاہ کے مصاحب نے پوچھا کہ حضور! آپ نے بادشاہ کی طرف پاؤں کیوں پھیلا دیئے؟ فرمایا:

> ”جب سے ہم نے ہاتھ سکوڑے (سکیڑے) ہیں پاؤں پھیلا دیئے ہیں۔“

یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا وہ اس کی طرف سے پاؤں سمیٹ کر رکھے گا اور جس نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے وہ

پاؤں پھیلا کر رکھے گا۔مصاحب نے عرض کیا کہ حضور! بادشاہ ہے۔فرمایا:

''یہ تو میرے غلاموں کا غلام ہے۔''

اس نے کہا کہ غلاموں کا غلام کیسے؟ فرمایا:

''دنیا میری غلام ہے اور یہ دنیا کا غلام۔''

⑭ پیر محمد سلونی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت پیر محمد سلونی رحمہ اللہ تعالیٰ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں گزرے ہیں۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا مگر دکن کی طرف بغاوت کا فتنہ ہے اسے کچلنے کے لئے جہاد کی مصروفیت ہے اس لئے میں حاضر نہیں ہوسکتا۔اگر آپ کبھی اپنے کسی کام سے دلی تشریف لائیں تو مجھے اطلاع ہوجائے میں حاضر ہوجاؤں گا۔عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف بادشاہ بلکہ بہت بڑے عالم بھی تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں فہم دین عطاء فرمائی تھی،انہوں نے یوں عرض نہیں کیا کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں،اگر ایسی درخواست کرتے تو شاید بہت سخت جواب ملتا مگر یہ سمجھدار تھے اس لئے کہا کہ آپ کی دلی آمد کی مجھے اطلاع ہوجائے تو میں خود حاضر ہوجاؤں گا۔آج کل تو لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ پیر صاحب کو گھر میں بلایا جائے اور پیر صاحب بھی لوگوں کی دعوت کے منتظر بیٹھے رہتے ہیں، جیسی روح ویسے فرشتے۔

حضرت پیر محمد سلونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب سنئے، فرمایا:

”شاہا! دین پناہا! این دہقانی را با بزم سلطانی چہ کار؟ در کریم باز است، کریم ما بے نیاز است، کریمے دارم کہ چون گرسنہ می شوم مہمانی می کند و چون می خسپم نگہبانی می کند و چون گنہ می کنم مہربانی می کند، کریم ما بس باقی ہوس۔“

فرمایا کہ اس دہقانی کو بزم سلطانی سے کیا کام؟ کریم کا دروازہ کھلا ہے، ہمارا کریم بے نیاز ہے، میں ایسا کریم رکھتا ہوں کہ جب میں بھوکا ہوتا ہوں وہ مہمانی کرتا ہے اور جب میں سوتا ہوں وہ نگہبانی کرتا ہے، اور جب میں گناہ کرتا ہوں وہ مہربانی کرتا ہے، ہمارا کریم کافی ہے، اور اس کے سوا باقی سب ہوس ہے۔

یہ جو فرمایا کہ جب میں گناہ کرتا ہوں وہ مہربانی کرتا ہے اس سے کہیں ان کے گناہ کو اپنے گناہوں جیسا سمجھ کر اور جری نہ ہو جائیں کہ گناہ کرتے رہیں اور ختم خواجگاں پڑھتے رہیں، ان لوگوں کے گناہ کچھ اور ہوتے ہیں ان کے حالات کچھ اور ہوتے ہیں، اگر توجہ الی اللہ میں معمولی سی کمی ہو جائے تو ان کے دلوں پر قیامت گزر جاتی ہے ۔

بر دل سالک ہزاران غم بود
گر زباغ دل خلالے کم بود

اتنا بڑا بادشاہ زیارت کا خواہشمند ہے جو نہ صرف دنیوی بلکہ دینی لحاظ سے بھی بہت بلند مقام پر ہے، اسے بھی ایسے ٹال دیا جیسے مکھی اڑائی جاتی ہے کہ مجھ سے ملاقات کی زحمت نہ کریں مجھے ان ملاقاتوں کی ضرورت نہیں ”کریم

مالبس باقی ہوں' میرا کریم میرے لئے کافی ہے مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ۔

پھیر لوں رخ پھیر لوں ہر ماسوا سے پھیر لوں
میں رہوں اور سامنے بس روئے جانانہ رہے

۱۵ شاہی سواری کا پتا نہ چلا:

ایک طالب علم کے پاس رات کو مطالعہ کے لئے چراغ میں تیل ڈالنے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ مٹی کے چراغ میں سرسوں کا تیل ڈال کر جلایا کرتے تھے مگران کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ چراغ اور اس میں ڈالنے کے لئے تیل خریدیں اس لئے وہ کسی دوکان کے سامنے دروازے پر کھڑے ہوکر دوکان کی روشنی میں کتاب دیکھا کرتے۔ ایک بار اسی راستے سے شاہی سواری گذری، اس زمانے میں جب شاہی سواری گذرتی تو بادشاہوں کی مشہور شاہانہ داد و دہش کے مطابق مساکین پر خوب پیسے برسائے جاتے تھے جنہیں اٹھانے کے لئے چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑتے تھے بہت ہنگامہ اور شور ہوتا تھا، بہت بڑا ہجوم ہوتا تھا۔

اب کسی بڑے کی سواری گذرتی ہے تو اس کی حفاظت کے لئے لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر بھگایا جاتا ہے، پیسے برسانے کی بجائے ڈنڈے برسائے جاتے ہیں، اب ڈنڈوں کے خوف سے بھگدڑ مچ جاتی ہے جب کہ اس زمانے میں پیسے اور گنیاں اٹھانے کے لئے عوام کا ایک ہجوم ٹوٹ پڑتا تھا اور بہت شور وغل ہوتا تھا، پیسے تو ویسے ہی تقسیم کریں تو بڑا ہجوم ہو جاتا ہے وہ تو برساتے تھے، بہت شور ہوتا تھا۔ شاہی سواری اور اس کے پیچھے پیچھے اتنا بڑا ہجوم جب گذر گیا تو کسی نے ان

طالب علم سے پوچھا کہ شاہی سواری کیسی تھی؟ انہوں نے کہا کیا؟ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔ ذرا بھی دنیا کی طرف توجہ ہوتی تو یہی سوچ لیتے کہ دو تین درہم میں بھی اٹھالوں کچھ روز کے لئے تو تیل مل جائے گا اپنے گھر میں بیٹھ کر مطالعہ کروں گا، مگر نہیں ایسوں کی نظر تو صرف ایک اللہ پر رہتی ہے۔ یہ ہیں طلبہ علم دین تارکین دنیا، یہ تارکین دنیا تھے متروکین دنیا نہیں تھے۔

⓰ مطالعہ میں غرق شاہی محل میں پہنچ گئے:

ایسے ہی ایک اور طالب علم کا قصہ ہے وہ کسی دوکان کے سامنے کھڑے ہو کر مطالعہ کررہے تھے۔ پاس سے شاہی سواری مشعلوں کے ساتھ گذری، انہوں نے اس روشنی کو غنیمت سمجھا، اس کے ساتھ ہولئے چل بھی رہے ہیں اور مطالعہ بھی کررہے ہیں مطالعہ میں ایسے مستغرق کہ کچھ ہوش ہی نہیں، انہیں تو اپنی کتاب سے مطلب ہے اور روشنی سے۔ جب وہ سواری شاہی محل میں پہنچ گئی تو یہ بھی ساتھ ہی ساتھ اندر چلے گئے انہیں پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں جارہے ہیں؟ جب محل کے اندر چلے گئے اور وہاں عجیب وغریب سامان دیکھا تو بہت حیرت ہوئی کہ یہ کس جگہ آگئے، کہاں پہنچ گئے، بہت پریشان ہوئے۔ بادشاہ اور وزراء وغیرہ پہلے تو دیکھتے رہے کہ انہیں کیا ہوگیا کہاں پھنس گئے پھر ان سے کہا کہ ہم آپ کو یہیں رکھتے ہیں آپ ہمارے پاس رہیں ہم آپ کے تمام مصارف برداشت کریں گے۔ آپ کو کتابیں وغیرہ سب کچھ یہیں سے مل جایا کرے گا آپ یہاں مہمان بن کر رہیں یہیں سے جہاں پڑھنے جاتے ہیں چلے جایا کریں۔ وہ پہلے سے اتنے ڈر رہے تھے کہ کہاں آگئے، کس مصیبت میں پھنس گئے اوپر سے انہوں نے

اور اصرار کیا کہ یہیں رہیں، وہ اور زیادہ گھبرائے کہنے لگے مجھے چھوڑ دو جانے دو، انہوں نے بہت سمجھایا کہ آپ بہت آرام سے رہیں گے لیکن یہ مانے ہی نہیں بالآخر جب انہوں نے بہت ہی تنگ کیا تو کہنے لگے کہ اچھا چلئے اگر کرنا ہی ہے تو ایسا کریں کہ جہاں میں رہتا ہوں وہاں تیل بھجوا دیا کریں، بس مجھے چھوڑ دیں، یہ ہیں طلبہ علم دین تارکین دنیا، یہ تارکین دنیا تھے متروکین دنیا نہیں تھے۔

۱۷ شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

لکھنؤ کے ایک نواب نے حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرشی سلام کیا (فرشی سلام کرنے والا اتنا جھک جاتا ہے کہ گویا زمین پر بچھ جاتا ہے) جب اس نے سلام کیا تو آپ نے منہ چڑا دیا اور دوسری طرف کو رخ کر لیا۔ اس نے دوسری طرف جا کر پھر سلام کیا تو آپ نے انگوٹھا دکھا دیا۔

۱۸ در درویش را دربان:

ایک بزرگ کی خدمت میں بادشاہ زیارت کے لئے حاضر ہوا، اس نے دروازے پر دربان دیکھا تو کہا ع

در درویش را دربان نباید

درویش کے دروازے پر دربان نہیں ہونا چاہئے، دروازہ کھلا رہنا چاہئے جو آنا چاہے آجائے۔ اس بادشاہ کا دماغ خراب تھا اسی لئے تو اعتراض کیا اگر دماغ صحیح ہوتا تو بات سمجھ میں آجاتی۔ بزرگ کا جواب سنئے اللہ تبارک وتعالیٰ جسے نور

بصیرت اور نور فراست عطاء فرماتے ہیں اسے جواب دینے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی، فرمایا ع

باید تا سگ دنیا نیاید

دنیا کے کتوں کو روکنے کے لئے دربان رکھا ہے کہ کہیں کوئی دنیا کا کتا اندر نہ گھس آئے، جو دیندار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے ہیں ان کے لئے دربان نہیں رکھا بلکہ تیرے جیسے دنیا کے کتوں کے لئے رکھا ہے ارے! کیسے بچایا، کیسے بچایا بادشاہ کی کیسے خبر لی۔

⑲ شاہ ابوسعید رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے شاہ ابوسعید نے اپنے دادا سے کچھ حاصل نہ کیا، غفلت میں وقت گزار دیا پھر ان کے انتقال کے بعد خیال ہوا کہ کچھ حاصل کرنا چاہئے۔ کابل میں حضرت شاہ نظام الدین کابلی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ عبدالقدوس رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، شاہ ابوسعید ان کے پاس کابل پہنچ گئے۔ ان کی نیت تو استفادہ کی تھی لیکن وہاں جا کر انہوں نے یہ بات نہیں بتائی۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے ان کا بہت اکرام کیا۔ مسند پر جہاں خود بیٹھا کرتے تھے انہیں وہاں بٹھاتے اور خود ان کے سامنے انتہائی ادب واحترام سے دوزانو بیٹھتے، بہتر سے بہتر کھانے کھلاتے، پھر کچھ دن کے بعد جب یہ وہاں سے واپس جانے لگے تو شاہ نظام الدین نے انہیں بہت بھاری نذرانہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے اس دولت کی ضرورت نہیں یہ تو میرے پاس بہت ہے، میں تو آپ کے پاس وہ دولت لینے آیا ہوں جو آپ نے

میرے دادا سے حاصل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو آپ کچھ دن میرے پاس رہیں، ان پر کچھ پابندیاں لگائیں:

❶ گھوڑوں اور کتوں کے اصطبل میں رہا کریں، انہوں نے گھوڑے اور کتے شکار کرنے کے لئے پالے ہوئے تھے۔

❷ اصطبل کی صفائی کیا کریں، گھوڑوں کی لید اور کتوں کا پاخانہ صاف کریں۔ گھوڑوں اور کتوں کو خوراک دینے کا کام اور ان کی دیکھ بھال کیا کریں۔

❸ حمام جھونکا کریں۔

❹ کھانے کے لئے جو کی روٹی ایک صبح ایک شام بغیر سالن کے ملتی تھی۔

❺ اگر شیخ کی زیارت کے لئے خانقاہ میں آنا چاہیں تو دروازے پر بیٹھیں اندر آنے کی اجازت نہیں۔

جب کچھ دن گزر گئے تو شیخ نے بھنگن سے فرمایا کہ تو اپنا غلاظت کا ٹوکرا لے کر اصطبل میں جو ایک دیوانہ سا شخص ہوتا ہے اس کے قریب سے گزر اور وہ جو کچھ کہے مجھے آ کر بتانا۔ بھنگن جب ان کے قریب سے گزری تو انہوں نے بہت غصہ میں تین جملے کہے:

''نہ ہوا گنگوہ، غیر ملک ہے اور شیخ کی بھنگن ہے۔''

یعنی اگر اپنے ملک میں ہوتی تو قتل ہی کر ڈالتے۔ بھنگن نے آ کر شیخ کو بتا دیا۔ شیخ نے کہا کہ اچھا ابھی مزید علاج کی ضرورت ہے پھر وہی کام کرواتے رہے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شیخ نے پھر بھنگن سے فرمایا کہ اب پھر ذرا اس کے قریب سے گزرو اور آ کر مجھے بتاؤ کہ اس نے کیا کہا۔ جب بھنگن غلاظت کا

ٹوکرا لے کر ان کے قریب سے گزری تو کہا تو کچھ نہیں مگر بہت غصہ سے گھور کر دیکھا۔ شیخ کو پتا چلا تو فرمایا غنیمت ہے کچھ مصالحہ تو لگا لیکن ابھی کچھ اور ضرورت ہے پھر وہی کام کرواتے رہے پھر کچھ عرصہ بعد بھنگن سے فرمایا کہ اس بار جب اس کے قریب سے گزرو تو ایسا ظاہر کرنا کہ گویا تمہیں ٹھوکر لگی ہے۔ غلاظت کا ٹوکرا اس کے اوپر پھینک دینا۔ بھنگن نے ایسا ہی کیا غلاظت کا ٹوکرا سارا ان کے اوپر پھینک دیا لیکن انہیں کچھ پروا نہیں، جلدی سے بھنگن کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور پوچھا کہ بی چوٹ تو نہیں لگی اور ساری غلاظت اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر ٹوکرے میں ڈالی۔ شیخ نے سنا تو فرمایا ابھی ایک آخری انجکشن اور ہے۔ ان سے فرمایا کہ شکار کی تیاری کرو۔ گھوڑے اور کتے تیار کئے اور ان میں جو سب سے زیادہ طاقتور کتا تھا وہ ان کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ کچھ بھی ہو جائے اسے چھوڑنا نہیں۔ شکار سامنے آنے پر کتے کو روکنا بہت مشکل کام ہے، بالخصوص جب کہ دوسرے کتے شکار کے پیچھے بھاگ رہے ہوں تو کسی ایک کتے کو روکنا تو بہت ہی مشکل ہے، وہ کتا تھا بھی سب سے زیادہ طاقتور اور بہت سرکش، انہوں نے سوچا کہ اگر کتے کی رسی ہاتھ میں پکڑی تو یہ قابو میں نہیں رہے گا، رسی چھڑا کر شکار کے پیچھے بھاگ جائے گا اور شیخ کا حکم ہے کہ اسے چھوڑنا نہیں اس لئے کتے کی رسی اپنی کمر سے باندھ لی، چونکہ یہ فاقوں کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور کتا بہت طاقتور، کتے نے جو زور لگایا تو یہ گر گئے، کتا انہیں بہت دور تک جنگل میں جھاڑیوں اور کانٹوں میں گھسیٹتا ہوا لے گیا، لہولہان ہو گئے، آخر کار شیخ نے دوسروں سے فرمایا کہ اس کتے کو روکو۔ لوگوں نے جب کتے کو روکا تو یہ بہت زخمی ہو چکے تھے اس کے باوجود انہیں اپنی فکر نہ تھی بس اس خوف سے لرز رہے تھے کہ شیخ کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی، شیخ ناراض ہوں گے، پھر شیخ نے انہیں خلافت دے کر رخصت کیا۔ شاہ نظام الدین کو خواب میں حضرت شاہ عبدالقدوس رحمہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو تم سے اتنے سخت مجاہدات نہیں کروائے تھے۔ آپریشن کامیاب ہوگیا، ماہر قلب طبیب حاذق جراح کامل سول سرجن نے دل کا ایسا آپریشن کیا کہ مال وجاہ کی ہوس سے پاک کر کے صبر وقناعت کی دولت سے معمور ومنور کردیا۔

گھر بیٹھے ہی خود کو کچھ سمجھنے کی بجائے کسی ماہر قلب سے دل کا علاج کروائیں ؂

ہمیں کہتی ہے دنیا تم ہو دل والے جگر والے
ذرا تم بھی تو دیکھو کہ ہو تم بھی تو نظر والے
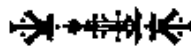
خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

۲۰ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ:

شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! ریاست رامپور کے نواب نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر شاہ صاحب میری دعوت قبول فرمالیں تو ایک لاکھ اشرفی نذرانہ دوں گا۔ شاہ صاحب اس وقت کسی دینی بات میں مشغول تھے، جیسے اس نے کہا کہ تو بات کرتے کرتے درمیان میں فرمایا کہ ارے! لاکھ پر مار لات میرے بات سن۔ ایسے ہی جیسے کسی مکھی یا مچھر کو اڑا دیا جائے۔ جب بات سے فارغ ہوئے تو فرمایا ؂

میں دل پر جو ان کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

ارے میں دل پر جس کا کرم دیکھ رہا ہوں اس کے سامنے کیا لاکھوں کی باتیں کرر ہے ہو۔

۲۱ شاہ صاحب کا دوسرا قصہ:

ایک انگریز گورنر نے اپنی میم کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، وہ میم کے ساتھ زیارت کے لئے پہنچ گیا۔ یہ انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا جب لوگ سپاہی سے اتنا ڈرتے تھے کہ آج کل صدر مملکت اور وزیر اعظم سے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔ جب وہ پہنچے تو گورنر تو سامنے چٹائی پر بیٹھ گیا اور ایک کونے میں مٹکا اوندھا رکھا ہوا تھا جو گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا میم سے فرمایا کہ بی! تم اس پر بیٹھ جاؤ، اسے وہاں بندریا کی طرح بٹھا دیا۔

۲۲ شاہ صاحب کا تیسرا قصہ:

ایک بار ایک بہت بڑے نواب آپ کی خانقاہ میں آئے اور صاحبزادے سے رات کو ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی۔ عشاء کی نماز کے بعد کافی وقت گزر گیا تو صاحب زادے نے مناسب موقع دیکھ کر عرض کیا کہ فلاں نواب صاحب خانقاہ میں ٹھہرنا چاہتے ہیں، مہربانی فرمائیں اجازت دے دیں، آپ نے فرمایا:

''نکالو، نکالو اسے۔''

صاحبزادے نے عرض کیا کہ وہ بے چارہ طلب لے کر آیا ہے اچھا ہے

اجازت دے دیں دینی فائدہ ہوگا، فرمایا:

''اچھا ٹھیک ہے لیکن اذان فجر سے پہلے یہاں سے نکل جائے۔''

صاحبزادے نے نواب صاحب کو سمجھایا کہ آدھی رات کو کہاں جاؤ گے بہتر ہے کہ ابھی چلے جاؤ۔

۲۳ رؤساء سے زیادہ غنی:

ایک بزرگ کو کسی رئیس نے ہدیہ دیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تمہاری سب ضرورتیں پوری ہوگئیں؟'' اس نے کہا: ''ابھی تو بہت سی ضرورتیں باقی ہیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''ہماری تو کوئی ضرورت باقی نہیں تم ہم سے زیادہ محتاج ہو اس لئے یہ اپنے پاس ہی رکھ لو۔''

۲۴ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس اگر کوئی مدرسہ کی تعمیر کے لئے پیسے کی ضرورت ظاہر کرتا تو فرماتے کہ کچی اینٹیں کھڑی کرلو، پھر اگر وہ کہتا کہ کچی اینٹیں تو گر جائیں گی تو فرماتے کہ پکی بھی گر جائیں گی۔

(۲۵) حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ایک نواب صاحب نے جو دینداری میں بھی شہرت رکھتے تھے اپنے خاص سکریٹری اور وزیر کو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ پیام دے کر بھیجا کہ میں حضرت والا کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں حضرت مجھ سے مل لیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول اول تو اعذار شروع کر دیئے کہ میں غریب دیہات کا رہنے والا آداب امراء سے غیر واقف ہوں شاید آداب مجلس نہ بجالاسکوں۔ اس پر وزیر صاحب نے کہا کہ حضرت! نواب صاحب تو خود حضرت کا ادب کریں گے حضرت تمام آداب سے مستثنیٰ ہوں گے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر نواب صاحب ہی تو میری ملاقات کے مشتاق ہیں میں تو ان کی زیارت کا مشتاق نہیں ہوں اگر ان کو اشتیاق ہے تو خود مجھ سے ملنے آئیں ان کے پیروں میں مہندی تو نہیں لگی ہے۔

آپ کا حال یہ تھا ؎

بیٹھا ہوں غنی ہوکے ہر ایک شاہ وگدا سے
سو بار غرض جس کو پڑے وہ ادھر آئے

(۲۶) حضرت نانوتوی کا دوسرا قصہ:

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تھے کسی نے غالبا ایک لاکھ اشرفیاں خدمت میں پیش کیں، آپ نے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں اس نے کہا

کہ آپ مساکین کو دے دیں، آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو میرے ہاتھ سے دلوانا ہوتا تو وہ مجھے یہ مال دیتے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم خود مساکین کو دو، اس نے مسجد کے باہر حضرت کے جوتوں پر وہ تمام اشرفیاں ڈال دیں اور ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا، اس نے سمجھا کہ جب باہر تشریف لائیں گے اور اشرفیاں اس طرح پڑی ہوئی دیکھیں گے تو وہ اس نعمت کو ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر اٹھا کر لے جائیں گے، حضرت جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو اپنے جوتوں پر سے اشرفیاں ایسے جھاڑ دیں، جیسے کوڑا جھاڑ دیا جائے اور جوتا پہن کر چلے گئے۔

جاہلوں کی عقل پر وبال:

ایک جاہل نے مجھ سے یہ قصہ سن کر غائبانہ کہیں کہا کہ ایک لاکھ اشرفیاں جوتے کے اندر کیسے چلی گئیں؟ احمق اتنا نہیں سوچتے کہ جوتے پر ڈال دیں کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ اندر بھر دیں بلکہ کچھ اندر کچھ باہر۔ جاہلوں میں عقل تو ہوتی ہی نہیں خاص طور پر وہ جاہل جسے اللہ تبارک وتعالیٰ مال بھی دے دیں، عقل تو ویسے ہی نہیں ہوتی پھر اگر اس کو مال بھی مل جائے تو پھر پارہ صفر سے بھی نیچے اتر جاتا ہے اور منفی حساب شروع ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک جاہل نے جب ایک بار میرے کسی وعظ میں یہ قصہ سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کا مینہ برسایا تو اس نے کسی سے کہا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈیوں کا مینہ برسا تو انہیں چوٹ کیوں نہیں لگی؟ جہالت اتنی بری بلا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جاہلوں سے حفاظت فرمائیں:

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جاہلوں سے اتنے بیزار تھے کہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا بھر کے عوام مرد میرے غلام ہوتے اور عورتیں میری باندیاں ہوتیں تو میں سب کو آزاد کر دیتا اور ان کی وراثت بھی نہ لیتا۔

وراثت کے بارے میں دو مسئلے سمجھ لیں، ایک یہ کہ کسی نے غلام یا باندی آزاد کی وہ مرگئی، اگر اس کا کوئی نسبی رشتہ دار نہ ہو تو اس کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملتی ہے، دوسرا مسئلہ یہ کہ کوئی وراثت لینے سے انکار کر دے، معاف کر دے، دستبردار ہو جائے تو بھی اسے وراثت بہر حال ملے گی، انکار کرنے سے حق وراثت ساقط نہیں ہوتا، وہ تو بہر صورت ملتی ہے، اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فیصلہ سنایا اس سے ان کا مقصد عوام سے زیادہ سے زیادہ بیزاری ظاہر کرنا ہے، یعنی اگر وراثت ملنے کی کوئی صورت میسر ہوتی اور پھر اسے چھوڑنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی تو چھوڑ دیتے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ردالمحتار میں باب الاعتکاف سے پہلے متصل ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

زجاہل گریزندہ چون تیر باش

نیامیختہ چون شکر شیر باش

جاہل سے اتنی دور بھاگو اتنی تیزی سے بھاگو جیسے تیر کمان سے بھاگ جاتا ہے، پہلا کام تو یہ ہے کہ اس کا دماغ درست کر دو اور اگر درست نہیں کر سکتے تو بہت دور بھاگو اور بہت تیزی سے بھاگو۔

جاہلوں سے حفاظت بہت بڑی نعمت ہے:

دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے استاذ تھے ابوداؤد پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے درس میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مجھ پر جو احسانات ہیں ان میں سے بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے جاہلوں کی صحبت سے بچایا ہوا ہے، میرا رابطہ ان سے نہیں علماء سے ہے اگر کوئی جاہلوں کی مجلس اور صحبت سے بچ جائے، ان سے کوئی تعلق ورابطہ نہ ہو تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور بہت بڑا احسان ہے۔

تنبیہ:

جاہلوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو علماء دین سے تعلق نہیں رکھتے، ایسے لوگ اگر فنون دنیویہ حاصل کر لیتے ہیں تو وہ عام جاہلوں سے بھی بڑے جاہل اور دین کے بدترین دشمن ہوتے ہیں، البتہ جو علماء سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان کی کتابیں دیکھتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں عقل سلیم عطاء فرما دیتے ہیں۔

⑭ حضرت نانوتوی کا تیسرا قصہ:

آپ کو بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپے پیش کئے کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے، فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کر دو، اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا، فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اہل سمجھتے تو مجھے ہی دیتے۔

۲۸ حضرت نانوتوی کا چوتھا قصہ:

آپ ایک مطبع میں تصحیح کا کام کرتے تھے وہاں سے دس روپے ماہانہ لیتے تھے، ایک ریاست سے تین سو روپے ماہانہ کی پیشکش کی گئی، آپ نے فرمایا کہ مجھے یہاں دس روپے ملتے ہیں جن میں سے پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں، آپ کے یہاں جو تین سو روپے ملیں گے ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے ان کا کیا کروں گا؟ مجھے ہر وقت یہی فکر رہے گی کہ کہاں خرچ کروں، اس لئے معذور ہوں۔

۲۹ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اجمیر کی ایک سو روپے ماہانہ تنخواہ چھوڑ کر دار العلوم دیوبند میں تیس روپے ماہانہ پر تشریف لے آئے تھے۔

۳۰ حضرت مولانا محمد یعقوب کا دوسرا قصہ:

دارالعلوم دیوبند میں آپ کو تیس روپے ماہانہ ملتے تھے۔ بھوپال کے مدارالمہام صاحب نے تین سو روپے ماہانہ پر بلانا چاہا، آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا:

﴿لا حاجة فی نفس یعقوب الاقضاھا﴾

یعقوب کی جو کچھ دلی حاجت تھی وہ پوری ہو چکی کہ بقدر ضرورت معاش کے ساتھ اہل اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اور علمیہ دینیہ خدمت نصیب ہوگئی لہٰذا اب کہیں آنے جانے کا خیال نہیں۔

۳۱ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ:

دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی طرف سے آپ کی تنخواہ میں جب بھی ترقی تجویز ہوتی تو آپ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے۔

۳۲ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست جب بھی آپ کی تنخواہ میں ترقی تجویز کرتے تو آپ انکار کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بھی ہماری حیثیت سے زیادہ ہے۔

۴۳ حضرت مولانا عبد اللطیف رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ نے اپنی ساری ملازمت میں کبھی بھی اپنی ترقی کی درخواست نہ تحریراً پیش کی نہ زبانی کبھی کسی سے کہا۔

۴۴ حافظ منگو رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ آپ بیتی میں فرماتے ہیں کہ میرے قرآن مجید کے استاذ اور کاندھلہ کے جملہ اکابر کے استاذ حافظ منگو کو میرے دادا نے صرف دو روپے ماہوار پر رکھا تھا، پندرہ بیس سال کے بعد سات روپے تک پہنچے تھے، اس وقت میرے کاندھلہ کے بہت سے اکابر کا علی گڑھ سے تعلق وابستہ ہو گیا تھا، ان لوگوں نے بہت ہی کوشش کی کہ حافظ صاحب کو کاندھلہ سے علی گڑھ میں منتقل کریں اور سو روپے تک تنخواہ پیش کی، حافظ صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ایسے کا بٹھایا ہوا ہوں کہ سات سو پر بھی نہیں جا سکتا۔

۴۵ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد صاحب اتنے بڑے زمیندار تھے کہ حضرت حکیم الامۃ کے بھانجے مولانا احتشام الحق صاحب نے بتایا کہ ان کی والدہ یعنی حضرت حکیم الامۃ کی ہمشیرہ صاحبہ کو وراثت میں پورا ایک گاؤں ملا تھا۔ سو جب بیٹی کو ایک گاؤں ملا تو ہر بیٹے کو دو گاؤں ملنے چاہئیں۔ مختلف علاقوں

کے گاؤں چھوٹے بڑے ہوتے ہیں مجھ سے یہ غلطی ہوگئی کہ میں نے مولانا سے یہ نہیں پوچھا کہ اس گاؤں میں کتنی زمین تھی۔ بہر حال گاؤں تو بہت بڑا ہوتا ہے، ایک گاؤں میں بہت بڑی زمین ہوتی ہے سو جب بیٹی کو وراثت میں ایک گاؤں ملا تو بیٹے کو دو ملنے چاہئیں مگر حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا کہ یہاں کی زمینوں کے بارے میں مجھے شبہ ہے کہ یہ موروثی ہیں اس لئے میں وراثت نہیں لوں گا۔ محض شبہ کی وجہ سے دو گاؤں چھوڑ دیئے۔

مشتبہ زمین میں دفن سے اجتناب:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی گوارا نہیں فرمائی کہ انہیں مشتبہ زمین میں دفن کیا جائے چنانچہ آپ کی کوشش رہی کہ کہیں کوئی قطعہ ایسا مل جائے جس کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ یہ موروثی نہیں۔ قریب ہی ایک باغ تھا اس کے بارے میں اطمینان ہوگیا کہ یہ موروثی نہیں، اس میں اپنی قبر کے لئے کچھ زمین خریدی اور وصیت فرمادی کہ یہ میری ملک ہے، اس میں کوئی شبہہ نہیں لہٰذا مجھے اسی میں دفن کیا جائے۔

متولی کو وقف زمین میں دفن کرنا:

اس قصے کے ضمن میں ایک بات خیال میں رہے کہ یہ جو ایک رسم بہت پہلے سے پیدا ہو چکی ہے، نئی نہیں بہت پرانی ہے، کہ کسی مدرسے یا مسجد کے بانی و متولی کو اس مسجد یا مدرسہ کی وقف زمین میں دفن کردیتے ہیں، یہ بدعت ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً یہ جزئیہ ذکر کرکے اس پر بہت سختی

سے رد فرمایا ہے۔ افسوس پاکستان کے مولوی بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔ کئی مثالیں سامنے موجود ہیں۔

عام قبرستان سے الگ دفن کرنا:

ایک مسئلہ یہ بھی عام ہے کہ عام قبرستان سے الگ کسی کو بھی دفن کرنا جائز نہیں۔ حضرت حکیم الامۃ کے عمل سے اگر کسی کو شبہہ ہو تو میں نے جو تفصیل بتائی ہے اسی سے اس کا جواب ہو گیا ہے کہ وہاں قبرستان اور دوسری زمینوں کے بارے میں حضرت کو موروثی ہونے کا شبہہ تھا اس عارض کی بناء پر قبر کے لئے ایسی جگہ خریدی جس کے بارے میں اطمینان تھا کہ یہ موروثی نہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے قریب اکابر کی قبریں:

ہوسکتا ہے کسی کو شبہہ ہو کہ دارالعلوم دیوبند کی عمارت کے قریب جو بعض اکابر مثلاً حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی دو تین قبریں ہیں شاید یہ عام قبرستان سے الگ دارالعلوم کی عمارت کے ساتھ کسی مصلحت سے بنادی گئی ہوں، عام قبرستان تو وہاں سے کچھ دور ہے یہ خیال صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں ان حضرات کی قبریں ہیں وہاں ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جس کا نام ہے ''گورستانِ غریباں'' نام بھی دیکھیں کتنا عجیب رکھا ہے ''گورستانِ غریباں''۔ غریب بھی اردو والا جس کے معنی ہیں مسکین وفقیر ورنہ عربی میں غریب تو مسافر کو کہتے ہیں، دنیا میں موجود زندہ لوگ ہی مسافر ہیں تو مرنے والا تو بطریق اولی مسافر ہوتا ہے اس کا سفر تو اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ الغرض ''گورستانِ

غریباں‘‘ ایک مستقل چھوٹا سا قبرستان ہے جس میں ان اکابر کی قبریں ہیں۔ ہمارے اکابر ایسے نہ تھے کہ ’’عامۃ المسلمین‘‘ سے الگ رہنا چاہتے ہوں گویا مسلمانوں سے الگ کوئی جنس ہیں یہ بدعت بعد والوں نے ایجاد کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ہدایت عطاء فرمائیں۔

۳۶ حکیم الامۃ کا دوسرا قصہ:

حضرت کی دو بیویاں تھیں، اولاد تو تھی نہیں۔ وفات کے بعد ان کے مصارف کا کیا انتظام ہوگا کم از کم اسی خیال سے ان کی خاطر کچھ جائیداد بنا جاتے یا گذر اوقات کے لئے کسی دوسرے ذریعہ کا انتظام فرما جاتے مگر آپ نے ایسا بھی نہیں کیا بلکہ اپنے بہت ہی خاص خاص خدام سے فرمایا کہ ایک ایک روپیا ماہانہ گھر والوں کو دیا کریں۔ یہ خدمت بھی اہل ثروت میں سے کسی سے نہیں لی بلکہ اپنے بہت ہی مخصوص مساکین خلفاء کو اس سعادت سے نوازا۔ پھر یہ اعانت بھی صرف اتنی کہ جس سے سادگی کے ساتھ گذر اوقات ہو سکے، یہ ہیں تارکین دنیا۔

۳۷ حکیم الامۃ کا تیسرا قصہ:

آپ کے والد صاحب نے ایک کارخانہ میں کچھ حصہ آپ کے نام کر دیا، آپ نے پوچھا کہ واقعۃً یہ حصہ مجھے دے دیا ہے یا کسی مصلحت سے میرے نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ کیا تو مصلحت ہی سے تھا مگر اب آپ کو ہبہ کر دیا،

آپ نے کہا کہ اس سے مجھ پر حج فرض ہوگیا اسے بیچ کر حج کروں گا، والد صاحب نے فرمایا کہ ابھی آپ کی بہنوں کی شادی وغیرہ کے مصارف سامنے ہیں، اس لئے حج کے لئے آیندہ سال جائیں، حضرت نے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ آیندہ سال تک میری حیات کی ضمانت لے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا تو حضرت نے فیصلہ سنادیا کہ ابھی بیچ کر حج کے لئے جارہا ہوں، بیچا اور تشریف لے گئے۔

۳۸ حکیم الامۃ کا چوتھا قصہ:

آپ کی تصانیف ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن آپ نے اپنی کسی تصنیف کا حق طبع محفوظ نہیں کیا اگر صرف ''بہشتی زیور'' ہی کا حق طبع محفوظ کر لیتے تو کروڑوں کماتے۔

۳۹ حکیم الامۃ کا پانچواں قصہ:

ایک بار ایک شخص بلا اجازت ریل گاڑی کا پورا ڈبا آموں سے بھر کر لے آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے اجازت کیوں نہیں لی؟ ہمارے ہاں اصول ہے کہ پہلے اجازت لی جائے تو ہم قبول کرتے ہیں ورنہ قبول نہیں کرتے، خلاف قانون کیوں لائے جاؤ لے جاؤ یہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ بہت پریشان ہوا کہ واپس لے جاتے ہیں تو پورا بھرا ہوا ڈبا خراب ہوجائے گا۔ جب اس نے یہ بات عرض کی تو حضرت نے فرمایا کہ اگر خراب ہوتا ہے تو ہوجائے اس میں میرا کیا قصور

ہے، ان کو خراب ہونے سے بچانا میرے ذمہ تو نہیں، تم نے ایسی حماقت کیوں کی؟ پھر فرمایا اگرچہ اس کا تدارک اور اس کو خراب ہونے سے بچانے کی تدبیر بتانا میرے ذمہ نہیں پھر بھی تبرعاً آپ پر احسان کرکے بتا دیتا ہوں کہ اسے منڈی میں لے جائیں، بیچ کر پیسے پلے باندھیں اور جائیں۔

برکت کے لئے یہ چار مثالیں بتا دی ہیں ورنہ آپ کے مقام استغناء کو پوری دنیا جانتی ہے اور اس کے واقعات بے شمار ہیں ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دست توکل میں تھیں استغنا کی تلواریں

یہ ہیں ہمارے اکابر تارکین دنیا۔

پیسا کھینچنے کا نسخہ:

بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ جو ہدایا اور پیسے قبول کرنے سے اتنا انکار کرتے ہیں یہ پیسا لانے کا ذریعہ ہے، جو ہدایا لانے والوں کو ڈانٹتا ہے اور قبول کرنے سے انکار کرتا ہے لوگ اسے اور زیادہ دیتے ہیں، سو یہ زیادہ لانے کا طریقہ ہے۔ حکیم الامۃ تو واقعۃً حکیم الامۃ تھے نا! فوراً جواب دیتے تھے۔

حضرت حکیم الامۃ کا سب سے بڑا کمال ''علم کلام'' میں مہارت تھی، آپ جیسا حاضر جواب صدیوں میں پیدا ہوتا ہے، جب ان مولویوں نے کہا کہ یہ جو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں یہ پیسے زیادہ لانے کی ایک تدبیر ہے تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ جب انہیں خبر بھی ہے کہ یہ پیسا لانے کی تدبیر ہے تو اس کو خود اختیار

کیوں نہیں کرتے؟ کیوں اہل ثروت کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں؟ ان کے دروازوں کی خاک کیوں چھانتے ہیں؟ کیسا جواب دیا، یہ تھے حضرت حکیم الامۃ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

۴۰ حضرت مدنی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی:

جب ہم دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے اس وقت ہماری رہائش دار جدید میں تھی۔ وہاں طلبہ کے دارالاقامۃ کے جتنے بھی حصے تھے ان میں سے سب سے بڑا اور وسیع دار جدید تھا۔ ایک بار میں اپنے کمرے سے نکلا تو دیکھا کہ حضرت مدنی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ایک طالب علم جلدی سے اپنے کمرے سے ہاتھ میں گوشت کے سالن کا پیالہ لئے ہوئے نکلے اور آپ کے سامنے پیش کر کے کہنے لگے کہ دیکھئے باورچی سالن صحیح نہیں پکاتے انہیں سمجھائیں۔ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے وہیں کھڑے کھڑے شوربا پینا شروع کر دیا دو تین گھونٹ پئے اور ہر گھونٹ پر فرماتے سبحان اللہ! کیسا اچھا ہے، الحمد للہ! کیسا مزے دار ہے۔ وہ طالب علم تو لایا تھا شکایت کرنے کے لئے کہ یہ اچھا نہیں اور حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے عملی طور پر ایسا جواب دیا کہ پینا شروع فرما دیا اور ہر گھونٹ پر، شاید دو تین گھونٹ پئے ہوں گے، ہر گھونٹ پر فرمایا سبحان اللہ! کیسا مزے دار ہے۔ یہ ہیں ہمارے اکابر تارکین دنیا، متروک الدنیا نہیں تھے تارک الدنیا تھے۔

۴۱ حضرت پھولپوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی:

آپ کے شیخ حضرت حکیم الامۃ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے آپ کو دارالعلوم

دیوبند میں تدریس کے لئے منتخب فرما کر آپ سے تنخواہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا کہ میں بلا معاوضہ پڑھاؤں گا، اور معاش کے لئے چنے کھانے کی ضرورت پیش آئی تو بھی اسی پر اکتفاء کروں گا۔

۴۲ حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا قصہ خود مجھ سے یوں بیان فرمایا کہ وہ ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے، تنخواہ بہت کم تھی اور اولاد بہت زیادہ۔ اس زمانے میں ایک مدرسہ سے دوسو روپے ماہانہ کی پیشکش آئی آپ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنی مشکلات لکھ کر دوسرے ادارہ میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یوں تنبیہ فرمائی:

''دوسو روپے مولوی کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں جو کچھ مل رہا ہے اسی پر قناعت کر کے بیٹھے رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ وسعت عطاء فرمائیں گے۔''

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے رزق کے دروازے کھول دیئے۔ آخر میں نوابوں جیسی بلکہ نوابوں سے بھی بڑھ کر زندگی گزار رہے تھے۔

۴۳ حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھاتے تھے۔ کسی مدرسہ سے بڑے

منصب اور بڑی تنخواہ کی پیشکش آئی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

اس قصہ کی تفصیل میں نے خود مفتی صاحب سے سنی ہے جو پورے طور پر یاد نہیں رہی۔

۲۲ حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ نے بھی اپنا قصہ خود مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ آمدن بہت کم ہے اور عیال زیادہ، بہت پریشان ہوں، اعصاب جواب دے رہے ہیں، ایسے خط کے جواب کے بارے میں یہ توقعات قائم کی جا سکتی ہیں:

① حالات پڑھ کر بہت صدمہ ہوا۔

② دل سے دعاء کرتا ہوں۔

③ وسعت رزق کا کوئی وظیفہ۔

④ خود مالی تعاون۔

⑤ کسی سے مالی تعاون کی سفارش۔

⑥ کہیں کوئی ملازمت وغیرہ دلوانا۔

شیخ نے جواب میں ان توقعات میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کوئی ایک لفظ بھی نہ لکھا، صرف یہ تنبیہ تحریر فرمائی:

''افسوس کہ آپ نے پورا خط شکایت سے بھر دیا، شکر کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔''

ڈاکٹر صاحب نے شیخ سے قناعت اور صبر وشکر کا سبق لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رزق کی بارشیں برسا دیں۔

۴۵ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

ٹنڈو آدم میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ مولانا فیض اللہ گزرے ہیں، وہ ایسے مستغنی تھے کہ جب بہت بڑے بڑے زمیندار اور حکام ان کی زیارت کے لئے آتے تو اگر وہ بیٹھے ہوتے انہیں دیکھ کر لیٹ جاتے تھے اور رخ دوسری جانب کر کے مصافحہ کے لئے صرف ایک ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیتے اور کئی دن کی باسی روٹی کے ٹکڑے ان کے پاس رکھے ہوتے تھے ان لوگوں کو وہ کھلاتے اور اگر کوئی طالب علم دین کیسا ہی مسکین آجاتا تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، بہت ہی بشاشت سے معانقہ کرتے اور اسے بہت بہتر قسم کا کھانا کھلاتے۔

شہر کے چیئرمین اور بہت بڑے زمیندار نے مجھے بتایا کہ مولانا فیض اللہ صاحب کی مسجد میں کنواں ''جار ہا تھا، اس میں سے مٹی کھینچنے کے لئے وہ انہیں لگاتے جس چرخی کی ذریعہ ن کھینچتے تھے یہ اس چرخی میں بندھے ہوئے رسے کو اپنے کندھے پر رکھتے اور کھینچتے چلے جاتے اس رسے کو کھینچتے کھینچتے ان کے کندھے پر گٹا پڑ گیا اور درد ہونے لگا۔

بہروپئے کا قصہ باعث عبرت:

جب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تخت نشینی ہوئی تو اس موقع پر ایک بہروپیا بھی وہاں انعام لینے پہنچ گیا۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ بہت متورع تھے سمجھتے تھے کہ یہ مصرف نہیں اس لئے اسے ٹالنے کے لئے فرمایا کہ اپنا کوئی کمال دکھاؤ تو انعام ملے گا، بہروپیا چلا گیا۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی جگہ جاتے تو وہاں کے علماء و مشائخ کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضری دیتے، یہ خود بہت بڑے عالم تھے اور ان کے وزراء بھی عالم تھے۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا جس طرف زیادہ سفر ہوتا تھا اس بہروپئے نے اس علاقے میں جھونپڑی ڈالی اور بزرگ بن کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں اس کی بزرگی کی خوب شہرت ہوگئی۔ جب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرف تشریف لے گئے تو انہوں نے معلوم کروایا کہ اگر یہاں کوئی بزرگ ہیں تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ عالمگیر رحمہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وزیر کو بھیجا۔ جب وزیر نے جا کر ملاقات کی اور کچھ سلوک کی باتیں پوچھیں تو اس نے ایسے جواب دیئے کہ وزیر صاحب بہت معتقد ہوگئے۔ یہ بہروپئے جب کوئی روپ دھارتے ہیں تو اس کے بارے میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ اس شخص نے علم سلوک میں مہارت حاصل کی تھی لیکن یہ مہارت اور کمال محض ظاہری ہوتا ہے باطن میں کچھ نہیں ہوتا۔ وزیر نے بادشاہ کو آ کر بتایا کہ وہ تو بہت بڑے ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، بہت تعریف کی۔ بادشاہ بھی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور کچھ باتیں پوچھیں تو اس نے بہت زبردست جواب دیئے، بادشاہ بھی بہت معتقد ہوگئے اور ایک ہزار اشرفیاں

نذرانہ پیش کیں بہروپئے نے ڈانٹ کر کہا کہ دنیا کے کتے! تو نے مجھے بھی اپنے جیسا دنیا کا کتا سمجھا ہے، لے جاؤ یہ اشرفیاں اور بھاگو یہاں سے۔ اب تو بادشاہ اور زیادہ معتقد ہو گئے کہ یہ تو بہت بڑے زاہد معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ واپس اپنی قیام گاہ میں آ گئے پیچھے پیچھے یہ بہروپیا بھی پہنچ گیا، بادشاہ کو سلام کیا اور کہا کہ میں وہی بہروپیا ہوں جو آپ کی تخت نشینی کے موقع پر انعام مانگنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ پہلے اپنا کمال دکھاؤ پھر انعام ملے گا۔ بادشاہ نے بہت تعجب سے پوچھا کہ یہ بتاؤ میں نے تمہیں نذرانہ کے طور پر اتنی بڑی رقم دی تھی اور تمہاری حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد بھی میں وہ نذرانہ تم سے واپس نہ لیتا اتنا مال تم نے واپس کیوں کر دیا جب کہ اب تو میں تمہیں انعام میں بہت تھوڑی سی رقم دوں گا جو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس بہروپیے کا جواب سنئے کہنے لگا کہ میں اس وقت اہل اللہ کے روپ میں تھا، اگر اس وقت میں وہ نذرانہ رکھ لیتا تو اہل اللہ کی نقل صحیح نہ ہوتی میں نے ان کی نقل پوری طرح اتارنے کے لئے ایسا کیا۔ اس قصے میں بہت بڑی عبرت ہے کہ دنیا کے بندے نے اللہ والوں کی صرف نقل اتارنے کے لئے دنیا کو لات ماردی۔

یہ تمام قصے بتانے سے مقصد یہی ہے کہ آج کے علماء وطلبہ اکابر کے حالات کی روشنی میں کچھ اپنا جائزہ لیں اپنی اصلاح کی فکر کریں اور اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ آخرت کے لئے کی جانے والی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے بندوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ اس کے برعکس دنیائے مردار کی فکر میں جو لوگ لگ گئے انہیں سوائے خسارے کے کچھ حاصل نہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من كانت الاخرة همه جعل الله غناه في قلبه

وجمع له شمله واتته الدنيا وهى راغمة ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه وفرق عليه شمله ولم يأته من الدنيا الاماقدر له﴾

(ترمذی)

''جس نے آخرت کو مقصود بنالیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل میں غنا عطاء فرمادیتے ہیں اور اس کی متفرق حاجات پوری فرمادیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو فقر وفاقہ سے خوف زدہ رکھتے ہیں اور اس کو متفرق حاجات میں مبتلا رکھتے ہیں پھر بھی اس کو دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لئے مقدر ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائیں، اس میں برکت عطاء فرمائیں، ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی اله وصحبه اجمعين والحمدلله رب العلمين

عرض مرتب:

حضرت اقدس سرکاری حکام سے بہت احتراز فرماتے ہیں۔ خود کسی حاکم سے ملاقات کرنا تو درکنار، کسی سرکاری تقریب میں یا کسی افسر کی نجی دعوت میں

بھی تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ کوئی وزیر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہے تو حسن تدبیر کے ذریعہ اس سے بھی بچتے ہیں۔ ہاں کوئی حاکم اپنے کسی نجی کام سے یا دینی مقصد سے آئے تو اسے عام وقت ملاقات میں اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں، حضرت اقدس دامت برکاتہم کے قلب مبارک پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت وعظمت کا ایسا تسلط ہے کہ وہاں کسی غیر کا گذر ممکن نہیں۔ آپ کا یہ حال کبھی آپ کی زبان مبارک سے بھی اس شعر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

جو دبتا ہوں کسی سے میں تو دبتا ہوں تجھی سے میں
جو جھکتی ہے کہیں گردن تو جھکتی ہے یہیں میری

غیر اللہ سے استغناء کے بارے میں آپ کی یہ شان دنیا کے مسلمات میں سے ہے۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دست توکل میں ہیں استغنا کی تلواریں

جو علماء حکومت کے زیر اثر آجاتے ہیں ان کے بارے میں حضرت اقدس اکثر یہ شعر پڑھتے ہیں۔

یہ اعمال بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت اقدس دامت برکاتہم کی حیات طیبہ میں توکل علی اللہ اور غیر اللہ سے استغناء کے اتنے قصے ہیں کہ یہاں ان کا بیان کرنا مشکل ہے، اہل ثروت واہل منصب کی اصلاح کے لئے ان کے ساتھ آپ کے

معاملات بہت عجیب اور سبق آموز ہیں۔ یہاں اہل طلب کے لئے ''انوار الرشید'' کے ان ابواب کا حوالہ تحریر کیا جا رہا ہے جنہیں پڑھ کر حضرت اقدس کے احوال مبارکہ کی کچھ جھلک دیکھی جا سکتی ہے کیونکہ۔

قلم بشکن وکاغذ سوز وسیاہی ریز و دم درکش
حسن این قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

''قلم توڑ دے، کاغذ جلا دے سیاہی گرا دے اور دم سادھ لے کیونکہ یہ قصۂ عشق ہے جو دفتر میں نہیں سما سکتا۔''

انوار الرشید جلد اول

① توکل اور اس کی برکات۔

② حکام سے اجتناب۔

③ شہرت سے اجتناب۔

④ قبول مناصب سے انکار۔

انوار الرشید جلد ثانی

⑤ غیر اللہ سے استغناء۔

⑥ متمول لوگوں پر مالی احسان۔

⑦ دین پر استقامت۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سب علماء وطلبہ کو اس وعظ میں مذکورہ قصص اکابر اور حضرت اقدس دامت برکاتہم کے حالات مبارکہ ومقامات رفیعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور آپ کے فیوض کو تا قیامت صدقہ جاریہ بنائیں، آمین

علاج یا عذاب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ :- فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :- علاج یا عذاب

بمقام :- جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت :- بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد :- رمضان ۱۴۲۱ھ

مطبع :- حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر :- کتاب گھر ناظم آباد ۴ ـــ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۶۳۲۱-۰۲۱، فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

علاج یا عذاب؟

(ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم،

﴿ما یفتح اللّٰہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہٖ وھو العزیز الحکیم٥﴾ (۳۵۔۲)

لوگ علاج کے سلسلے میں بہت زیادہ غلو کرنے لگے ہیں سمجھتے ہیں کہ زندگی ڈاکٹر کے قبضے میں ہے یا زندگی دواء میں رکھی ہے حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ ڈاکٹر تو خود ہی مر رہے ہیں، دوائیں بنانے والے مر رہے ہیں اور جو لوگ رات دن دوائیں کھاتے رہتے ہیں وہ بھی مر رہے ہیں پھر بھی اتنی موٹی سی بات آج کے مسلمان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا کچھ دستور یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو میں دوسروں کی باتیں بتانے کی بجائے اپنے حالات زیادہ بتایا کرتا ہوں اس لئے کہ ایک مثال آپ لوگوں کے سامنے ہے دوسروں کی باتیں بتائیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ معلوم نہیں ایسے لوگ دنیا میں کبھی ہوں گے آج کل تو کوئی بھی اس طرح نہیں کر سکتا اس لئے میں اپنے حالات بتایا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور پھر جو حالات بتاتا ہوں وہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کانوں سے سن رہے ہیں اور اگر کسی کو اس میں ذرا سا بھی شک وشبہہ ہو تو وہ اور غور سے دیکھ لے خوب غور سے دیکھے کہ اس کے حالات کیسے ہیں۔ اب سنئے علاج کے سلسلے میں ہمارے حالات کیسے ہیں:

علاج کے بارے میں معمول:

علاج کے بارے میں اپنا معمول بتادوں لیکن یہ خوب سمجھ لیں کہ اس سے میرا مقصد دوسروں کو علاج سے روکنا نہیں، آپ لوگوں کو ہسپتالوں کے چکروں سے روکنے کا مشورہ نہیں دے رہا میں تو اپنا معمول بتانا چاہتا ہوں۔ دوسروں کو اس کا مشورہ اس لئے نہیں دیتا کہ میرے مشورے پر عمل کرنے سے اگر کوئی مر گیا تو کہیں گے کہ اس نے مروایا ہے، مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کریں تو علاج کے صحیح طریقے کی ہدایت مل جائے گی۔

ہسپتال جانے کے محرکات:

ہسپتالوں کی طرف بھاگنے کے یہ محرکات ہیں:

❶ مال:

پیسے کی فراوانی۔ یہ مسکین جھونپڑیوں والے بے چارے مرتے رہتے ہیں کسی کو خیال بھی نہیں آتا ہسپتالوں کی طرف بھاگنے کا اور اگر خیال آئے بھی تو پیسا نہ ہونے کی وجہ سے جا ہی نہیں سکتے۔ جن لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال دیا ہے ان کے دلوں میں اس نعمت کی قدر نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے وہ ان پر ایسے عذاب مسلّط فرما دیتے ہیں کہ اونچے علاجوں اور ہسپتالوں پر اپنی دولت برباد کررہے ہیں، اللہ نے ان کی عقل کو مسخ کردیا ہے اگر کچھ عقل ہوتی تو علاج میں اعتدال سے کام لیتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکومت قائم کرنے میں تعاون کرتے۔

❷ معاونین:

معاون لوگ زیادہ ہوں، ہسپتال میں رہنے کے لئے وہاں آنے جانے کے لئے، کھانا وغیرہ پہنچانے کے لئے معاونین کی کثرت ہو۔

اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ مجھے ایسے غیر اہم کام خدام سے لیتے

ہوئے شرم آتی ہے، (حضرت اقدس کے خدام اتنے ہیں کہ شمار سے باہر پھر وہ بھی ایسے جاں نثار کہ آپ کی ذرا سی تکلیف پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کو اپنے لئے بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں، اس کے باوجود حضرت اقدس کا علاج کے سلسلے میں کسی سے خدمت لینے میں شرم محسوس کرنا تعلق مع اللہ اور انقطاع عما سوی اللہ میں بلند ترین مقام کا اثر ہے۔ جامع)

❸ افتادِ طبع:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی سے مزاج ایسا بن جاتا ہے کہ صحیح بات سمجھ میں نہیں آتی نافرمان انسان صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھنے لگتا ہے، مجھے شرع و عقل کے فیصلے کے علاوہ طبعاً بھی اونچے علاج اور ہسپتالوں سے وحشت ہے، میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا اکرم ہے کہ اس نے علاج کے سلسلے میں بھی میری طبیعت شریعت اور عقل سلیم کے مطابق بنائی ہے، فالحمد للہ علی ذلک۔

❹ علاج کی اہمیت:

لوگوں نے جتنی اہمیت علاج کو دے رکھی ہے وہ شریعت و عقل دونوں کے خلاف ہے اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل واعتماد کے خلاف ہے، یہ نہیں سوچتے کہ اگر ڈاکٹر کے پاس نہیں گئے تو زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا مر جائیں گے، ایک نہ ایک دن تو مرنا ہی ہے اگر اب نہیں مرے تو بعد میں مر جائیں گے موت کا وقت معین ہے لیکن لوگوں کے حالات سے یوں لگتا ہے کہ جیسے ڈاکٹر تقدیر کو ٹال سکتا ہے، علاج میں اتنا غلو کر رہے ہیں کہ جیسے ڈاکٹر مرنے سے بچالے گا یا موت کے وقت کو

آگے بڑھا دے گا، اللہ کے بندو! کچھ تو سوچو یہ کیسی حماقت کی بات ہے۔

مجھ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو یہ رحمت ہے کہ اس نے مجھے بیماریوں سے بچایا ہوا ہے اس کا سبب بھی ایک دوسری رحمت ہے یعنی یہ رحمت ایک دوسری رحمت پر مبنی ہے وہ دوسری رحمت یہ کہ دل میں قطعاً علاج کی کوئی اہمیت سرے سے ہے ہی نہیں، میرا یہ عقیدہ ہے کہ دواؤں اور ڈاکٹروں کی بجائے جو کچھ بھی ہے وہ میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبضے میں ہے، دواؤں اور ڈاکٹروں پر اعتماد نہیں صرف اور صرف اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتماد ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نعمت عطاء فرمائی تو اس نعمت کی برکت سے یہ رحمت بھی ہو گئی کہ بیماریاں ہوتی ہی نہیں۔ میں یہ آیت بھی کثرت سے پڑھتا رہتا ہوں:

﴿واذا مرضت فهو يشفين﴾ (۲۶۔۸۰)

میں کبھی بیمار ہوتا ہوں تو میرا اللہ مجھے شفا دیتا ہے، انسان اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے بیمار ہوتا ہے اور اللہ اسے شفاء دیتا ہے۔

⑤ ما قدر اللہ تبارک وتعالیٰ پر نظر نہ ہونا:

یہ خیال دل میں راسخ ہونا ضروری ہے کہ جو مقدر ہے وہی ہوگا، بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہیں ورنہ اکثر کا حال یہ ہے کہ بہت غلو کرتے ہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے اسباب اختیار کر کے، کوششیں کر کر کے یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر کو بدل دیں گے، صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ اعتدال میں رہ کر کوشش واسباب اختیار کریں اور نتیجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہیں۔

اس بارے میں میرا حال یہ ہے کہ مر گئے تو بھی اچھا ہے وطن پہنچ جائیں گے اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندہ رکھا ہے تو بھی ٹھیک ہے ؎

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

ان کی مرضی پر ہے جس حالت میں بھی رکھیں اپنی رضا کے ساتھ رکھیں ؎

جینا چاہوں تو کسی بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

یہ تو تھے ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کی طرف رجوع کے اسباب، اب میں علاج کے سلسلے میں اپنے اور اپنے گھر والوں کے کچھ حالات اور قصے بتاؤں گا
ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

تکلیف کا اخفاء:

مجھے کبھی کوئی تھوڑی سی تکلیف ہو جائے تو میں کبھی کسی کو نہیں بتاتا کہ مجھے یہ تکلیف ہے کیونکہ یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی تو نعمتیں عطاء فرمائیں اور ذرا سی تکلیف پر انسان بتاتا رہے کہ مجھے یہ تکلیف ہو گئی۔

حضرت لقمان علیہ السلام کسی کے باغ میں ملازم تھے، باغ کے مالک نے ایک بار ان سے کہا کہ مجھے ایک ککڑی دیں، یہ ککڑی لے گئے، مالک نے کہا کہ

پہلے آپ اسے کھا کر دیکھیں کہیں کڑوی تو نہیں، انہوں نے جو اسے کھایا تو وہ تھی تو کڑوی مگر یہ ایسے مزے لے لے کر کھا رہے تھے کہ جیسے بہت ہی مزیدار ہو سبحان اللہ! اب جو مالک نے کھا کر دیکھی تو وہ بہت ہی کڑوی تھی، اس نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے آپ تو ایسے کھا رہے تھے کہ جیسے بہت ہی مزیدار ہو یہ تو بہت کڑوی ہے۔ فرمایا:

"جس ہاتھ نے بے شمار نعمتیں اور مٹھائیاں کھلائیں اس ہاتھ سے
اگر ایک ککڑی ذرا سی کڑوی نکل آئی تو کیسے منہ بناؤں۔"

یہ قصہ میرے ساتھ پیش آتا رہتا ہے کبھی کوئی ذرا سی تکلیف آئے تو اسے یہ سمجھنا کہ یہ کوئی تکلیف ہے، اس کا کوئی علاج کرنا چاہئے یا کسی کو بتاؤں، ایسے نہیں کرتا اگر کبھی کوئی پوچھتا ہے کہ صحت کیسی ہے؟ تو میں ذرا اچھل کر زور سے کہتا ہوں: "الحمد للہ! بہت اچھی ہے، علی الطیر ان"

بس خیال رہتا ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ اچھی ہے، انسان کو جتنی صحت کی ضرورت ہوتی ہے اس کی بنسبت میری صحت بحمد اللہ تعالیٰ بہت اچھی ہے۔

علاج کا طریقہ:

اگر کوئی تھوڑی بہت تکلیف ہو بھی تو اولاً تو دواء وغیرہ کھاتا ہی نہیں اور کھاتا بھی ہوں تو ہومیو پیتھک کی تھوڑی سی دوائیں رکھی ہوئی ہیں ذرا سا غور کر کے ان میں سے کوئی چھوٹی سی گولی منہ میں ڈال لی، زیادہ تر ایک وقت میں ایک ہی گولی کھاتا ہوں کبھی ایسی ایک ہی خوراک سے کبھی چند خوراکوں سے

اللہ تبارک وتعالیٰ صحت عطاء فرما دیتے ہیں۔ آپ لوگوں نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ یہاں کوئی ڈاکٹر آیا ہو یا کبھی میں کسی ڈاکٹر کے پاس گیا ہوں، کبھی دیکھا ہے، سنا ہے؟ اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ بجائے اس کے کہ دوسروں کی باتیں، دوسروں کے قصے بتاؤں میں اپنے حالات بتاتا ہوں۔

علاج سے متعلق چند قصے:

اب علاج سے متعلق چند قصے سنئے:

❶ دل کا معاینہ:

یہاں پڑوس میں جو ڈاکٹر صاحب ہیں یہ دل کے اسپیشلسٹ ہیں، ایک بار میں نے کسی مشورے کے لئے ان سے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ آپ کے دل کا معاینہ کر لیتا ہوں ساتھ ساتھ بلڈ پریشر بھی دیکھ لوں گا اور بھی یاد نہیں کیا کچھ کہا اور یہ کہ میرے پاس بہت بڑی مشین ہے سارے کا سارا انسان اس میں سے گذر جاتا ہے، ایک ایک چیز نظر آ جاتی ہے۔ یہ رمضان کے شروع کا قصہ ہے، میں نے اس وقت تو انہیں ٹال دیا کہ عید کے بعد دیکھیں گے رمضان میں تو کام زیادہ ہے۔ یہ خیال نہیں آیا کہ رمضان گذرنے سے پہلے ہی مر گیا تو کیا ہوگا جلدی بھاگو جلدی دکھاؤ، آدھے سے زیادہ رمضان باقی تھا، میں نے ان سے کہا کہ رمضان کے بعد دیکھیں گے، دل میں فیصلہ تو کر ہی لیا تھا کہ ہرگز نہیں دکھاؤں گا مگر صرف انہیں ٹالنے کے لئے یہ جواب دے دیا۔ اب تقریباً تین چار روز قبل وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

سب کچھ صحیح بنایا ہوا ہے بلا ضرورت کیوں معاینہ کروائیں، دل کا تو بس ہر وقت یہی معاینہ کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ کتنی ہے۔

❷ صاحب زادے کا پیشاب بند:

جب میں جامعہ دار العلوم کورنگی میں تھا میرے بیٹے کا پیشاب بند ہوگیا ایک ڈاکٹر نے سول ہسپتال لے جانے کو کہا اور ایک پرچہ لکھ دیا، میں استغفار کرتا رہا اور دعاء کرتا رہا کہ یا اللہ! ہسپتال کی مصیبت سے حفاظت فرما، میں بالکل اکیلا بچے کو لے گیا کسی ایک طالب علم کو بھی ساتھ نہیں لیا، کہ ان کی تعلیم کا حرج کیوں کروں، وہاں سے رکشا پر چلے ہسپتال پہنچنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ ایک ڈاکٹر صاحب نیک ہیں، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں روزانہ حاضری دیتے ہیں پہلے ان سے مشورہ کرلیا جائے۔ ان کے پاس گئے انہوں نے پیشاب خارج کردیا، اس میں کامیابی ہوگئی، اللہ کا شکر اداء کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہسپتال سے بچالیا۔ اللہ کا کرم ہوگیا ورنہ وہ گھسیڑ دیتا ہسپتال میں پھر طرح طرح کے قصائی چھریاں نکال کر جھپٹ پڑتے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچا لیا۔ پھر انہی ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پیشاب بند ہونے کی وجہ کی تشخیص اور مکمل علاج کے لئے ایکسرے کروالیں، پھر دعاء کی کہ یا اللہ! یہ کیا مصیبت ہے، ایکسرے تو پتا نہیں کیا ہوتا ہے، کہاں ہوگا، کیسے ہوگا پھر اس کے بعد کیا ہوگا، عجیب ایک بوجھ سا دماغ پر ہوگیا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ ایک ڈاکٹر حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا وصی اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں ان سے بھی مشورہ کرلیں، ان کے پاس لے گئے وہ پیٹ کے کیڑوں کے اسپیشلسٹ تھے انہوں نے بچے کی صرف آنکھیں دیکھ کر بتا

دیا کہ ایکسرے وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اس کے پیٹ میں کیڑے ہیں کوئی کیڑا پیشاب کی نالی کے سامنے آگیا ہے جس کی وجہ سے پیشاب رک گیا تھا، انہوں نے کیڑوں کی دواء دی بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ بچہ بالکل ٹھیک ہوگیا ورنہ اگر پڑ جاتے ایکسروں کے چکر میں پھر تو کچھ نہ پوچھئے کیا حال ہوتا۔ میں نے ان دونوں ڈاکٹروں کی دینی حیثیت اس لئے بتائی ہے کہ معاملات دیندار لوگوں سے کیا کریں۔

ہسپتال اور ایکسروں کے چکر کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے کولہو میں ذرا سا اتنا سا دامن آگیا (حضرت اقدس اپنے کرتے کی کلی کو بالکل سرے پر سے پکڑ کر اس کی بہت ہی باریک سی نوک بنا کر فرماتے ہیں) اتنی سی ذرا سی نوک ہی کولہو میں آگئی تو آناً فاناً پورے کا پورا کولہو میں چلا جائے گا اور وہ پورے جسم کو نچوڑ دے گا، بالکل اسی طرح اگر کوئی کسی ڈاکٹر کے پاس یا کسی ہسپتال میں پہنچ گیا تو بس خون اور ہڈیاں سب کچھ نچوڑ کر رکھ دیں گے۔ پھر کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو ہسپتال جانے سے روک نہیں رہا ہوں کہیں کوئی مرجائے تو کہیں کہ اس نے ایسے ایسے کہا تھا اس لئے مرگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی ذات پر ایسا توکل قائم اور ایسی عقل سلیم عطاء فرمائیں کہ وہ علاج کے صحیح طریقے اور راہ اعتدال کو سمجھ سکے۔

③ پیرانی صاحبہ کے گلے میں تکلیف:

ایک بار سردیوں کے زمانے میں آدھی رات کے بعد گھر والوں کو بہت زبردست دورہ پڑا مجھے جگایا اور جلدی سے کہا کہ میری جان گئی، رات کو جو بکرے

کی سری کھائی تھی شاید اس کی ہڈی کا کوئی ذرہ حلق میں اٹک گیا ہے اس لئے گلا بند ہو رہا ہے، مجھے خیال ہوا کہ گلے سے ہڈی نکلوانے کے لئے تو ہسپتال جانا ہی پڑے گا اس کے سوا اور کوئی صورت نظر نہیں آتی، ایسی خطرناک صورت حال میں تو جانا ہی چاہئے۔ ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ یہ کہنے لگیں:

''یہیں سے کوئی گولی میرے منہ میں ڈال دیں۔''

میں نے ان کی تسلی کے لئے ''فیرم فاس'' کی دو تین گولیاں ان کے منہ میں ڈال دیں وہ ابھی حلق سے اتری ہی تھیں کہ کہنے لگیں:

''میری جان بچ گئی اب ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں۔''

کچھ عبرت کی باتیں دل و دماغ میں اتر رہی ہیں یا نہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسے بچایا ہسپتال سے اگر چلے جاتے تو شاید وہ ہڈی نکالنے کے لئے فوراً گلا کاٹ دیتے پھر مریض بچے یا مرے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا کام کر دیا، آپریشن بالکل صحیح کر دیا، آگے موت تو مقدر تھی مرنا تو تھا ہی مر گیا، ہم نے آپریشن بالکل صحیح کر دیا تھا۔

۴ اعصابی دورے:

ایک بار گھر والوں کو اعصابی دورے شروع ہو گئے، بہت زبردست دورہ پڑتا تھا۔ ایک ڈاکٹر صاحب سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ اس کا علاج فوراً کرنا بہت ضروری ہے ورنہ یہ مرض بڑھ جائے گا پھر اس کا علاج مشکل ہوگا۔ انہوں نے دواء لکھ دی، میں اس کی قیمت معلوم کروا کر اتنی رقم دارالافتاء میں، اخل کر دی

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بغیر دواء کے ہی شفاء عطاء فرمادی۔ آپ لوگ ایسا نہ کریں ورنہ مرگئے تو میرے سر چڑھیں گے کہ اس کے کہنے سے مرگئے۔

۵ صاحبزادے کی گردن میں درد:

ایک بار میرے بیٹے کی گردن میں بہت سخت درد اٹھا اتنا شدید درد کہ گردن ہلا نہیں سکتے تھے اور ماشاء اللہ! زبردست جوان ہونے کے باوجود چیخیں نکل رہی تھیں رو رہے تھے۔ یہیں قریب ہی میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے جو بہت محبت والے، مخلص، بہت ماہر اور بہت سمجھدار بھی تھے، ایک خوبی ان میں یہ بھی تھی کہ وہ مریض کو کبھی بھی ڈراتے نہیں تھے پریشان نہیں کرتے تھے۔ آج کل کے ڈاکٹروں کا تو کام ہی یہی ہے کہ مریض کو ڈرایا جائے کہ ارے! تم تو مرجاؤ گے فلاں ٹیسٹ کرواؤ، فلاں ٹیسٹ کرواؤ لیکن وہ ڈاکٹر صاحب مریض کو پریشان نہیں کرتے تھے بلکہ تسلی دیتے تھے، آدھی بیماری تو ان کے پاس جانے سے ہی ختم ہوجاتی تھی۔ ان سب اوصاف کے باوجود ان کی نظر میں یہ کوئی ایسا خطرناک مرض تھا کہ بالکل خلاف معمول کہنے لگے فوراً بہت جلدی ہسپتال لے کر جائیں۔ مجھے اس پر بہت حیرت ہوئی کہ یہ ڈاکٹر صاحب تو بہت تسلی دیا کرتے ہیں یہ بھی فوراً ہسپتال لے جانے کو کہہ رہے ہیں۔ ایسی خطرناک خبر سننے کے بعد بھی میں جلدی سے ہسپتال کی طرف نہیں بھاگا اللہ سے دعاء کی تو یہ خیال آیا کہ پہلے ''بایوکیمک'' کے مسکن نسخے کا تجربہ کرلو، میں نے اس نسخے کی دوائیں پانی کی ایک پیالی میں حل کرلیں، اس سے ایک چمچی بیٹے کے منہ میں ڈالی، چار، پانچ منٹ بعد کہنے لگے کچھ سکون ہے، میں نے کہا الحمد للہ! پانچ پانچ منٹ کے بعد تین چار خوراکیں لے کر دیکھیں۔ تین چار خوراکیں لیں تو مرض تقریباً آدھا رہ گیا اور

تقریباً دو گھنٹے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکمل شفاء عطاء فرمادی، اگر چلے جاتے ہسپتال تو وہ کہتے ''گردن توڑ بخار'' ہے۔ گردن توڑ بخار نہ بھی ہوتا تو وہ پھر بھی گردن توڑ ہی دیتے، گردن توڑ بخار کی دوائیں ایسی دیتے ہیں کہ مریض مرنے سے تو بچ جائے مگر عمر بھر کے لئے بے کار ہو جائے، گردن توڑ کر چھوڑتے ہیں۔ معلوم نہیں کتنے قصے ہیں عمر بھر کی باتیں تھوڑے سے وقت میں کیسے بتاؤں۔

❻ دماغ کا جھٹکا:

سترہ سال پہلے کی بات ہے ایک بار لکھتے ہوئے میرے دماغ میں بہت زبردست جھٹکا لگا، میں نے ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو فون کیا، جیسے ہی میں نے انہیں بتایا تو وہ بہت چیخ کر بولے کہ پہلی فرصت میں ہسپتال جائیں، گلشن میں ایک بہت بڑا ہسپتال ہے فلاں نام کا انہوں نے معاینہ کے لئے کروڑوں کی نئی نئی مشینیں منگوائی ہیں آپ وہاں جائیں یہ برین کا معاملہ ہے برین کا، دماغ کا معاملہ ہے فوراً پہلی فرصت میں پہنچیں۔ انہیں تو میں نے کچھ جواب نہیں دیا مگر دل میں یہ سوچا کہ انہوں نے کروڑوں کی جو مشینیں منگوائی ہیں تو وہ میرے لئے تھوڑا ہی منگوائی ہیں ان کے لئے بکرے اور بہت ہیں میں کیوں جا کر بکرا بنوں، خود کو تباہ کروں، میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا، ڈاکٹر صاحب سے میں نے کچھ نہیں کہا بس دل میں فیصلہ کرلیا۔ دوسری بات میں نے یہ سوچی کہ یہ حادثہ کیوں ہوا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ میں دماغی محنت بہت زیادہ کرتا تھا سوتا بہت کم تھا، میں نے سونے کا وقت نسبۃً کچھ زیادہ کردیا اور دماغی محنت کچھ کم کردی۔ اس کے بعد سترہ سال گذر گئے بحمد اللہ تعالیٰ زندہ اور صحت کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں، اللہ نے زندہ رکھا ہوا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ کہیں پہنچ جاتا مذبح گلشن اقبال

میں وہ تو میرا دماغ چیر کر معلوم نہیں کیا کیا کرتے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔

۵ دو بچوں کو ہیضہ:

جب میں جامعہ دارالعلوم کورنگی میں تھا میرے دو بچوں کو ہیضہ ہوگیا ایک کی عمر تقریباً تین سال تھی اور دوسرے کی پانچ سال انہوں نے بچوں کے ساتھ کھیل کھیل میں کیلے کے پتوں کو پان اور ارنڈ کے بیجوں کو چھالیا بنا کر خوب کھائے۔ کافی رات گزرنے کے بعد اچانک دونوں کو قے اور اسہال شروع ہوگئے، ہم بہت حیران ہوئے کہ انہیں کیا ہوا، سوچا کہ دن بھر میں کیا کھایا ایسی کوئی چیز تو انہیں کھلائی ہی نہیں پھر یہ کیسے ہوگیا، بس ماقدر اللہ! ان بچوں کی حالت ایسی ہوگئی کہ جیسے بالکل آخری دم ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہومیو پیتھک کی دواء ''وریٹرم البم'' سے شفاء عطاء فرمادی۔

کبھی میں خود بیمار ہوجاتا یا بیوی بچوں میں سے کوئی بیمار ہوجاتا تو میں کبھی بھی اپنے والدین کو اطلاع نہیں کرتا تھا اس لئے کہ انہیں تکلیف ہوگی اور پھر آپس میں سلسلہ چلے گا ٹیلیفون کا یا خط وکتابت کا، کسی کی زیادہ بیماری کا سن لیا تو کہیں خود تشریف لانے کی زحمت فرمائیں، کسی کو بتاتا ہی نہیں تھا، بس یہی سوچتا تھا کہ اللہ جانتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہے اور وہی کافی ہے۔ آج کل لوگوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ ذرا سی کوئی بیماری ہو تو فوراً رشتے داروں کو اطلاع کرتے ہیں، سب بھاگے بھاگے آتے ہیں ایک مریض کی خاطر کتنے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ آج کے مسلمان نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے جہنم۔

بچوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی جسے لوگ کہتے ہیں ''موت کے منہ میں'' اللہ ہی نے بچایا موت کے منہ سے۔ ذرا سوچئے! دو بچے تھے اور ایسی خطرناک حالت مگر اس وقت بھی دور دور یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ بھاگو کسی ہسپتال کی طرف فلاں ہسپتال میں، فلاں ہسپتال میں مجھے تو ہسپتالوں کے نام بھی نہیں معلوم، یا کسی بڑے ڈاکٹر کی طرف بھاگو یا کسی ڈاکٹر کو گھر میں بلواؤ۔

⑧ دو بچوں کو خونی پیچش:

یہاں ناظم آباد میں پہنچنے کے بعد ایک بار دو بچوں کو خونی پیچش ہوگئی پیٹ میں سخت درد اور پیچش دو ہفتے سے بھی زیادہ سخت تکلیف رہی تو بھی کسی ہسپتال کا رخ نہیں کیا، یہیں بیٹھے بیٹھے مختلف ڈاکٹروں سے علاج کرواتے رہے۔ علاج جلدی جلدی نہیں بدلنا چاہئے، جو علاج شروع کیا جائے تجربے کے لئے کم سے کم تین دن تک کرنا چاہئے، اگر تین دن میں ذرا سا بھی افاقہ ہو تو وہی علاج جاری رکھنا چاہئے، میں نے بچوں کا علاج ایک ایک ڈاکٹر سے کئی کئی دن کروایا اور کئی ڈاکٹر بدلے کسی سے فائدہ نہ ہوا، بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہومیو پیتھک کی ہی دواء سے شفاء بخشی۔ لوگ تو معمولی سے مروڑ اور پیچش کی وجہ سے بھی اتنے پریشان ہوتے ہیں کہ بس بھاگو بھاگو ہسپتالوں کی طرف۔

بچوں کی بیماریاں:

بچوں کی بیماریوں کا سبب زیادہ تر والدین کی حماقت ہے کہ بچوں کے کھلانے پلانے میں احتیاط نہیں کرتے کچھ نہیں سوچتے جو کچھ بچہ مانگے دے

دیتے ہیں، والدین کو یہ ہوش نہیں کہ بچوں کے کھانے پینے میں احتیاط کرنی چاہیے نگرانی رکھنی چاہیے یہ نہ ہو کہ جو سامنے آئے جتنا آئے کھاتا ہی چلا جائے۔

شیطان کی ٹونٹی:

اللہ بچے کو وحی کرتا ہے کہ روؤ، رونے سے ورزش ہوتی ہے اس کی آواز، سینہ اور پٹھے کھلتے ہیں، روتے وقت ہاتھ پاؤں بھی چلاتا ہے اس طرح اس کے تمام جسم کی ورزش ہوتی ہے۔ ایک ایک عضو کی ورزش ہو جاتی ہے، اللہ تو وحی کرتا ہے کہ رو رو کر ورزش کرو اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جہاں بچہ رویا فوراً شیطان کی ٹونٹی اس کے منہ میں گھسیڑ دیتے ہیں، بوتلوں کا زمانہ آ گیا ہے نا، ماں اپنا دودھ نہیں پلاتی بوتل اٹھا کر ٹونٹی منہ میں گھسیڑ دیتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی:

اللہ تبارک وتعالیٰ بچوں کی دلوں میں رونے کی وحی فرماتے ہیں جس میں تین فائدے ہیں: ① بچوں کی ورزش ② مخلوق پر رحمت ③ بڑوں کو رونے کا سبق۔

بچوں کو جو دست اور پیچش لگتے ہیں یہ والدین لگواتے ہیں، خاص طور پر ماں تو اسے کچھ نہ کچھ چوگا دیتی ہی رہتی ہے، بچہ رو رہا ہے ضد کر رہا ہے تو چلو یہ بھی کھلا دو وہ بھی کھلا دو اپنے بچوں کے معدے میں خرابی ہو تو ایک وقت کا فاقہ کر لیں افاقہ ہو جائے گا کیونکہ:

ا + فاقہ = افاقہ

مگر لوگوں کا طریقہ الٹا ہے بچے کو قے اور اسہال وغیرہ ہوتے ہیں تو والدین اسے اور زیادہ کھلاتے ہیں کہتے ہیں کہ جو کچھ کھایا تھا وہ تو نکل گیا اب جلدی اندر کچھ اور ڈالو۔ بچہ ہیٹ کرنے کو روتا ہے ماں اور زیادہ چوگا دیتی ہے۔

بچوں کا رونا اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت:

بچوں کے رونے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کو رحم آتا ہے اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اسی لئے نماز استسقاء میں حکم ہے کہ بچوں کو ماؤں سے الگ کردو تا کہ وہ خوب روئیں، چیخیں چلائیں تڑپیں، بلبلائیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس حالت پر رحم کھا کر بارش برسائیں گے۔

رونا تو چاہئے بڑوں کو:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دیوبند میں اپنے استاذ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بچے کے رونے کا تعویذ لینے گئے، انہوں نے فرمایا:

''میاں! رونا تو چاہئے تم بڑوں کو بڑے نہیں روتے تو کم از کم بچوں کو تو رونے دو۔''

معدہ صحیح رکھنے کے وظیفے:

اپنا اور بچوں کا معدہ صحیح رکھنے کے لئے روزانہ صبح وشام سات سات بار یہ

پانچ وظیفے پڑھا کریں:

① بچے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحی سے روتے ہیں۔

② بچہ رحمٰن کی وحی سے روتا ہے ماں اس کے منہ میں شیطان کی ٹونٹی گھسیڑ دیتی ہے۔

③ بچہ پیٹ کرنے کو روتا ہے ماں چوگا دیتی ہے۔

④ ا + فاقہ = افاقہ

(۵) المعدة بیت الدواء والحمیة رأس کل دواء.

پورے جسم کی صحت کا مدار معدے پر ہے دانشوروں کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے:

﴿المعدة بیت الداء والحمیته رأس کل دوا﴾

تَرجَمَہ: ''معدہ ہر بیماری کا گھر ہے اور پرہیز ہر دواء سے بڑھ کر ہے۔''

⑨ ڈاکٹر یا قصائی:

ایک شخص کی آنکھ میں کچھ تکلیف تھی انہوں نے ایک بہت بڑے ہسپتال میں جا کر معاینہ کروایا، ڈاکٹر نے دیکھ کر لکھ دیا کہ موتیا ہے فلاں تاریخ کو آ کر آپریشن کروالیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تو میں نے کہا کہ آپریشن نہ کروائیں ہومیو پیتھک کی آنکھوں میں ڈالنے کی ایک دواء ہے اس سے موتیا ختم ہو جاتا ہے آپریشن کی ضرورت نہیں رہتی، انہوں نے دو ڈھائی مہینے وہ دواء استعمال کرنے

کے بعد ہمارے جاننے والے ایک ڈاکٹر صاحب کو دکھایا وہ بہت ہی محبت وعقیدت کا تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے دیکھ کر بتایا کہ موتیا کا تو نام ونشان تک نہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اس کا کوئی امکان ہے کہ پہلے موتیا تھا جو ہومیوپیتھی کی دواء استعمال کرنے سے ختم ہوگیا ہو، انہوں نے کہا:

''نہیں، جب موتیا ہوتا ہے تو اس کے علاج کے بعد بھی عمر بھر تک ہم اسے پہچان لیتے ہیں کہ موتیا ہوا تھا یا نہیں، ان کے تو موتیا قریب بھی نہیں آیا، موتیا کی کوئی علامت ہے ہی نہیں۔''

ان سے پوچھا گیا کہ اتنے مشہور ہسپتال کے ڈاکٹر نے کیسے بتادیا کہ موتیا ہے اور اس کے آپریشن کی تاریخ بھی دے دی؟ اس پر یہ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے:

''آج کل کے ڈاکٹر تو قصائی ہیں چھرے نکالے بیٹھے ہیں۔''

⑮ پتا کھانے سے درد غائب:

ایک بار کوئٹہ جانا ہوا، شہر سے باہر اس کے نواح میں ایک گاؤں میں رات گزاری، میرا ایک بیٹا بھی ساتھ تھا، رات میں اس کے پیٹ میں شدید درد ہوا تو ان لوگوں نے وہیں سے ایک درخت کا پتا توڑ کر اسے کھلا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی سے صحت عطاء فرمادی۔

⓫ توجھی الی ربک:

ایک بار سفر عمرہ میں مکہ مکرمہ میں میری انگشت شہادت میں ذرا تکلیف ہونے لگی جب کہ لکھنے کا کام تو سارا اسی سے ہوتا ہے اور میں تو جہاں بھی سفر پر جاتا ہوں اپنے لکھنے کا کام ساتھ لے جاتا ہوں خاص طور پر سفر عمرہ کے دنوں میں تو بہت لکھتا تھا۔ انگلی میں درد کی لہر دوڑتی اور پھر خود ہی ختم ہو جاتی ایسے بار بار درد اٹھتا پھر ختم ہو جاتا۔ جب بھی درد ہوتا تو میں انگلی کو خطاب کر کے جیسے وہ میری بات سن رہی ہو یہ کہتا:

﴿توجھی الی ربک﴾

تَرجَمہ: ''اری انگلی! اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جا۔''

کچھ علاج کرنے کی بجائے یہی کہتا، بس اس کا علاج یہی تھا اور کچھ نہیں کرتا تھا، ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ایک عمل بھی سامنے آجاتا تھا۔ ایک بار جہاد کے دوران رسول اللہ ﷺ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی اس سے خون نکل رہا تھا، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے اللہ کی راہ میں اپنا خون بہایا لیکن آپ ﷺ سے عشق کے دعوے کرنے والے خون دینے سے بہت ڈرتے ہیں۔ انگلی زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ اس انگلی سے خطاب فرماتے ہیں ؎

ھل انت الا اصبع دمیت
وفی سبیل اللّٰہ مالقیت

اری انگلی! یہ جو تجھ سے خون بہ رہا ہے یہ اللہ کے راستے میں ہے کوئی غم کی

بات نہیں۔ اس قصے کو یاد کر کے میں یہ شعر بھی کبھی پڑھ لیتا تھا اور پھر اپنی انگلی سے کہتا تھا:

﴿توجھی الی ربک﴾

ترجمہ: ''اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جا۔''

پھر پتا ہی نہیں چلا کہ وہ درد کب ختم ہوا۔ جب کوئی تکلیف ختم ہو جاتی ہے تو پھر کئی دن تک ایک دعاء کرتا رہتا ہوں:

﴿رب لا تجعلنی فرحا فخورا واجعلنی برحمتک عبدا شکورا﴾

قرآن مجید میں ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نافرمانوں کو کسی تکلیف سے نجات دیتے ہیں تو وہ اترانے لگتے ہیں، فخر کرنے لگتے ہیں اور جو اللہ کے بندے ہیں وہ اتراتے نہیں فخر نہیں کرتے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہیں دل سے، زبان سے، اور عمل سے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جب کوئی تھوڑی سی تکلیف آئی اور بغیر علاج کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحت بھی عطاء فرمادی تو یہ دعاء کئی دنوں تک جاری رہتی ہے بار بار، بار بار یا اللہ! تو مجھے فرحا فخورا نہ بناء فخر کرنے والے، اترانے والے لوگوں میں سے نہ بنا بلکہ مجھے اپنا شکر گذار بندہ بنا لے، یہ معمول رہتا ہے۔

۱۲ پتے کی پتھریاں اعجوبۂ قدرت:

مغربی ممالک کے سفر میں ٹورنٹو میں قیام کے دوران مجھے کوکھ میں گردے

کے مقام کے سامنے پیچھے کی جانب تھوڑا سا درد محسوس ہونے لگا، میزبان کو پتا چلا تو انہوں نے ایک ڈاکٹر کو بلایا جو بہت بڑے ہسپتال کے مالک تھے اور بہت بڑے ڈاکٹر تھے، انہوں نے آکر دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ میرے ساتھ ہسپتال چلیں، میں نے دل ہی دل میں کہا یا اللہ! خیر، اللہ تبارک وتعالیٰ ہسپتال سے حفاظت فرمائیں، مگر یہ خیال آیا کہ یہ ڈاکٹر دیکھنے میں بظاہر صالح ہیں یعنی آلو نہیں تھے پھر یہ کہ اتنا بڑا ڈاکٹر اپنا ہسپتال چھوڑ کر محض میری عقیدت اور محبت میں آئے تو ایسے میں انکار کرنا خلاف مروت ہے کیا کہیں گے کہ میں تو اتنی محبت میں سب کام چھوڑ کر آیا اور یہ جانے سے انکار کر رہا ہے، اس لئے میں چلا گیا دعاء کرتا رہا یا اللہ! خیر، یا اللہ! خیر، یا اللہ! خیر۔ ہسپتال میں پہنچے تو کہنے لگے کہ آپ کا الٹرا ساؤنڈ کریں گے یہ سن کر میں چونک گیا مگر پھر بھی یہی فیصلہ کہ انکار کرنا مناسب نہیں، الٹرا ساؤنڈ والے کمرے میں چلا گیا، وہاں بھی سب لوگ بہت عقیدت و محبت کا مظاہرہ کر رہے تھے حالانکہ سارے کے سارے آلو تھے مگر اس کے باوجود بڑی عقیدت و محبت سے ملے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس محبت وعقیدت کو اپنے حبیب ﷺ کی صورت مبارکہ سے محبت کا ذریعہ بنائیں۔ انہوں نے مجھے لٹا کر پیٹ پر سفید لئی سی مل دی جس مجھے بہت ناگواری ہو رہی تھی سب کچھ برداشت کرنا پڑا، الٹرا ساؤنڈ کرنے کے بعد انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو اس کا نتیجہ دکھایا تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ گردے میں تو کچھ نہیں البتہ پتے میں بہت ساری پتھریاں ہیں، یہ نہیں کہ دس بارہ بیس پچیس بلکہ بہت سی پتھریاں ہیں یعنی اتنی کہ شمار سے باہر جیسے ہی انہوں نے مجھے الٹرا ساؤنڈ کا نتیجہ بتایا تو میرے اللہ نے بڑے جوش اور بڑی قوت کے ساتھ میری زبان سے یہ نکلوایا کہ میرے پتے میں ایک پتھری بھی نہیں، میں نے اتنے جوش سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میرا منہ تکنے لگے کہ یہ کیا قصہ ہے، وہ الٹرا ساؤنڈ میں دیکھ کر بتا رہے ہیں اور میں جانتا وانتا

کچھ بھی نہیں اور اتنے یقین سے کہہ رہا ہوں کہ ایک پتھری بھی نہیں وہ ڈاکٹر صاحب تو ہکا بکا ہو کر مجھے دیکھنے لگے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے، اس وقت مجھے کچھ ہوش نہیں تھا اب حیرت ہوتی ہے کہ میں نے کیسے کہہ دیا تھا۔ جب وہ زیادہ ہی حیران ہوئے اور دم سادھے مجھے دیکھتے رہے تو ذرا تسلی دینے کے لئے میں نے ان سے کہا کہ الٹرا ساؤنڈ کبھی غلط بھی تو ہوسکتا ہے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ غلط ہوسکتا ہے کچھ بھی معلوم نہیں تھا صرف انہیں ذرا تسلی دینے کے لئے ایسے ہی کہہ دیا، وہ کہنے لگے کہ جی ہاں کبھی سو میں سے ایک کے بارے میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ جو غلط ہوتا ہے وہ آ گیا میری طرف اور جو صحیح ہوتے ہیں وہ آپ کے دوسرے مریضوں کی طرف، میرے پتے میں ایک بھی پتھری نہیں۔ وہ پھر کہنے لگے کہ نہیں ہزار میں سے ایک غلط ہوتا ہے میں نے کہا ہزار سے ہو، لاکھ سے ہو۔ کروڑ سے ہو جو ایک غلط ہوتا ہے وہ ادھر آ گیا باقی سارے آپ کے دوسرے مریضوں میں گئے، پھر آخر میں انہوں نے بڑی محبت سے کہا کہ یہ ایمرجنسی ہے فوراً آپریشن کروائیں بہتر تو یہ ہے کہ یہیں کروالیں اور اگر یہاں نہیں تو کراچی پہنچتے ہی فوراً کسی ہسپتال سے کانٹیکٹ کریں۔ میں خاموش رہا کہ میں نے تو پہلے ہی انہیں بتا دیا اب یہ جو بولتے ہیں بولتے رہیں۔

انت شاب فتزوج:

اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچے وہاں ''مستشفی الاحد'' حکومت سعودیہ کا بہت بڑا ہسپتال ہے میرے میزبان نے ایسے ہی باتوں باتوں میں بتایا کہ اس ہسپتال کے بڑے بڑے ڈاکٹران کے بچوں کے شاگرد ہیں، یہ سن کر مجھے خیال آیا کہ یہاں بھی دکھا لینا چاہئے، میں نے میزبان کو ٹورنٹو کا سارا قصہ بتایا تو وہ مجھے

''مستشفی الاحد'' لے گئے، بہت بڑا ہسپتال ہے، ٹورنٹو والا تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، ان کے ہاں ایکسرے کی بہت بڑی بڑی مشینیں تھیں وہ لگا کر کئی کئی ایکسرے نکالے اور نتیجہ یہ بتایا کہ کچھ بھی نہیں، ایک پتھری، ایک ذرہ بھی نہیں بالکل صاف ہے تو میں نے کہا کہ ٹورنٹو والے کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ پھر ایک اور کام کرتے ہیں آپ کل پھر آئیں ساتھ دودھ کا ایک گلاس اور دو انڈے لائیں انڈے دودھ میں میں حل کر کے پلائیں گے پھر ایکسرے لیں گے۔ دوسرے دن گئے، انڈے دودھ میں ملا کر پیے پھر دونوں نے ایک نہیں کئی کئی ایکسرے لئے، پھر کہنے لگے کہ کچھ بھی نہیں، پھر ایکسرے لینے والے بہت ہی پرتپاک لہجے سے اچھل کر کہنے لگے:

﴿انت شاب فتزوج﴾

ترجمہ: ''آپ جوان ہیں شادی کریں۔''

میں بھی اچھل کر ایک دم کھڑا ہو گیا اور بڑے جوش سے کہا:

﴿اتزوج دحین فی مدینة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾

ترجمہ: ''ابھی مدینۃ الرسول ﷺ میں شادی کرتا ہوں۔''

ایسے ہی ذرا لطیفے کی بات ہو گئی ورنہ شادی تو بروقت ہوتی رہتی ہے۔

رہے شادی کر قربانش کنم ہرشاد مانی را
خوشا مستی کہ گردِ یار چون پرکار می رقصم

کیا ہی اچھی خوشی ہے کہ اس پر ہر خوشی کو قربان کردوں
کیا ہی خوب مستی ہے کہ یار کے گرد پرکار کی طرح رقص کررہا ہوں

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی محبت کی شادی عطاء فرمائیں تو دنیا بھر کی شادیاں اس کے سامنے خاکستر خاکستر ہیں میرا مطلب شادی سے یہ تھا۔

اب بتایئے وہ ٹورنٹو والے کیسے کہہ رہے تھے کہ ایمرجنسی ہے فوراً آپریشن کروائیں۔ اگر میں یہ سوچتا کہ آپریشن کی ضرورت بھی ہے اور اتنے عقیدت والے محبت والے لوگ بھی ہیں ان کا اتنا بڑا ہسپتال ہے یہیں کروالوں تو وہ چیر کر معلوم نہیں میرا کیا بناتے۔

الٹراساؤنڈ کا عذاب:

وہاں سے واپس آکر بھی ایک عجیب قصہ سنا، یہاں شمالی ناظم آباد میں ایک قاری صاحب ہیں انہوں نے مجھے فون پر اپنا قصہ بتایا کہنے لگے کہ جب آپ بیرون ملک جارہے تھے تو میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میری بیوی حاملہ ہے، میں نے اس کا الٹراساؤنڈ کروایا ہے، ڈاکٹر نے بتایا کہ بچہ ٹیڑھا بھی ہے، الٹا بھی ہے اور نامکمل بھی ہے. تین خرابیاں ہیں اور آپریشن کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ ایک تو ٹیڑھا یعنی ترچھا ہے اور الٹا بھی ہے یعنی جدھر پاؤں ہوتے ہیں ادھر سر ہے اور سر کی جانب پاؤں پھر اس کے اعضاء نامکمل ہیں اس لئے بغیر آپریشن کے بچہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے دعاء کے لئے عرض کیا تھا تو آپ نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی کہ الٹراساؤنڈ کیوں کروایا؟ آپ لوگ گئے کیوں ہسپتال؟ الٹراساؤنڈ کا عذاب کیوں اپنے سر لے رکھا ہے نہ جاتے تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔ قاری صاحب

نے مجھے یاد دلایا کہ آپ کے جانے سے پہلے ایسا معاملہ ہوا پھر جب آپ نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ کیوں گئے تو میں نے رو رو کر توبہ کی اور اپنے اللہ سے عہد کر لیا کہ کسی حال میں بھی ہسپتال نہیں لے جاؤں گا، ولادت ہوگی تو گھر میں ہی ہوگی چاہے وہ بچہ بچے یا مرے کچھ بھی ہو۔ کہنے لگے کہ بچی گھر میں پیدا ہوئی ہے بالکل صحیح سالم کہیں کوئی نقص نہیں اور گھر میں ہی بہت سہولت اور آسانی سے پیدا ہوگئی، میں پڑھانے گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو بچی موجود تھی۔ اگر وہ الٹرا ساؤنڈ والوں کے کہنے کے مطابق ہسپتال میں لے جاتے تو نہ معلوم چیر پھاڑ کر اس کا کیا حال کرتے۔ قاری صاحب نے توبہ جب کی اور عہد کیا کہ آیندہ کبھی ہسپتال میں نہیں جائیں گے ولادت بھی گھر میں ہی ہوگی تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنی آسانی پیدا فرما دی۔

اسپیشلسٹ یا ملک الموت؟:

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کے عذاب سے بعض لوگوں کو بچا لیتے ہیں ورنہ لوگ تو اس عذاب میں گرفتار ہونے کے لئے اندھا دھند بھاگ رہے ہیں، ڈاکٹروں کی غلط تشخیص کا ایک قصہ اور سن لیجئے:

ایک خاتون بیمار ہوگئیں۔ بیماری بہت طویل ہوگئی ان کے شوہر صاحب تلے ہوئے تھے کہ ٹی بی ہے، ٹیسٹوں پر ٹیسٹ، ٹیسٹوں پر ٹیسٹ، جہاں بھی ٹیسٹ کروائیں نتیجہ یہی نکلے کہ ٹی بی نہیں۔ ٹی بی کے ایک مشہور اسپیشلسٹ نے بھی خوب معاینہ کر کے بتایا کہ ٹی بی نہیں مگر شوہر صاحب کے دماغ میں یہ بات بیٹھ

گئی کہ ٹی بی ہے۔ بیسیوں ٹیسٹ کروائے ہر ٹیسٹ کا نتیجہ یہی نکلا کہ ٹی بی نہیں مگر وہ پھر بھی بضد کہ ان ٹیسٹوں کا اعتبار نہیں اور کروائیں گے اور کروائیں گے، شاید کسی ڈاکٹر نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ بیوی کے بجائے یہ خود ہی مریض ہے اس لئے اگر ٹی بی کا مرض نہیں بتایا تو کہیں یہ مریض کا تیماردار مر ہی نہ جائے کہ ٹی بی کا مرض کیوں نہیں نکل رہا تو اس ڈاکٹر نے بتادیا کہ ٹی بی ہے چنانچہ پورے پاکستان کے ٹی بی کے سب سے بڑے اسپیشلسٹ نے دواء دی تو ایک ہی خوراک کا یہ نتیجہ نکلا کہ بس اب تھوڑی ہی دیر میں پرواز ہوجائے گی پاسپورٹ بھی، ویزا بھی اور سیٹ بھی دلوادی تو اس ڈاکٹر کا پیچھا چھوڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس ڈاکٹر کے پاس سب جعلی ڈگریاں تھیں جعلی ڈگریاں لے لے کر پورے پاکستان میں ٹی بی کے اول نمبر اسپیشلسٹ بن گئے۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جان چھڑوائی ہومیوپیتھی کی میٹھی میٹھی گولیاں چند روز کھائیں تو مرض جاتا رہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحت عطاء فرمادی اور اس خاندان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ تم تو بضد تھے کہ ٹی بی کروا کے چھوڑیں گے لیکن اللہ کا فضل وکرم ہوا کہ بچالیا۔

سفر جہاد ذریعہ صحت:

تقریباً چار پانچ سال پہلے کی بات ہے، جب کابل پہلی بار فتح ہوا کمیونسٹ حکومت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شکست دی اس زمانے میں میں خوست اور یادر چھاؤنی تک گیا تھا جانے سے پہلے کچھ ایسا عارضہ ہوگیا تھا کہ امامت نہیں کرسکتا تھا کیونکہ امام الگ اکیلا کھڑا ہوتا ہے اس سے مجھے ذرا چکر سے آنے لگتے، مقتدیوں کی صف میں تو دائیں بائیں دوسرے لوگ کھڑے ہوتے ہیں تو تھوڑا سا سہارا مل جاتا تھا مگر اس سفر جہاد کی برکت سے پورے سفر میں میں نے

امامت کی ہے۔ یہ بتا رہا ہوں کہ دواؤں کے عاشقو! ڈاکٹروں کے عاشقو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری صحت رکھی تو سفر جہاد میں رکھی، کہیں کسی کو یہ خیال ہو کہ آب وہوا کی تبدیلی کا اثر ہوگا وہاں کی آب وہوا بہت اچھی ہے شاید اس کا اثر ہوا ہو تو یہ بھی سمجھ لیں کہ آب وہوا کی تبدیلی کا مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا میری صحت کا راز ہے سفر جہاد یا سفر عمرہ۔ اگر آب وہوا کا اثر ہوتا تو اس سے پہلے سرگودھا، میانوالی، جہلم وغیرہ جانا ہوا یہاں کے لوگ مضبوطی میں بہت مشہور ہیں انہیں کبھی جلاب دینا پڑے تو انسان کا جلاب کافی نہیں ہوتا گدھوں اور گھوڑوں جیسا جلاب دیتے ہیں تو بھی بڑی مشکل سے کامیابی ہوتی ہے، یہ بات مجھے وہاں کے ایک حکیم صاحب نے بتائی تھی۔ اس علاقے میں تقریباً دس دن تک میرا قیام رہا وہاں کام بھی زیادہ نہیں تھا دن بھر میں زیادہ سے زیادہ دو بیان ہوتے تھے جب کہ یہاں تو ہر وقت کام ہر وقت کام، وہاں فرصت بھی اور آب وہوا بھی بہت اچھی، سرسبز وشاداب علاقہ مگر واپسی پر اس کا الٹا اثر پڑا وہاں سے آنے کے بعد فجر کی نماز میں کھڑا نہیں ہوسکتا تھا برآمدے میں مصلی بچھوالیتا جب امام صاحب نماز شروع کرتے میں وہاں چلتا رہتا کیونکہ کھڑا ہونا مشکل تھا، چلنے میں بھاگنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی جم کر کھڑے ہونے میں تکلیف ہوتی تھی اس لئے میں چلتا رہتا جب امام صاحب رکوع میں جاتے تو میں نیت باندھ لیتا، کئی مہینے میں نے اسی طریقے سے فجر کی نماز پڑھی، آب وہوا کا اثر تو الٹا ہوا کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھنی مشکل ہوگئی۔

ان دنوں میں دارالعلوم سے ایک مولوی صاحب بار بار اس عارضے کے بارے میں فون پر پوچھتے رہتے تھے مجھے اس پر ذرا ناگواری سی ہوتی تھی اس لئے کہ پوچھا تو اس سے جاتا ہے جس کی صحت کی کوئی امید بھی ہو، اس عمر میں ایسی

کمزوری کے زائل ہونے کی کیا امید ہے یہ تو اب رہے گی، میرا خیال تھا کہ یہ تکلیف اب ختم نہیں ہوسکتی، کئی مہینے یہ عارضہ رہا اس کے بعد سفر عمرہ ہوا تو جدہ پہنچتے ہیں فوراً ایسے لگا کہ گویا کوئی بیماری تھی ہی نہیں، کھڑے ہو کر لمبی لمبی رکعتیں پڑھیں۔ حرمین شریفین میں تو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ الم السجدہ اور دوسری میں سوۃ الدھر پڑھتے ہیں اتنی لمبی قراءت کے باوجود بھی کوئی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ سفر عمرہ کی برکت ہوئی، جدہ مطار پر پہنچتے ہی فوراً دل نے شہادت دی کہ اب تو بالکل ٹھیک ہے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد کئی سال تک تو معاملہ بالکل ٹھیک رہا مگر پھر وہی قصہ شروع ہوگیا اور کئی مہینے رہا، اس کے بعد دوبارہ سفر افغانستان ہوا قندھار پہنچے تو میں صف میں ایک جانب نماز کی نیت کئے بغیر ویسے ہی بیٹھ جاتا تھا جب امام صاحب رکوع میں جانے لگتے تو کھڑے ہو کر نیت باندھ لیتا دو تین نمازوں میں یہ معمول رکھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ فجر کی نماز میں لوگ جیسے ہی کھڑے ہوئے میں بھی کھڑا ہوگیا یاد ہی نہیں رہا کہ مجھے تو عارضہ ہے کھڑے ہونے کے بعد یاد آیا مگر پھر سوچا کہ اللہ مالک ہے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ ذرا سی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور اس وقت سے اب تک دوبارہ وہ تکلیف نہیں ہوئی آیندہ بھی جب تک حیات مقدر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ اپنے دین کا کام لیتے رہیں (اس سفر کے بعد اب تک پانچ سال سے زیادہ گزر چکے ہیں اور حضرت اقدس کی عمر اسی برس سے زیادہ ہوگئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عارضے سے محفوظ رکھا ہوا ہے، آیندہ بھی حفاظت فرمائیں۔ جامع) یہ کس چیز کا اثر ہوا، پہلی بار بھی سفر جہاد کا کہ امامت چھوڑے ہوئے کئی سال ہوگئے تھے، پھر دوسری بار سفر عمرہ کی برکت سے اور تیسری بار پھر سفر جہاد میں قندھار پہنچتے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحت عطاء فرمادی اور اب بتوفیق اللہ تبارک وتعالیٰ مسلسل جہاد میں ہوں اس لئے اللہ

تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ پھر یہ عارضہ نہیں ہوگا۔

مجھ پر آب وہوا کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ انگلینڈ، کینیڈا، امریکا، ویسٹ انڈیز، باربڈوز وغیرہ کے بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں کوئی اور اللہ ہے، کہتے ہیں سبحان اللہ! کیسے اچھے کتنے سرسبز علاقے ہیں، یہاں آکر تو صحت بہت ہی اچھی ہوجاتی ہے، گردوغبار کا تو نام ونشان تک نہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہاں جاکر میری صحت بہت اچھی ہوجاتی مگر معاملہ برعکس ہوگیا اگر میں وہاں چند روز اور رہ جاتا تو وہیں کہیں دفن ہوتا۔ میں دعاء کرتا رہا کہ یا اللہ! کفرستان سے تو نکال دے موت آئے تو کسی مسلمان ملک میں آئے۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عمرے اور جہاد کے سوا میں نے جو بھی سفر کیا اس میں مجھے بیماری ہوتی رہی کمزوری ہوتی رہی حالانکہ ان علاقوں کی آب وہوا بہت اچھی تھی اور جو سفر جہاد کے لئے یا عمرے کے لئے ہوا اس میں دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسی برکت عطاء فرمائی۔ یہ قصے میں نے اس لئے بتائے ہیں کہ علاج کے سلسلے میں لوگوں کو کچھ سبق حاصل ہو، علاج کو لوگوں نے عذاب بنا رکھا ہے عذاب، اعتدال سے کام لیں۔

موت کا وقت مقرر ہے:

فرمایا:

﴿وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتبا مؤجلا﴾(۳: ۱۴۵)

کوئی نفس اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا اللہ نے وقت مقرر کر دیا ہے وقت مقرر سے نہ ایک لمحہ پہلے نہ بعد، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان سنانے کے بعد آگے جہاد کا حکم دیا۔ ارے جہاد سے جانیں بچا کر، گردنیں چھڑا کر، بستر اٹھا کر ٹورنٹو پہنچنے والو! جب بھی ٹورنٹو کا ذکر آتا ہے تو مجھے اپنا شعر بھی یاد آجاتا ہے، وہاں ایک افغانی ملا تھا جو جہاد چھوڑ کر ٹورنٹو تبلیغ میں گیا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا ؎

بستر اٹھانا ٹورنٹو پہنچنا
گردن بچانے کے ہیں یہ بہانے

ارے! تجھے شرم نہیں آتی جہاد کی زمین چھوڑ کر ٹورنٹو میں تبلیغ کرنے آگیا تبلیغ ہی کرنی تھی تو کہیں قریب میں نہیں کر سکتا تھا؟ پھر ایک بار ہم لوگ کہیں باہر جارہے تھے وہ شخص باہر روڈ پر مل گیا تو میں نے ایک اور شعر بڑے جوش سے پڑھ دیا ؎

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

جیسے ہی میں نے یہ شعر پڑھا تو اس کی آنکھیں الٹ پلٹ ہوگئیں دو تین قدم پیچھے کو ہٹ گیا غنیمت ہے کہ پیچھے کو گرا نہیں ورنہ روڈ پر سر لگتا تو سر پھٹ جاتا مر جاتا۔ بات یہ چل رہی تھی کہ ایسے ایسے سرسبز علاقوں میں پہنچ کر میں بیمار ہوگیا اور بہت کمزور ہوگیا، مجھے صحت ہوتی ہے تو جہاد کے سفر سے یا عمرے کے سفر سے۔

دواؤں پر زیادہ اعتماد نہ کریں اعتدال میں رہ کر علاج کریں آگے جو کچھ

بھی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگر زیادہ علاج نہ کیا اور مر گئے تو اور کیا چاہئے وطن پہنچ گئے اس پر تو خوش ہونا چاہئے، مسلمان کو تو ہر وقت شوق وطن اتنا ہونا چاہئے کہ بس بے چین رہے۔ میں دن میں کئی بار دل ہی دل میں دہراتا ہوں کبھی زبان سے بھی کہتا ہوں کہ جب ملک الموت تشریف لائیں گے تو میں ان سے یہ کہوں گا:

﴿تفضل یا حبیبی تفضل، اھلا وسھلا ومرحبا بالضیف الکریم﴾

ترجمہ: ”ارے دوست! تشریف لائیے! تشریف لائیے! محترم مہمان! خوش آمدید۔“

پرتپاک استقبال کروں گا اور بہت گرمجوشی سے کہوں گا بڑی دیر سے تشریف لائے ہم تو بہت مدت سے منتظر بیٹھے ہوئے تھے، خوش آمدید۔ آج کل کا مسلمان یہ نہیں سوچتا کہ کتنے اسباب ناکام ہو رہے ہیں، ہسپتال میں جانے والوں میں سے اگر کچھ مریض بچ گئے تو یہ بھی تو دیکھیں کہ مرتے کتنے ہیں مگر یہ مرنے والوں کی بجائے بچنے والوں کو دیکھتا ہے کہ یہ بچ گئے تو میں بھی بچ جاؤں گا اسے تو یہی ہے کہ بچ جاؤں، بچ جاؤں، بچ جاؤں۔

کامیاب آپریشن:

ایک بار کسی نے مجھے بتایا کہ انہیں کبھی کبھی تھوڑی سی کھانسی ہوتی ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بے ہوش کر کے ناک کے اندر سے نلکی گذاریں گے پھر اس سے جو کچھ رطوبت نکلے گی اسے ٹیسٹ کریں گے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ زندگی

کے جو دو چار دن رہ گئے ہیں آرام سے گذار لیں، رہنے دیں کوئی ایسی بات نہیں کھانسی کا کیا ہے آتی رہتی ہے اور بالفرض اسی میں موت مقدر ہے تو گھر میں آرام آرام سے مریں، ہسپتالوں کے چکر چھوڑ دیں۔ ایک بار میں نے روکا تو چند روز کے بعد انہوں نے پھر کہا، میں نے پھر روکا کئی مہینے تک میں نے انہیں روکے رکھا کہ ایسی حرکت نہ کریں۔ ایک بار کہنے لگے کہ دل میں دھک دھک سی رہتی ہے سوچ رہا ہوں کہ کروا ہی لوں دھک دھک تو ختم ہو جائے گی، میں نے کہا بہت اچھا کروالیں، اب کہاں تک اسے روکوں۔ ڈاکٹروں نے بے ہوش کر کے ایک ربڑ کی نلکی سی ڈالی اس کا جو معاینہ کیا تو کہتے ہیں کہ آپ کا آپریشن ہوگا۔ میں نے کہا دیکھا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیں، اس کے بعد میں نے پھر سمجھایا کہ آپریشن نہ کروائیں، گھر میں آرام سے مر جائیں کیا ضروری ہے کہ ہسپتال میں جا کر مریں، بہت سمجھایا مگر آج کے مسلمان کو اللہ پر تو اعتماد ہے ہی نہیں، ان کا آپریشن ہوگیا اور ڈاکٹروں نے بتایا کہ بہت کامیاب آپریشن ہوا ہے سو فیصد کامیاب۔ آپریشن کے دوسرے دن ان پر فالج گر گیا گھر والوں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ ان پر فالج گر گیا، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں یہ عوارض تو ہوتے ہی رہتے ہیں آپریشن ہم نے سو فیصد کامیاب کیا ہے اگر کہیں باہر امریکا وغیرہ میں جاتے تو بھی اتنا کامیاب نہ ہوتا، تین دن بعد اسی بے ہوشی میں فالج کی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بیٹوں نے ڈاکٹر کو بتایا تو کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں مرنا تو ہے ہی بہر حال آپریشن کامیاب رہا۔ ان کا آپریشن کامیاب وہ ہوتا ہے کہ جو چیز کاٹنا چاہتے ہیں وہ کاٹ دیتے ہیں آگے مریض مرے یا بچے اس سے انہیں کوئی غرض نہیں اسی لئے وارثوں سے پہلے لکھوا لیتے ہیں کہ اگر مر گیا تو ہم ذمہ دار نہیں یعنی ہمیں مارنے کی اجازت دے دو ہم ملک الموت کا کام آسان کر دیں کچھ تعاون کر دیں یہ اجازت لینے کے بعد

وہ کام شروع کرتے ہیں۔

دواء کا اثر اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبضے میں:

یہ بات جواب بتانے لگا ہوں پہلے دعاء کرلیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دلوں میں اتار دیں۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

جون قضا آید طبیب ابلہ شود
آن دوا در نفع خود گمرہ شود

جب قضاء آتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ڈاکٹر کا علم سلب فرمالیتے ہیں، کتنا ہی بڑا اسپیشلسٹ ہو، کیسا ہی طبیب حاذق ہو کھلی ہوئی بیماری اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ڈاکٹر کا علم، فہم، عقل سب کچھ اللہ کے قبضے میں ہے بیماری کچھ ہوتی ہے ڈاکٹر کچھ اور سمجھ لیتا ہے علاج نہیں ہو پاتا اور اگر مرض اس کی سمجھ میں آ بھی گیا تو
ع

آن دوا در نفع خود گمرہ شود

طبیب بہتر سے بہتر دواء دیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دواء کو ریورس گیئر لگا دیتے ہیں صحت کی بجائے مرض اور بڑھتا جاتا ہے، آگے اس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

از قضا سرکنگبین صفرا فزود
روغن بادام خشکی می نمود

جب قضاء آتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہر چیز الٹا کام کرنے لگتی

ہے۔ سرکہ قاطع صفراء ہے صفراء بڑھ جائے تو سرکہ اسے ختم کرتا ہے مگر جب اللہ تبارک وتعالیٰ سرکہ کو حکم دیتے ہیں کہ ختم کرنے کی بجائے اور بڑھاؤ تو جتنا سرکہ پلائیں گے صفراء ختم ہونے کی بجائے اور بڑھتا چلا جائے گا۔ روغن بادام خشکی کو زائل کرنے کے لئے ہوتا ہے مگر جب اللہ تبارک وتعالیٰ روغن بادام کو حکم دیتے ہیں کہ اس مریض کی خشکی ختم کرنے کی بجائے بڑھاتے چلے جاؤ تو اور زیادہ خشکی بڑھتی ہے۔

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

ہلیلہ جسے ہڑبھی کہتے ہیں اس کی خاصیت یہ ہے کہ قبض کشا ہے مگر جب اللہ تبارک وتعالیٰ ہلیلہ کو حکم دیتے ہیں کہ اس کا قبض توڑنے کی بجائے اور زیادہ کردو تو وہ اور زیادہ قبض کرتا ہے، سب کچھ اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے مگر جب اللہ چاہے تو پانی کو حکم دیتا ہے کہ آگ بجھانے کی بجائے پٹرول کا کام کرو تو جتنا آگ پر پانی ڈالیں گے آگ اور بھڑکے گی، سب اسی کے قبضہ میں ہے، آگے فرمایا۔

از سبب سازیش من سودائیم
وز خیالاتش چو سوفسطائیم
از سبب سازیش من حیران شدم
وز سبب سوزیش سرگردان شدم

وہ سبب ساز بھی ہے اور سبب سوز بھی، سب کچھ وہی ہے اس کی سبب سازی کو دیکھتے ہیں تو حیران ہیں، اس کی سبب سوزی کو دیکھتے ہیں تو حیران ہیں۔

امریکا جیسی کھلی فضاء میں جاتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں اور جب کہیں جہاد پر جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں یہ میرے اللہ کی سبب سازی اور سبب سوزی ہے۔ آگے فرمایا۔

طفل تا گیراؤ تا پویا نبود
مرکبش جز گردن بابا نبود

بچہ جب تک اپنے ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا اس کا بابا گردن پر اسے اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے اور جہاں بچے نے ہاتھ پاؤں چلائے تو وہ کہتا ہے چلو بیٹے نیچے چلو۔ اس مثال سے یہ مقصد ہے کہ جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتماد رکھا اللہ اس کا ہاتھ پکڑ کے چلاتا رہتا ہے اور جس نے اللہ پر اعتماد کی بجائے اپنے ہاتھ پاؤں پر اپنے اسباب پر نظر کی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں پھر اس کی مدد نہیں ہوتی۔

علاج کو عذاب نہ بنائیں:

یہ بات پھر سمجھ لیں کہ میں علاج سے روکتا نہیں ہوں اپنی اور اپنے گھر والوں کی مثالیں اس لئے بتا دیں اور کچھ وضاحت اس لئے کر دی کہ علاج کو علاج ہی سمجھیں عذاب نہ بنایا کریں ذرا سی تکلیف ہوئی تو کھاؤ فلاں گولی، فلاں گولی، ارے! بھاگو فلاں ڈاکٹر کے پاس، فلاں کے پاس، اللہ تبارک وتعالیٰ پر نظر رکھا کریں اعتدال سے علاج کریں اور جب بھی کوئی تکلیف ہو تو سب سے پہلے استغفار کریں، اللہ کو راضی کریں، اس کے بعد دعاء مانگیں، خود ساختہ دعائیں اور منگھڑت وظیفے نہ پڑھیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو مالک الملک اور خود کو فقیر سمجھ کر

اس کے دروازے سے نہایت لجاجت کے ساتھ بھیک مانگا کریں۔ تیسرے درجے میں دواء اور وہ بھی اعتدال کے ساتھ ہلکی پھلکی کیا کریں۔

دواؤں کے نقصان:

بلاضرورت یا بکثرت دوائیں کھانے کے یہ نقصان ہیں:

● اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوائیں امراض کے لئے پیدا فرمائی ہیں تو جسے کوئی مرض ہے ہی نہیں وہ دوائیں کیوں کھائے، ایک نقصان تو یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کررہا ہے کہ میں بیمار ہوں مرض کوئی ہے نہیں ایسے ہی دواء کھارہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی دکھارہا ہے کہ تو نے مجھے تندرست رکھا ہوا ہے مگر میں پھر بھی دوائیں کھارہا ہوں، اس پر اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو آجائے غیرت کہ بڑا نالائق ہے میں نے اسے تندرست رکھا ہوا ہے اور یہ دکھارہا ہے کہ بیمار ہے، اگر واقعۃً بیمار کردیں تو کیا بنے گا؟

یہاں دفتر میں ایک مولوی صاحب کو کوئی تکلیف تھی انہوں نے دواؤں کی شیشیاں سامنے کی کھڑکی میں قطار لگا کر رکھی ہوئی تھیں میری نظر پڑی تو میں نے ان سے کہا اللہ کے بندے! ان دواؤں کو کہیں چھپا کر رکھو اور یہاں سامنے پرفیوم کی شیشیاں رکھو، بہتر سے بہتر پرفیوم کی شیشیاں خواہ وہ خالی ہی کیوں نہ ہوں مگر دیکھنے میں پتا چلے کہ کوئی نعمت ہے، نعمت کی چیزیں سامنے رکھیں، دوائیں رکھ کر لوگوں کو یہ نہ دکھائیں کہ آپ بیمار ہیں۔ سیدھے لیٹنے سے اسی لئے ممانعت آئی ہے کہ سیدھے تو بیمار لوگ لیٹتے ہیں، ہسپتالوں میں دیکھیں مریضوں کو ایک دم کھینچ کر سیدھا لٹایا ہوا ہوتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحت عطاء فرمائی ہے تو

بیماروں کی طرح کیوں لیٹتے ہیں۔ دوائیں زیادہ کھانے سے ایک نقصان تو یہ کہ اللہ نے بیماری سے بچایا ہوا ہے آپ دواء کھا کھا کر خود کو بیمار ظاہر کر رہے ہیں نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں۔

❷ دوسری بات یہ کہ دواء میں دو تاثیریں ہوتی ہیں سیدھی بھی الٹی بھی، کوئی دواء ایسی نہیں جس میں صرف صحت اور شفاء ہی ہو اور نقصان نہ ہو ہر دواء میں دو تاثیریں ہیں۔ ہومیو پیتھک طریق علاج کی تو بنیاد ہی اسی پر ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہر دواء میں نقصان کا پہلو ہے، وہ علاج بالمثل کرتے ہیں، جو بیماری ہوگی اسی بیماری کو بڑھانے والی دواء دیتے ہیں، لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، ایسے ہی زہر کو زہر کاٹتا ہے اگر جسم میں پہلے سے زہر ہے تو اور زہر دے دو یہ اندر کے زہر کو جا کر کاٹے گا، ہومیو پیتھک طریق علاج یہی ہے علاج بالمثل۔ ایلو پیتھی کے طریقے کو کہتے ہیں علاج بالضد، بیماری کے خلاف جو دواء کام کرنے والی ہے اس کے ذریعے علاج کرتے ہیں۔ دراصل کہنے میں یہ دو نظریات الگ الگ ہیں حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے کچھ فرق نہیں اس لئے کہ ہر دواء میں اللہ نے دونوں خاصیتیں رکھی ہیں، اگر کسی دواء سے نقصان ہوگیا تو ایلو پیتھی والے کہتے ہیں ''ری ایکشن'' ہوگیا۔ اللہ کی قدرت کے قائل ہو جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دو، وہ جب چاہیں دواء کو اِدھر چلائیں جب چاہیں اُدھر کو چلا دیں، دواؤں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو گیئر لگائے ہوئے ہیں آگے کا بھی پیچھے کا بھی وہ جب چاہیں آگے کا گیئر لگا دیں انسان تندرست ہو جائے اور جب چاہیں اسی دواء میں پیچھے کا گیئر لگا دیں تو زیادہ مرض بڑھتا چلا جائے۔ کوئی دواء ایسی نہیں جو صرف نفع ہی کرے اس میں نقصان کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ جو لوگ

دوائیں کھاتے رہتے ہیں وہ دو دھاری تلوار استعمال کرتے رہتے ہیں وہ کبھی اِدھر کو کاٹے گی کبھی اُدھر کو کاٹے گی، کبھی سیدھا کاٹے گی کبھی الٹا کاٹے گی۔

جب ہم ہنوٹ میں دو دھاری تلوار چلاتے تھے تو اس کے مزے کچھ نہ پوچھئے، دل چاہ رہا ہے کہ ابھی مل جائے تو یہیں شروع ہو جاؤں آپ لوگوں کو بھی کچھ جوہر دکھا دوں دو دھاری تلوار کے، دو دھاری تلوار اور وہ دونوں ہاتھوں میں سبحان اللہ! پھر اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں سیدھے جہنم میں، اپنے عزائم کا ثواب لے رہے ہیں انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ ان عزائم کو اللہ تبارک وتعالیٰ ضائع نہیں فرمائیں گے، چہل میلہ ایک مل جائے اور دو دھاری تلوار مل جائے پھر دیکھئے ان کا کیا بناتا ہوں۔

۳ تیسرا نقصان یہ کہ بلاضرورت دوائیں کھائیں گے تو طبیعت ان کی عادی ہو جائے گی پھر کبھی ضرورت کے موقع پر طبیب نے وہ دواء تجویز کی تو وہ اثر ہی نہیں کرے گی کیونکہ وہ تو آپ کی طبیعت میں یوں ضائع کر رہے ہیں موقع پر جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت تھی علاج کرنے کے لئے اپنی حماقت سے اس کے فائدے کو ختم کر دیا۔

یہ تین نقصان ہیں کثرت سے دوائیں استعمال کرنے کے اس لئے دوائیں زیادہ نہ کھایا کریں، غذائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں مناسب غذائیں کھایا کریں، خوراک میں اعتدال رکھیں دو خوراکوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھیں، ہر وقت چرتے نہ رہیں، ورزش کیا کریں، سب سے بہترین ورزش جہاد ہے، اگر کسی کو بیماری کی تکلیف ہو رہی ہے تو وہ یہ سمجھ لے کہ

جولوگ دوائیں کھاتے ہیں انہیں تو آپ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے ذرا ہسپتال میں جا کر دیکھ لیا کریں۔ آپ کو دواء کھانے سے اگر تکلیف ہورہی ہے تو جو ڈاکٹروں کے سپرد ہیں رات دن دوائیں کھاتے ہیں انہیں تو آپ سے زیادہ تکلیف ہے، منجانب اللہ جو تکلیف مقدر ہے ہی اس کے لئے اعتدال میں رہ کر آرام آرام سے تدارک کرلیں اور مریں تو گھر میں مریں ہسپتال میں جا کر نہ مرا کریں، آج کل کے انسان کو شوق ہے کہ کسی ہسپتال میں جا کر مرے اولاً تو یہ کہ امریکا جا کر مرے ورنہ یہ کہ اپنے ہی شہر یا ملک کے کسی بڑے ہسپتال میں مرے، اللہ تبارک وتعالیٰ عقل عطاء فرما دیں عقل، دلوں میں شوق وطن عطاء فرمائیں دراصل وطن سے ڈرنے لگے اور مسافر خانے میں دل لگا لیا اس لئے زیادہ سے زیادہ مسافر خانے میں رہنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں وطن جانے کو دل چاہتا ہی نہیں، کوئی بچالے، کوئی بچالے، ہائے کوئی بچالے، وطن جانے سے کوئی بچالے، لیکن وطن جانے سے تو کوئی بچا ہی نہیں سکتا فرمایا:

﴿کلا اذا بلغت التراقی o وقیل من راق o وظن انه الفراق o والتفت الساق بالساق o الی ربک یومئذ المساق o﴾ (۷۵.۲٦ تا ۳۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں خبردار! جب روح آکر انکی حلق میں اور یقین ہونے لگا کہ اب جا رہے ہیں تو کہتے ہیں کہ کوئی تعویذ دے دے، کوئی دم کردے، پکارو دنیا بھر کو پکارو، کوئی ڈاکٹر، کوئی اسپیشلسٹ کوئی بچالے، کوئی بچالے، کوئی لنگوٹیا فلیتے پلیتے دے کر بچالے مگر کوئی نہیں بچائے گا اگر بچائے گا تو صرف اللہ ہی بچائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتماد اور ایمان بحال کیجئے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے نوازیں، نظر صحیح ہوجائے تو دنیا

وآخرت دونوں بن جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پریشانیوں سے
بچنے کا یہ ترتیب وار ارشاد فرمایا ہے:

① اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے بچانے کی کوشش۔

② اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق دعاء۔

③ اعتدال کے ساتھ تدبیر لیکن اعتماد اپنی تدبیر پر نہ ہو بلکہ ہر حال میں
اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتماد رہے۔

مگر آج کے مسلمان کا حال کیا ہے کہ کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ
کچھ پڑھنے کو بتادیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے نسخے پر اعتماد نہیں حالانکہ
پریشانی دینے والے بھی وہی ہیں اور ہٹانے والے بھی وہی ہیں۔

حزب البحر:

ایک بہت مشہور دعاء ہے جسے "حزب البحر" کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت
کہیں شریعت میں نہیں مگر بہت مشہور ہے اکابر کا معمول رہی ہے، میں بھی اسے
کئی سال تک پڑھتا رہا ہوں، اکابر سے چلی آرہی تھی تو میں نے بھی شروع کردی
روزانہ بلا ناغہ سالہا سال پڑھی مگر جب دنیا بھر کے عالم کفر کے طاغوتی لشکروں
نے مجھے ختم کرنے کے منصوبے بنالئے تو میں نے حزب البحر پڑھنی چھوڑ دی
تاکہ کبھی یہ خیال نہ آئے کہ مجھے حزب البحر بچارہی ہے اگرچہ اس دعاء کا پڑھنا
جائز تو ہے کوئی شرکیہ بات نہیں مگر یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بتائی ہوئی نہیں بلکہ بعض
بزرگوں کا معمول تھا لوگ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بتائی ہوئی دعاؤں اور تدبیروں

سے بھی زیادہ مؤثر سمجھتے ہیں، میں نے ایسے کٹھن اور نہایت خطرناک حالات میں اس دعاء کو چھوڑ دیا اس خیال سے کہ یہ دعاء مجھے نہیں بچائے گی، میرا اللہ میرے ساتھ ہے اس کی بتائی ہوئی دعاؤں، حفاظت کی تدابیر اور اس کی راہ میں جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کا معمول بنالیا، حزب البحر کو ایسا چھوڑا کہ سوچنے پر بھی اس بہت لمبی دعاء سے کہیں کہیں سے کچھ نامکمل سے جملے یاد آتے ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ ایسے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم کیا ہے بس اسی پر عمل کرنا چاہئے اس کے حکم کے مطابق اس کی نافرمانیوں سے بچنے بچانے کی کوشش اور دعاء کا جو طریقہ اس نے بتایا ہے اس طریقے سے دعاء کی جائے، حزب البحر کا تو پھر بھی بزرگوں سے کچھ ثبوت ہے لیکن دعاء گنج العرش، دعاء جمیلہ، درود تاج، درود لکھی، درود ناری اور مختلف مقاصد کے لئے مختلف سورتیں اور وظائف پڑھنے کا تو قطعاً کوئی ثبوت ہے ہی نہیں، ایسے غلط طریقوں سے بچیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس سے مانگیں اور اس کی بتائی ہوئی تدبیریں اختیار کریں، دشمنوں سے بچنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حزب البحر نہیں بتائی بلکہ فرمایا کہ اسلحہ اٹھاؤ اسلحہ:

﴿واذا كنت فيهم واقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم﴾ (۴۔ ۱۰۲)

فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کو ڈرانے کے لئے ان کے شر سے حفاظت کے لئے نماز کی حالت میں بھی اسلحہ مت چھوڑو اسلحہ اٹھا کر نماز پڑھو صرف مشورہ نہیں بلکہ یہ حکم دے دیا کہ جب نماز پڑھ رہے ہو اس وقت بھی اسلحہ ساتھ اٹھائے رکھو۔ یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تدبیر۔ اللہ کے حبیب

ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں حزب البحر نہیں پڑھا کرتے تھے اسلحہ اٹھاتے تھے، پوری دنیا پر اعلاء کلمۃ اللہ حزب البحر سے نہیں ہوا اسلحہ کے ذریعے ہوا ہے اس لئے میں نے اس وقت سے حزب البحر ایسی چھوڑی کہ کچھ بھی یاد نہیں اس میں کیا تھا۔ یہ تو ہے میرا حال اب کچھ حالات گھر والوں کے بھی سن لیجئے۔

پیرانی صاحبہ کے حالات:

گھر والوں کی حالت یہ ہے کہ ہسپتال کا نام سن لیں تو ان کا ٹمپریچر بہت تیز ہو جاتا ہے، بلڈ پریشر بہت بڑھ جاتا ہے۔ ابھی آنکھوں کی تکلیف تھی کچھ موتیا وغیرہ کسی نے بتا دیا تو ڈاکٹر کو دکھانا تھا، ڈاکٹر ایسا کہ بہت ہی زیادہ رعایت اور خیال کرنے والا بہت زیادہ عقیدت مند، ڈاکٹر صاحب کی بہن ان کے ساتھ گئیں جوان سے بہت محبت کرنے والی، مجھ سے بہت عقیدت رکھنے والی اور دینی لحاظ سے بہت ترقی پر، اس کے باوجود یہ جب وہاں گئیں انہوں نے بلڈ پریشر دیکھا تو بہت تیز، انہوں نے مجھے بتایا بلڈ پریشر بہت تیز ہے، میں نے کہا کہ یہ گھر سے باہر نکلنے سے پہلے ہی تیز ہو چکا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ باہر کہیں جانا ہے تو یہ اسی وقت تیز ہو گیا تھا غنیمت ہے کہ جانے سے پہلے روح پرواز نہیں کر گئی، آپ اسے تیز نہ سمجھیں چنانچہ بعد میں مختلف دنوں میں تین بار پھر دیکھا تو بالکل ٹھیک تھا۔

کبھی کبھار اپنی کوئی تکلیف مجھے بتاتی ہیں تو سنتے ہی میرا سب سے پہلا جملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صحت عطاء فرمائیں، لوگ تو فوراً سوچتے ہیں

تا کہ کس ہسپتال میں بھاگیں، کس ڈاکٹر کو بلائیں، مگر میرا پہلا جملہ بات سنتے ہی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صحت عطاء فرمائیں۔ اگر کبھی محسوس ہوا کہ تکلیف کچھ زیادہ ہے تو ہومیو پیتھک کی کسی دواء کا نام بتا دیتا ہوں دوائیں گھر میں رکھی ہوئی ہیں مگر پھر بھی نہیں کھاتیں، بس کبھی کبھار ایک دو خوراکیں کھا لیتی ہیں ورنہ عام طور پر یونہی ہوتا ہے کہ میں نے دواء کا نام بتا دیا بات آئی گئی ہوگئی، چند دنوں میں بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھار کچھ زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تو میں کہہ دیتا ہوں کہ اچھا فلاں ڈاکٹر صاحب سے فون پر مشورہ کریں گے ڈاکٹر کو بلانے یا اس کے پاس جانے کا تو دور دور تک کوئی احتمال ہی نہیں تصور تک نہیں، ڈاکٹر سے بات کرنے سے اولاً تو وہ بالکل روک دیتی ہیں کہ نہیں نہیں بالکل کسی ڈاکٹر کی دواء نہیں کھاؤں گی، کبھی کبھار اگر خاموش رہیں تو میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ اب وہ ڈاکٹر کو فون کرنے کا خود کہیں لیکن کہتی ہی نہیں، بس وہ بھی خاموش میں بھی خاموش، ان کے علاج کی دوڑ بس یہیں تک ہے۔

انہیں بے خوابی کی تکلیف رہتی ہے رات کو نیند نہیں آتی اس کے لئے میں کہتا ہوں کہ بادام کھایا کریں اور ان کی طلب کے بغیر بادام منگوا کر دے دیتا ہوں مگر کھاتی ہی نہیں پڑے رہتے ہیں، اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ کام بھی اب مجھے ہی کرنا پڑے گا وہ بادام بھی میں ہی کھا جاتا ہوں، پھر میں نے کہا کہ آپ کو بادام چبانے نہ پڑیں اس لئے ''سردائی'' بنوا لیتے ہیں، بادام چاروں مغز اور کچھ دوسری چیزیں ملا کر انہیں پیس کر شربت بناتے ہیں جسے سندھی میں ''تھادل'' کہتے ہیں جو مسکن دماغ اور خواب آور ہے، اندرون سندھ سے بنی بنائی ''تھادل'' کی بوتلیں بھی آتی ہیں، ''تھادل'' کی بوتل منگوا دیتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ روزانہ ایک گلاس میں تو پی ہی لیا کریں وہ بھی نہیں پیتیں مہمانوں کو

پلادیتی ہیں۔

مفتی عبدالرحیم کا قصہ بھی بتادوں یہ جب اپنی اہلیہ کو یہاں لائے تو بتایا کہ انہیں کوئی بیماری ہے جب بھی وہ بیماری کے بارے میں کچھ بات کرتی ہیں تو میں یہی کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ ٹھیک ہوجائے گی۔ ایک دو سال بعد میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بالکل ٹھیک ہیں علاج کروائے بغیر ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحت عطاء فرمادی۔ چندروز کی بات ہے علاج وغیرہ کے سلسلے میں بات چلی کہ لوگ اس میں بہت غلو کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل نہیں کرتے تو انہوں نے بتایا کہ ان کی اہلیہ کو دردِ سر کی تکلیف ہوجاتی ہے جب انہوں نے اس تکلیف کے بارے میں بتایا تو میں نے کہا کہ مغز بادام منگوادوں گا۔ اتنی بات مجھے بتائی بعد میں منگوا کر دیئے یا نہیں؟ انہوں نے کھائے یا نہیں، وہ نہ انہوں نے بتایا نہ میں نے پوچھا۔ ان کے ہاں بھی یہی حال ہے۔ جب کہ جدھر دیکھیں یہی سلسلہ سنتے ہیں کہ ارے علاج کے لئے بھاگو، ارے الٹراساؤنڈ کرواؤ، ارے ایکسرے کرواؤ، ارے ڈرپ لگواؤ، ایسی ایسی مصیبتیں۔

بحمداللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور میرے گھر والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی طویل عمر تک صحت کے ساتھ زندہ رکھا ہوا ہے۔

ہر حال میں گھر کے کام خود کرتی ہیں:

گھر کے کام کاج بھی خود ہی کرتی ہیں، اتنی زیادہ عمر میں اور اتنی کمزوری اور ضعف میں اور عمر کے لحاظ سے جو جسمانی عوارض اور تکلیفیں وغیرہ ہوتی ہیں ان سب کے با۔۔۔ گھر میں کئی کئی مہمان آجاتے ہیں تو ان کا کھانا خود ہی پکاتی ہیں،

مہمان خواتین میں سے اگر کوئی کام کرنے کو کہتی ہیں تو بھی کسی کو کام نہیں کرنے دیتیں خود ہی کرتی ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے کہ تقریباً دو ہفتے مہمانوں کا بہت ہجوم رہا، ڈیڑھ دو ہفتے تو ایسے رہا کہ ہر وقت چار پانچ، چار پانچ مہمان گھر میں موجود تھے اور تین دن تک تو سات مہمان مسلسل رہے، کھانا پکانے کا کام خود ہی کرتی رہیں، سات مہمانوں میں دو خواتین بھی تھیں انہوں نے کہا بھی کہ ہم پکاتے ہیں مگر یہ مانتی ہی نہیں کسی سے پکواتی ہی نہیں حتیٰ کہ باورچی خانے میں جانے ہی نہیں دیتیں بیٹھی رہو آرام سے انہیں رات کو نیند نہیں آتی دن میں کچھ سو لیتی ہیں مگر ان دنوں میں رات دن ایک ہو گئے، رات کو بے خوابی کی وجہ سے آرام نہیں کر پائیں اور دن میں مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے۔ آج ٹیلیفون پر ایک مخلص نے کہا کہ سنا ہے آپ کے ہاں اتنے مہمان آرہے ہیں میری اہلیہ کہہ رہی ہیں کہ امی جی، (پیرانی صاحبہ) اجازت دیں تو میں خدمت کے لئے آجاؤں۔ میں نے کہا کہ یہ ان سے پوچھنے کی بات ہی نہیں، پوچھوں گا تو یہی جواب ملے گا کہ نہیں وہ اپنے گھر میں ہی رہیں وہ آگئیں تو ایک مہمان کا اور اضافہ ہو جائے گا، لہٰذا آپ اپنی اہلیہ کو اپنے گھر میں ہی رکھیں۔

نظم اوقات کی پابندی:

ان حالات کے ساتھ ایک اور بات کی بھی بڑی اہمیت ہے اگر کسی کام کا کوئی وقت معین کر دیا جائے کہ ایک منٹ بھی تاخیر نہ ہو تو وہ کام کئی گنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، کتنا ہی مشکل کام ہو مگر اس میں وقت کی زیادہ پابندی نہ ہو تو ذہن آزاد رہتا ہے اور انسان آہستہ آہستہ کرتا رہتا ہے کہ جب بھی ہو جائے کوئی بات نہیں لیکن اگر کام تو آسان ہو مگر وقت کی پابندی ہو جائے کہ اس وقت یہ کام

ضرور اور لازماً کرنا ہے ایک منٹ بھی تأخیر نہ ہو تو آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے، یہاں میرے کھانے کے اوقات معین ہیں اوقات تو ہر چیز کے معین ہیں سونے جاگنے کے اوقات، استنجا خانے میں جانے کے اوقات، وضوء کرنے کے اوقات، نمازوں کے لئے تیاری کے اوقات، ہر کام کا وقت معین ہے لیکن کھانے کے لئے اوقات کی تعیین سے ان کی محنت میں اضافہ ہو جاتا ہے، معیّنہ اوقات کی ایسی پابندی کرنا کہ ٹھیک معین وقت پر کھانا بالکل تیار ہو ذرا سی بھی تأخیر نہ ہو پھر ایک دو دن نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ایسی پابندی کرنا بہت مشکل کام ہے، صبح ناشتہ نو بجے سے ایک منٹ بھی اوپر نہ ہو، دوپہر کے کھانے میں ساڑھے بارہ بجے سے ایک منٹ بھی دیر نہ ہو، رات میں عشاء کی نماز سے ایک گھنٹا پہلے کھانا تیار ہونا چاہئے ایک منٹ بھی دیر نہ ہو، شاید کوئی یہ سمجھے کہ میری طرف سے کوئی حاکمانہ و آمرانہ حکم ہوتا ہے اور گھر والے مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں، ایسی بات نہیں میں اپنا نظم بتا رہا ہوں، میرا یہ نظم ہے گھر والوں کو کہنا نہیں پڑتا کہ اس نظم کی رعایت رکھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ صلاحیت عطاء فرمائی ہے کہ از خود میرے کہے بغیر کرتی ہیں کبھی تأخیر نہیں ہوتی، میں جب باورچی خانے میں کھانا کھانے جاتا ہوں تو سب کچھ پہلے سے ہی تیار ہوتا ہے۔ اب اس صورت میں دیکھیں کہ سات مہمانوں کا کھانا تیار کرنا ہے پھر یہ کہ وقت کی اتنی پابندی کہ میرے کھانے کے مقررہ اوقات سے ایک منٹ بھی تأخیر نہ ہو، ذرا سوچیں کہ کتنا مشکل کام ہے لیکن بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ بہت مسرت سے کرتی ہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

صبر و شکر کا مظاہرہ:

جب یہ سات مہمان آئے ہوئے تھے اور تین دن تک رہے ان کے لئے

ناشتہ تیار کر رہی تھیں میں ناشتہ کرنے باورچی خانے میں پہنچا تو بڑی خوشی سے کہنے لگیں خوقیر کا ہوٹل ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے بالکل قریب باب الملک عبدالعزیز کے سامنے کسی زمانے میں عبدالعزیز خوقیر کا ہوٹل تھا، دنیوی لحاظ سے بہت اونچے طبقے کے لوگ اس میں ٹھہرا کرتے تھے، حجاج کو کھانا کھلانے میں بہت مشہور تھے بہت عمدہ قسم کا کھانا کھلاتے تھے، منیٰ میں بھی ان کے محلات تھے وہاں بھی حجاج کو اپنے محلات میں ٹھہراتے تھے، ایک بار ہم وہیں خوقیر کے ہوٹل میں ٹھہرے تھے، یہ جب مہمانوں کے لئے ناشتہ تیار کر رہی تھیں تو ہنس ہنس کر بہت خوشی سے کہہ رہی تھیں خوقیر کا ہوٹل ہے، مطلب یہ کہ بہترین اور بہت وافر مقدار کھانے پکا رہی ہیں تو خوقیر کا ہوٹل یاد آ رہا ہے۔ سات مہمانوں کا سنبھالنا مزید یہ کہ جیسے بتا چکا ہوں کہ انہیں رات میں بے خوابی کا عارضہ بھی ہے جسے رات میں نیند نہ آئے اور دن میں مہمان نہ سونے دیں جب کہ دن میں کچھ وقت آرام کی عادت بھی ہو پھر کوئی ایک دن نہیں کئی کئی دن، اس کا کیا حال ہوگا وہ تو دعائیں کرے گا کہ یا اللہ! مہمان جلدی سے چلے جائیں مگر یہاں بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ یہ حال ہے کہ مہمان جانے لگے تو انہوں نے بہت اصرار سے کہا کہ میرے کہنے سے کم از کم ایک دن تو اور ٹھہر جائیں۔ یہ ہے صبر و شکر، سات مہمانوں کے سہ روزہ قافلے کو، ستر سے اوپر عمر، انتہائی کمزوری، شب و روز کی مسلسل بے خوابی اور دوسری کئی جسمانی تکلیفوں اور کام میں دوسرا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہ ہونے کے باوجود اصرار کر کے مزید ایک دن کے لئے روک رہی ہیں۔

مسلمان کی ڈرپ:

کبھی کبھار عمر کے لحاظ سے کچھ کمزوری کا کہتی ہیں کہ کمزوری محسوس ہوتی

ہے تو اس کا جواب بھی سن لیجئے میں جواب دیتا ہوں کہ کوئی بات نہیں یہ بڑھاپا اور کمزوری تو ایک دوروز کی مہمان ہے ختم ہو جائے گی پھر انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ جوانی ہی جوانی، صحت ہی صحت کچھ نہ پوچھئے۔

جو جاکے نہ آئے وہ بڑھاپا دیکھا
جو آکے نہ جائے وہ جوانی دیکھی

یہ جو بڑھاپا ہے یہ جائے گا تو کبھی نہیں آئے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو جوانی دیں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جوانی ہوگی، بس میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ کوئی بات نہیں ایک دوروز کی بات ہے ابھی پہنچے وطن، اس پر انہیں بہت خوشی ہوتی ہے اور ہر مسلمان کو خوش ہونا چاہئے، اگر واقعۃً مسلمان ہے تو موت کے تصور سے اور وطن جانے کے شوق سے اتنی خوشی اور اتنی قوت اس میں آنی ضروری ہے کہ جیسے کئی ڈرپ لگ گئی ہوں۔

دل قفس میں لگ چلا تھا پھر پریشاں کر دیا
ہمصفیرو تم نے کیوں ذکر گلستاں کر دیا

طوطا کہتا ہے کہ قفس میں رہتے رہتے مجاہدہ کرتے کرتے کچھ کچھ دل لگ چلا تھا دوسرے طوطے کہیں بولے تو ان کی آواز سن کر کہتا ہے کہ ارے ہم صفیرو! تم نے کیوں گلستاں کا ذکر کر کے مجھے پھر پریشان کر دیا۔

ہمصفیرو تم نے کیوں ذکر گلستاں کردیا

اللہ کے بندوں کا حال تو یہ ہونا چاہئے کہ آخرت کی نعمتوں کا سن کر، وطن کی طرف روانگی کا سن کر یوں لگے کہ جیسے کئی کئی ڈرپ لگ گئی ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ راحت، فرحت، توانائی محسوس ہو۔ آج کے مسلمان یہ ڈرپ نہیں

لگواتے دوسری ڈرپیں لگواتے رہتے ہیں۔

عورتوں کا حال یہ ہے کہ بڑے فخر سے بتاتی ہیں کہ دو ڈرپیں لگ گئیں، تین لگ گئیں، اچھی خاصی صحت مند جوان لڑکیاں گھروں میں آرام سے بیٹھی رہتی ہیں گھر کے کام میں ایک تنکا نہیں توڑتیں سارا دن سوتی رہتی ہیں، خراٹے لیتی رہتی ہین، بیٹھی رہتی ہیں، موٹی ہورہی ہیں پھر کہتی ہیں کہ ڈاکٹر نے بتایا ہے باہر ذرا تفریح کے لئے نکلا کریں تا کہ وزن کم ہو۔ میں کہتا ہوں کہ موٹاپے کا یہ علاج نہیں کہ باہر تفریح کرنے جائیں بلکہ موٹاپے کا علاج یہ ہے کہ چکی پیسا کریں، آٹا گھر کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو طالبان کو دیا کریں مگر یہ چکی کہاں پیسیں گی انہوں تو ذرا ذرا سی بات پر ڈرپ کی ضرورت پڑتی ہے۔ دیندار لوگوں کی ڈرپ کیسے لگتی ہے کہ کوئی فکر نہ کیجئے یہ کمزوری ایک دو دن کی مہمان ہے پھر دیکھئے ان کا شوق وطن کیسے جوش مارتا ہے　ع

ہمصفیرو تم نے کیوں ذکر گلستاں کردیا

اس زمانے کی عورتوں کو صرف پانچ کام ہیں میک اپ، چیک اپ، الٹرا ساؤنڈ، ڈرپ اور سیر و تفریح۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو اپنی محبت کی ڈرپ لگادیں۔ اللہ کے بندو! ہسپتالوں میں جتنا پیسا برباد کررہے ہو، ڈرپوں پر جتنے پیسے ضائع کررہے ہو، ڈاکٹروں حکیموں کے ہاں جتنے خزانے لٹا رہے ہو وہ اللہ کی راہ میں لگاؤ، جہاد میں لگاؤ، اپنے مال کو صحیح مصرف پر لگاؤ تو دیکھئے اللہ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک عذاب ہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مال دیا اسے صحیح مصرف پر نہیں لگاتے کچھ ہسپتالوں کی نذر، کچھ ڈاکٹروں کی نذر، کچھ ڈرپوں کی نذر، لگاؤ ڈرپ پر ڈرپ، ڈرپ پر ڈرپ، ارے! اللہ کی محبت کی

ڈرپ لگالیا کریں مال جتنا بھی ہے وہ بھیجا کریں جہاد کے لئے، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

یہ حالات اس لئے بتا دیئے کہ کچھ عبرت ہو، ہم بھی تو اسی دنیا میں رہتے ہیں کسی دوسری دنیا میں نہیں یہیں رہ رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے۔ جب تک حیات مقدر ہے صحت، عافیت، قوت اور ہمت کے ساتھ آخر دم تک اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دین کی خدمات بہتر طریقے سے زیادہ سے زیادہ انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ میں گھر والوں سے کہتا رہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دین کی جو خدمات بھی مجھ سے لے رہے ہیں آپ ان میں شریک ہیں، کہتے ہیں نا ''شریک زندگی'' تو شریک زندگی کا مطلب کیا ہوتا ہے کہ جو کام شوہر کر رہا ہے، اس میں بیوی اس کی معاون ہوتی ہے، لوگ تو شریک زندگی اسے کہتے ہیں کہ شوہر بھی ملازمت کرے بیوی بھی ملازمت کرے، دونوں گدھا گدھی کما کما کر لگاؤ ڈھیروں کے ڈھیر لگاؤ۔ وہ تو اس معنی سے کہتے ہیں اور جن میں ذرا سی غیرت ہے تو وہ شریک زندگی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کماتے ہیں اور بیوی بچوں کو سنبھالنے، کھانا تیار کرنے اور گھر کی حفاظت وغیرہ جیسے کام کرتی ہے اس طریقے سے خواتین شوہر کی معاون ہوتی ہیں، جو شخص جو کام کرتا ہے اس کام میں اس کی بیوی معاون ہوتی ہے، اس لئے میں ان سے کہتا ہوں کہ جتنی خدمتیں اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ سے لے رہے ہیں مع ضرب مومن آپ ایک ایک کام میں شریک ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ شریک رکھیں گے انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ، اگرچہ انہیں خود ہی اس طرف توجہ ہے مگر توجہ الی اللہ میں ترقی کے لئے کبھی کبھی کہہ دیتا ہوں۔

علاج کی ناکامی کے قصے:

میں نے اپنے حق میں بہتر سے بہتر آب وہوا کے ناکام ہوجانے کے دو قصے بتائے تھے اب علاج کے ناکام ہونے کے سلسلے کی بھی کچھ مثالیں بتاتا ہوں:

❶ ایک حکیم صاحب بہت مشہور تھے خاص طور پر معدے کے امراض میں تو بہت ہی شہرت رکھتے تھے، ایک بار ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں معدے کی بہت معمولی سی تکلیف بتادی انہوں نے دواء دی تو اس نے الٹا کام کردیا، فائدے کی بجائے الٹا نقصان، حالانکہ بہت ہی مشہور خاص طور پر معدے کے علاج کے بارے میں تو بہت ہی مشہور تھے۔

❷ ایک بہت بڑے بین الاقوامی اسپیشلسٹ مشہور ہیں، وہاں میں خود اپنے علاج کے لئے نہیں پہنچا ایسی حماقت تو انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی نہیں کروں گا، ایک عزیز بیمار ہوگئے انہوں نے اصرار کیا کہ وہ اس ڈاکٹر کے پاس جائیں گے میں نے حتی الامکان سمجھایا کہ ایسے اونچے اونچے علاجوں کو چھوڑو اللہ پر توکل رکھو مگر وہ باز نہ آئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کیا، ان سے قریبی تعلق ہے اس لئے ان کی دل جوئی کی خاطر میں ساتھ چلا گیا، مجھے معدے کی بہت معمولی سی تکلیف رہتی تھی وہاں پہنچ کر خیال آیا کہ جب آہی گئے تو میں اپنے بارے میں بھی کچھ پوچھ لوں، ان کی دواء کی ایک ہی گولی کھائی تو متلی اور قے کا سلسلہ شروع ہوگیا، فائدے کی بجائے الٹا نقصان۔

❸ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران عشاء کی نماز کے بعد کچھ لوگ جمع ہوجایا کرتے

تھے وہاں ایسے ہی باتوں باتوں میں ذکر آ گیا کہ پیچش کی معمولی سی شکایت ہے ان میں کوئی ڈاکٹر صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں کوئی ڈاکٹر صاحب بھی ہیں ورنہ ہرگز ذکر نہ کرتا، ڈاکٹر صاحب نے جو سنا تو بڑی ہی محبت اور اصرار سے کہا کہ یہ گولی تو آپ کھا ہی لیں کیونکہ اگلے دن مدینہ منورہ کا سفر کرنا ہے۔ وہ تکلیف قندھار سے واپسی پر کوئٹہ سے ہی کچھ کچھ شروع ہو چکی تھی لیکن اتنی ہلکی تھی کہ اسی حالت میں کوئٹہ سے اٹھمقام کشمیر گئے، راستہ بہت کٹھن تھا مظفر آباد سے اٹھمقام تک جاتے ہوئے پورا دن لگ گیا پہاڑی راستہ تھا دوسری وجہ یہ کہ روڈ بن رہا تھا نیچے اوپر جھٹکے لگ رہے تھے اس طریقے سے پورا دن جانے میں اور پورا دن واپسی میں لگا اتنا کٹھن سفر تو کرلیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسان فرما دیا کوئی پریشانی نہیں ہوئی مگر مکہ مکرمہ پہنچ کر غلطی ہوگئی کہ ڈاکٹر کی گولی کھالی وہی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دکھا دیتے ہیں کہ دیکھو! سب کچھ ہمارے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس گولی نے کیا کام کیا، بھوک بند پیاس بھی بند اور مسلسل قے، تین دن تک غذاء کا ایک ذرہ بھی پیٹ میں نہیں گیا، پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں گیا، خالی معدہ قے ہوتی رہی، تین دن اسی طرح گذارے، تین دن کے بعد اتنا ہوا کہ سیب کے جوس کا ایک گلاس پوری رات میں گھونٹ گھونٹ کر کے پیا، ایک دو گھونٹ پیے پھر ایک دو گھنٹے کے بعد ایک دو گھونٹ پیے اس طریقے سے پوری رات میں ایک گلاس پیا۔

یہ قصے اس لئے بتا رہا ہوں کہ کچھ سبق حاصل کریں، ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اسباق ہیں کہ ہر حال میں نظر اللہ پر رہے اللہ پر۔ آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو مرنے والا ہے اسے بچانے کے لئے پورا زور لگا دو، یہ

لوگوں کا نظریہ ہے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہے تو سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے اختیار میں مگر اپنا زور تو پورا لگا دو، یہ نظریہ غلط ہے، یہ جو کہہ دیتے ہیں کہ ''ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے اختیار میں'' وہ مجبورًا کہتے ہیں خوشی سے تھوڑا ہی کہتے ہیں، دیکھ رہے ہیں کہ پورا زور لگانے والے بھی مر ہی رہے ہیں اس لئے یہ تو انہیں کہنا ہی پڑتا ہے۔ کسی بھی چیز کی طلب کے بارے میں شریعت نے اعتدال کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ان نفسًا لن تموت حتی تستکمل رزقها فاتقوا اللّٰه واجملوا في الطلب﴾ (شرح السنة)

ترجمہ: ''بے شک کوئی نفس اپنا رزق پورا کئے بغیر ہرگز نہیں مرے گا، سو اللہ سے ڈرو اور طلب میں اختصار سے کام لو۔''

یہ حدیث اگرچہ طلب رزق کے بارے میں ہے مگر سب حاجات کا یہی حکم ہے کہ اختصار و اعتدال سے کام لو۔ ہر چیز میں اعتدال سے کام لیں، یہ نہیں کہ پورا ہی زور لگا دیں، انگلینڈ، امریکا، وغیرہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں جا کر شیطانی مراکز اور کفرستان میں مرنے کی کوشش نہ کریں، اعتدال سے رہنا چاہئے۔

اعتدال کا مفہوم:

یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے کہ اعتدال کسے کہتے ہیں؟ انگلینڈ اور امریکا پہنچنے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ اعتدال سے کر رہے ہیں، یہ بات ذرا سمجھنے کی ہے، اس بارے میں پہلے چند قاعدے سمجھ لیں۔

علاج کے قاعدے:

① ہسپتال سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو ہسپتال سے محفوظ رکھیں۔

② علاج کے لئے دوسرے شہر میں نہ جائیں، نہ ہی دوسرے شہر سے کسی ڈاکٹر یا طبیب کو بلوائیں، نہ دوسرے شہر سے دواء منگوائیں، اپنے شہر میں جو علاج سہولت سے ہوسکے وہی کریں۔

③ حکیم یا ڈاکٹر متوسط درجے کا ہو بہت اونچے درجے کا تلاش نہ کریں۔ اتنا دیکھ لیں کہ ان کے پاس جانے والے مریضوں میں سے اکثر کو شفاء ہوجاتی ہے۔ اگر اکثر شفایاب ہوجاتے ہیں تو ان کا علاج شروع کردیا جائے پھر جو کچھ مقدر ہوگا ہوجائے گا، مرنا ہوگا تو مرجائیں گے، زندہ رہنا مقدر ہوگا تو زندہ رہ جائیں گے۔

④ غذا وغیرہ کا جو عام معمول ہے اسی کے مطابق جاری رہے۔ بعض مرتبہ مریض کی بھوک بند ہوجاتی ہے یا اللہ تبارک وتعالیٰ کھانے کا راستہ بند کر دیتے ہیں اس لئے کچھ کھا پی نہیں سکتا، ایسی حالت میں اسے زبردستی کھلانے پلانے یا نلکیوں کے ذریعے غذاء پہنچانے کی کوشش نہ کریں، جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جتنی غذاء مقدر ہے وہ کھائے گا، مریض کی رغبت کے مطابق اور کھانے پینے کا جو راستہ اللہ نے بنادیا بس اسی ذریعے سے جتنا اندر چلا جائے وہی ٹھیک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿لاتکرھوا مرضاکم علی الطعام فان اللّٰہ تعالٰی یطعمھم ویسقیھم﴾ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: ''اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور مت کرو اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں کھلاتے پلاتے ہیں۔''

⑤ علاج کے مصارف اپنی آمد کے نیچے رکھیں، قرض لے کر لوگوں سے بھیک مانگ کر علاج نہ کروائیں بلکہ جتنی آمد ہے اس کے تحت رکھیں۔

یہ چند قاعدے بتا دیئے اگر پھر بھی اعتدال میں شبہ رہے تو اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد سن لیجئے:

﴿یایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعلکم فرقانا﴾

(۸_۲۹)

اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو تو اللہ تبارک وتعالیٰ قوت فیصلہ عطاء فرما دیں گے، نافرمانیوں سے توبہ کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ دل میں ایسی بصیرت پیدا فرما دیں گے جس سے اعتدال کا فیصلہ کر سکیں گے، دوسرا نسخہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو اعتدال کی دولت سے نوازا ہے ان کے احوال واقوال دیکھتے سنتے رہیں ان سے سبق حاصل کریں کہ جیسے یہ کر رہے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کرنا چاہئے۔

سیب کے فائدے:

صحت کا موضوع چل رہا ہے اس سلسلے میں ایک بات اور خیال میں آگئی کہ سیب کے بارے میں قدیم وجدید پوری دنیا کا اجماع ہے یونانی، ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک، ویدک وغیرہ سب کا اجماعی فیصلہ ہے:

﴿تفاحة علی الریق لاترک للدکتور طریق﴾

ترجمہ: ’’نہار منہ ایک سیب کھا لیا جائے تو ڈاکٹروں کے راستے بند۔‘‘

یہ مقولہ عربی میں بھی مشہور ہے اور انگریزی میں بھی۔ اگر آپ اپنی تسکین کے لئے یہ سوچ لیا کریں کہ نہار منہ ایک سیب کھانا پوری دنیا کے اطباء کے نزدیک سب سے بڑا علاج ہے ایک سیب روزانہ نہار منہ کھا لیا کریں پھر آگے سوچ لیا کریں کہ جو علاج پوری دنیا کے مسلمات میں سے ہے، سب سے بڑا ہے وہ تو کر رہا ہوں اور موت کا ایک وقت مقرر ہے مرنا تو ہے ہی امریکا چلے جائیں، انگلینڈ چلے جائیں، کہیں بھی چلے جائیں جب وقت آئے گا تو کوئی بھی نہیں بچا سکتا لیکن جہاں تک علاج کا تعلق ہے تو سارے علاجوں سے بڑا علاج کر رہا ہوں، دیکھئے کیسا بہترین نسخہ ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص سیب کھانے کے بعد مر گیا تو لوگ کہنے لگے:

﴿کیف مات وفی بطنہ تفاح﴾

ترجمہ: ’’اس کے پیٹ میں سیب ہے پھر کیسے مر گیا؟‘‘

سیب اتنی بڑی دواء ہے کہ وہ کھانے کے بعد مر گیا تو لوگوں کو تعجب ہو رہا تھا کہ کیسے مر گیا۔ مکہ مکرمہ کے ڈاکٹر نے مجھے جو گولی دی تو میں نے اس پر ایک اور جملہ چسپاں کر دیا:

کیف لم امت وفی بطنی حبۃ الدکتور

ترجمہ: ’’میرے پیٹ میں ڈاکٹر کی گولی پھر بھی نہیں مرا۔‘‘

میرے اللہ کی قدرت دیکھئے، یہ دونوں قصے آپس میں ملا لیں پیٹ میں سیب پھر بھی مر گیا یہ میرے اللہ کی قدرت، پیٹ میں ڈاکٹر کی گولی پھر بھی نہیں مرا

یہ میرے اللہ کی قدرت۔

عذاب الٰہی کی ایک صورت:

اگر معمولی علاج سے فائدہ ہوجائے تو دو رکعت شکرانے کے پڑھیں اور اگر فائدہ نہ ہو تو دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھیں اور اگر اونچے درجے کے علاج سے فائدہ ہوجائے تو دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھیں اور فائدہ نہ ہو تو دو رکعت شکرانے کے پڑھیں، اس لئے کہ بڑے علاج سے فائدہ ہوجانا اللہ کی طرف سے عذاب ہے کہ آیندہ خود بھی اور دوسروں کو بھی بڑے بڑے علاجوں کا مشورہ دیا کرے گا فلاں ڈاکٹر بہت بڑا اسپیشلسٹ ہے اس کے پاس پہنچو، فلاں ہسپتال بہت بڑا ہے وہاں پہنچو، یہ تو ایک عذاب کا دروازہ کھل گیا، توبہ کریں تاکہ آیندہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عذاب سے بچائیں اور معمولی علاج سے شفاء عطاء فرمادیا کریں۔

ایک حکیم صاحب نے اپنا قصہ بتایا کہ کوئی بہت بڑا سیٹھ میرے پاس علاج کے لئے آیا میں نے دواء دی اور سیٹھ سے پانچ روپے لئے، اس نے ایک دو خوراکیں کھانے کے بعد فون پر بتایا کہ کوئی فائدہ محسوس نہیں ہورہا میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں آپ اپنے ڈرائیور کو بھیج دیجئے میں دواء دے دیتا ہوں پھر میں نے وہی دواء جو پہلے پانچ روپے میں دی تھی دوسری بار پانچ ہزار میں دی اسے کھانے کے بعد وہ سیٹھ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دواء بہت اچھی ہے اس سے تو بہت فائدہ ہورہا ہے۔ ذرا سوچئے یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ عقل عطاء فرمائیں۔ دراصل لوگوں کو وطن سے ہوگئی نفرت اور سفر سے ہوگئی محبت

اس لئے کہتے ہیں کہ سارا ہی زور لگادو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو اعتدال کی زندگی عطاء فرمائیں، شوق وطن عطاء فرمائیں۔

مضمون کی اہمیت:

آج جو مضمون بیان ہوا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ گزشتہ دو ہفتوں سے میری طبیعت سخت خراب ہے، گلے میں درد ہے، شدید کھانسی، تھوڑی دیر بولتا ہوں تو گلے میں درد ہونے لگتا ہے کھانسی اٹھتی ہے اور پھر مجھے رکنا پڑتا ہے زیادہ بول نہیں سکتا اس لئے گزشتہ دو جمعہ میں بیان بھی نہیں ہوسکا اور آج تو یہ حالت رہی کہ دوپہر کو بھی ٹیلیفون بند رہا، ٹیلیفون پر کسی سے بات کر رہا تھا تو کھانسی کا ایسا دورہ پڑا کہ درمیان میں رکنا پڑا آخر دفتر میں کہہ دیا کہ جو ٹیلیفون آئے بتادیا جائے کہ گلے میں درد ہے کھانسی ہورہی ہے اس لئے بات نہیں ہوسکتی۔ مگر اس وقت میں دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت آج پورا وقت عصر سے لے کر مغرب تک مسلسل بولا ہوں اور درمیان میں کھانسی تو کیا گلے میں خراش کا بھی کوئی ذرا سا احساس تک نہیں ہوا، یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مدد ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اس مضمون کی کتنی اہمیت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قدر نعمت کی توفیق عطاء فرمائیں، اس خدمت کو قبول فرمائیں، امت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک

ورسولک محمد و علی الہ وصحبہ اجمعین

والحمدللہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمٰن ودا
بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم: ۹۶)

غیبت پر عذاب

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ :۔ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :۔ غیبت پر عذاب

بمقام :۔ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت :۔ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد :۔ صفر ۱۴۲۴ھ

مطبع :۔ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر :۔ کتاب گھر ناظم آباد ۴ ۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

غیبت پر عذاب

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی الٰہ وصحبہ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم،

﴿یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ تواب رحیمo﴾

(۴۹. ۱۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو،

کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو، اور کوئی
کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو
پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو
تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک
اللہ تبارک وتعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

آج کل غیبت کا مرض پورے معاشرے میں ایک مہلک وبا کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے، مشائخ کی مجلس ہو یا علماء کی، عوام کی مجلس ہو یا خواص کی، ہر مجلس میں ایک دوسرے کی غیبت اور برائیاں بیان کی جاتی ہیں، ہر شخص دوسرے پر تنقید کرنے میں لگا ہوا ہے، ہر طرف غیبت کا بازار گرم ہے۔ آج اسی مہلک مرض اور عظیم گناہ سے متعلق بیان ہوگا اور اس سے بچنے کی تدابیر بتائی جائیں گی، اللہ تبارک وتعالیٰ بات دلوں میں اتار دیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

اس وعظ میں غیبت سے متعلق پانچ چیزیں بیان کی جائیں گی:

① غیبت کسے کہتے ہیں؟
① غیبت پر عذاب عظیم۔
② غیبت کرنے سے بچنے کے نسخے۔
③ غیبت سننے سے بچنے کے نسخے۔
④ جن لوگوں کی غیبتیں کیں یا سنیں ان سے معاف کروانے کا طریقہ۔

❶ غیبت کسے کہتے ہیں؟

غیبت کہتے ہیں کسی کے واقعی عیب کو اس کی پیٹھ پیچھے دوسروں کے سامنے

زبان سے یا اشارہ سے یا تحریر سے اس طرح ظاہر کرنا کہ اسے پتا چل جائے تو ناگواری محسوس کرے، اسے غیبت جبھی کہیں گے کہ وہ عیب واقعۃً اس میں موجود ہو، اگر وہ عیب اس میں نہیں تو اسے الزام، افتراء اور بہتان کہتے ہیں جس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے، اس بارے میں بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ کسی کا واقعی عیب بیان کرنے کو غیبت نہیں سمجھتے، چنانچہ کوئی کسی کی غیبت کر رہا ہو اور اس سے کہا جائے کہ آپ غیبت کر رہے ہیں تو وہ کہے گا: ''نہیں میں تو صحیح بات کہہ رہا ہوں، حقیقت بتا رہا ہوں، مجھے اس کے سامنے کر دیجئے اس کے سامنے بھی کہوں گا، میں تو واقعی بات کہہ رہا ہوں۔'' اس کا یہ خیال غلط ہے، غیبت تو کہتے ہی اسی کو ہیں کہ کسی کا واقعی عیب پس پشت دوسروں کے سامنے ذکر کیا جائے جس کے علم سے اسے ناگواری ہو۔

❷ غیبت پر عذاب عظیم:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا صاف اور واضح حکم ہے:

﴿یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیمO﴾

(۴۹-۱۲)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے احکام پر عمل کرنے کو آسان فرمانے کے لئے نسخے کے طور پر مضمون کو ''یایھا الذین امنوا'' سے شروع فرماتے ہیں۔

''اے ایمان والو'' فرما کر محبت کا انجکشن پہلے لگا دیتے ہیں، ایمان کے معنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ عشق ومحبت کا دعویٰ کرنا ہے تو مطلب یہ ہوا: ''اے عاشقو! عشق ومحبت کے دعویدارو! اگر تم اپنے ایمان اور عشق کے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے احکام کی تعمیل کیوں نہیں کرتے؟'' اے ایمان والو! کے معنی ہیں اے عاشقو! جس کے دل میں عشق ہوگا وہ تو اس خطاب کو سن کر مدہوش ہی ہو جائے گا کہ محبوب نے کیا کہہ دیا؟ آج تو محبوب نے شراب محبت پلا دی، خود ہی مجھے اپنا عاشق تسلیم کرلیا، عاشق کا لقب دے کر خطاب فرمایا: اے میرے عاشقو! یہ سن کر شراب محبت سے مست ہو کر تعمیل حکم کے لئے فوراً تیار ہو جائے گا:

﴿یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن﴾

ترجمہ: ''اے میرے عاشقو! ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچا کرو۔''

غیبتیں بعض تو واقعی عیوب کی ہوتی ہیں اور کئی محض سنی سنائی باتیں الزام اور بہتان میں داخل ہوتی ہیں، اس لئے فرمایا کہ اپنے دلوں میں دوسروں کے بارے میں فاسد خیالات مت لایا کرو کہ فلاں یہ کر رہا ہے اور فلاں یہ کر رہا ہے، چھوڑ دو ان سب باتوں کو، کیونکہ:

﴿ان بعض الظن اثم﴾

ترجمہ: ''بلاشک بدگمانی بہت بڑا گناہ ہے۔''

دوسروں کے بارے میں جتنے فاسد خیالات اپنے دلوں میں لاتے ہیں اتنے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کے خیالات کیوں نہیں لاتے؟

دل کی روحانی غذاء:

مناجاۃ مقبول میں ایک بہت عجیب دعاء ہے:

﴿اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل ھمتی وھوای فیما تحب وترضی﴾

ترجمہ: ''یا اللہ تبارک وتعالیٰ! میرے دل کے وساوس کو اپنے خوف اور اپنے ذکر کے ساتھ مخصوص کردے، اور میری ہمت اور میری خواہش ایسے اعمال کے لئے مخصوص کردے جو تجھے محبوب ہیں اور تجھے پسند ہیں۔''

یا اللہ! جس طرح تو نے اس دل کے ظاہر کو خالی نہیں رکھا، ہر وقت حرکت میں ہے اگر کسی وقت اس کی حرکت بند ہو جائے تو انسان فوراً مر جائے، اسی طرح اس دل کے باطن کو بھی خالی نہیں رکھا ہر وقت انسان کچھ نہ کچھ سوچتا ہی رہتا ہے، خواہ نماز میں ہو یا بازار میں یا بیت الخلاء میں ہو یا کھانا کھا رہا ہو، ہر وقت انسان کسی نہ کسی سوچ میں لگا ہی رہتا ہے، یا اللہ! جب تو نے اس دل سے خالی رہنے کی صلاحیت ہی ختم کردی، اسے پیدا ہی اسی طرح فرمایا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی خیال آتا ہی رہے تو پھر اس دل کے خیالات کیا ہوں، ہر وقت کیا سوچتا رہوں: خشیتک وذکرک۔ ''تیرا خوف اور تیرا ذکر'' ہر وقت دل میں یہی خیال رہے، اس کے سوا دوسرے خیالات آنے ہی نہ پائیں ہر وقت تیری ہی باتیں سوچتے رہیں، تیرا خوف اور تیرا ذکر کبھی بھی ہمارے دل سے نکلنے نہ پائے۔

جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے
لب پر تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں پر اں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا ایک آن رہے

اور جب یہ حالت ہو جائے تو اس کا اثر اور ثمرہ بھی عطاء فرما دے یعنی:

واجعل همتي وهواي فيما تحب وترضى ۔''یا اللہ! میری ہمت اور میرا مقصود ان کاموں کو بنا دے جو تجھے محبوب اور پسند ہیں۔'' یا اللہ! سب کے حق میں یہ دعاء قبول فرما۔ آگے ارشاد ہے: **ولا تجسسوا** ۔''ایک دوسرے کی باتوں کا تجسس نہ کیا کریں۔'' ارے! اپنی خیر منائیں، اپنے اعمال کا محاسبہ کریں، موت کے لئے کیا کچھ تیاری کی ہے، آخرت کے لئے کوئی سامان بنایا ہے یا نہیں؟

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

دوسروں کے عیوب وہی دیکھتا ہے جسے اپنی حالت کی خبر نہیں ہوتی کہ اپنے ساتھ کیا ہونے والا ہے، اپنی سوچو، دوسروں کی فکر میں مت رہو۔

غیبت کرنے والے کی مثال:

آگے فرماتے ہیں:

﴿**ولا يغتب بعضكم بعضا**﴾

ترجمہ: ''ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔''

اے عشق کے دعویدارو! یہ ہمارا حکم ہے، اگر ہمارے ساتھ محبت ہے تو عمل کر کے دکھاؤ کہ ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، جو کسی کی غیبت کرتا ہے اس کی کیا مثال بیان فرمائی: ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔ ''کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ؟ یہ تو تمہیں ناگوار ہے۔''

سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، جیسا کہ اس آیت سے کچھ پہلے ارشاد ہے:

﴿انما المؤمنون اخوۃ﴾ (۴۹۔ ۱۰)

ترجمہ: ''سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

لہٰذا اپنے کسی مسلمان بھائی کی غیبت مت کرو بلکہ یہ تو حقوق انسانیت میں سے ہے، اسی لئے کسی کافر کی بھی غیبت جائز نہیں۔ جو کسی کی غیبت کرے گا اس نے اتنا بڑا گناہ اور اتنا قبیح اور برا کام کیا کہ گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا۔ کیا کوئی یہ پسند کرسکتا ہے کہ وہ کسی انسان کا گوشت کھائے پھر وہ بھی مردہ اور اپنے مسلمان بھائی کا؟ جب یہ کام کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں بلکہ بہت ہی مذموم اور دائرہ انسانیت سے خارج۔ ہے تو کسی کی غیبت کرنا کیونکر پسندیدہ اور دائرۂ انسانیت میں داخل ہوسکتا ہے؟

غیبت پر دنیوی عذاب:

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سنئے:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں کو روزہ بہت لگا اور پیٹ میں شدید درد کا دورہ پڑا، بالکل مرنے کے قریب ہوگئیں، گناہ کرنے سے روزہ بہت لگتا ہے جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اگر کبھی روزہ رکھ لیں تو انہیں روزہ کی اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بس ابھی مرے ابھی مرے۔ اور جو گناہوں سے بچتے ہیں انہیں روزے کا کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ کیسے گذر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کے بارے میں اطلاع دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور ان دونوں کے سامنے برتن رکھ کر فرمایا ''اس میں قے کرو'' قے کی تو اس میں خون اور گوشت کے ٹکڑے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حلال کیے ہوئے رزق سے تو روزہ رکھا اور حرام سے افطار کیا اس طرح کہ دونوں نے مل کر لوگوں کا گوشت کھایا ہے۔''
یعنی اسی لئے انہیں روزہ کی تکلیف محسوس ہوئی اور ان کے منہ سے مردار گوشت نکلا۔

(رواہ احمد وابو یعلیٰ والبیھقی)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے فرمایا: ''واللہ! میں فلاں کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں۔'' ان لوگوں نے اس شخص کی غیبت کی تھی۔

(تنبیہ الغافلین للسمرقندی صفحہ ۲۵ او الدر المنثور للسیوطی جلد ۷ صفحہ ۵۷۲)

(۳) ایک عورت نے کسی کی غیبت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تھوکو'' اس نے تھوکا تو گوشت کا ٹکڑا نکلا

(الدر المنثور للسیوطی جلد ۷ صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲)

تنبیہ اسی کو ہوتی ہے جس میں فکر آخرت ہو:

یہ حدیثیں سن کر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ ہماری تو رات دن یہی غذاء ہے کہ جہاں بیٹھتے ہیں ایک دوسرے کی غیبت ہی کرتے ہیں مگر ہمیں تو کبھی بھی گوشت اور خون کی قے نہیں آئی اور نہ ہی کبھی پیٹ میں درد ہوا اور نہ ہی دانتوں سے گوشت کے ریشے نکلے، یہاں تو کچھ نکلتا ہی نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔

❶ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی حکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سامنے آئے تو اسے بلا چون وچرا تسلیم کرنا پڑے گا خواہ اس کی حقیقت یا اس کی کوئی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ہمارا کام صرف اس حکم کی تعمیل کرنا ہے، تعمیل حکم کو حقیقت سمجھنے پر موقوف کرنا یا حکمت تلاش کرنا عبدیت کے خلاف ہے، مالک کا حکم ہے اسے صحیح تسلیم کرنا پڑے گا، اور اس پر عمل کرنا پڑے گا، اگر دل میں ذرا بھی شک وشبہہ پیدا ہوا تو ایمان جاتا رہا۔

❷ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے گناہوں پر تنبیہ صرف ایسے لوگوں کو ہوتی ہے جن کے قلوب میں کچھ فکر آخرت ہو۔ گناہوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نہ ہونا اس کا فضل نہیں عذاب ہے۔ کسی گناہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہو جانے کا معاملہ ان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور ان کی دستگیری ہوتی ہے تا کہ وہ آئندہ اس گناہ سے بچ جائیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب

الاکبر لعلھم یرجعون﴾ (۳۲. ۲۱)

ترجمہ: ''اور ہم انہیں قریب کا عذاب بھی بڑے عذاب سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ وہ گناہوں سے باز آجائیں۔''

اس دنیوی تکلیف سے ان لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے جن میں صلاحیت اور فکر آخرت ہے اور جنہوں نے جہنم میں جانا طے کر رکھا ہے انہیں دنیوی عذاب سے ہدایت نہیں ہوتی۔

جن لوگوں کو کسی گناہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی تنبیہ نہیں ہوتی وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ان پر فضل وکرم ہے اور ان کے موجودہ حالات اور ظاہری دینداری سے اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہیں، ایسا ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم نہیں بلکہ استدراج ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار مھطعین مقنعی رؤسھم لایرتد الیھم طرفھم وافئدتھم ھواء﴾ (۱۴. ۴۲،۴۳)

ترجمہ: ''اور جو کچھ یہ ظالم لوگ کرتے ہیں اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو، اس نے انہیں اس دن تک کے لئے مہلت دے رکھی ہے، جس دن نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی، دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے، ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی، اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں

گے۔‘‘

گناہ پر تنبیہ کے عبرت آموز قصے:

❶ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلق میں اگر کبھی مشتبہ لقمہ چلا جاتا تو از خود قے ہو جاتی، حرام لقمہ نہیں صرف مشتبہ لقمہ ہی حلق میں جانے سے قے ہو جاتی، ادھر لقمہ حلق میں گیا ادھر قے ہوگئی۔ اور لوگ رات دن حرام کھاتے رہتے ہیں انہیں کچھ ہوتا ہی نہیں، اس کی حقیقت وہی ہے جو بتا چکا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی دستگیری اور کرم ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں انہی لوگوں کو ایسی تنبیہات ہوتی ہیں۔

❷ دار العلوم کورنگی کے ایک صالح طالب علم کا قصہ ہے، صالح طالب علم آج کل بہت ہی کم ملتے ہیں۔ ان طالب علم نے مجھے اپنا ایک خواب بتایا اور اس خواب سے پہلے ان کے ساتھ ایک قصہ بھی پیش آیا جس پر یہ خواب انہوں نے دیکھا، وہ قصہ یہ ہے ’’دار العلوم کے میدان میں ٹماٹر کا پودا لگا ہوا تھا اس پودے میں ٹماٹر کا ایک دانہ خشک ہو رہا تھا، ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میں نے ٹماٹر کے اس دانہ کو نہیں توڑا تو یہ ضائع ہو جائے گا اور ساتھ ہی یہ بھی سوچا کہ یہ ٹماٹر بھی دار العلوم کا ہے اور میں بھی دار العلوم ہی کا ہوں لہٰذا اس کے توڑنے میں کوئی حرج نہیں، یہ سوچ کر انہوں نے اس ٹماٹر کو توڑ کر کھا لیا، رات کو انہوں نے اسی قسم کا ایک خواب اس طرح دیکھا: ’’وہ ایک باغ میں گئے اور اسی قسم کا ٹماٹر کا ایک پودا وہاں نظر آیا جس میں اسی قسم کا ٹماٹر کا خشک دانہ لٹک رہا تھا انہوں نے یہی سوچ کر کہ اگر اسے نہیں توڑا تو یہ ضائع

ہو جائے گا، اسے توڑ کر کھالیا، باغ کے مالی نے ان کو پکڑ لیا اور بہت پٹائی کی۔" انہوں نے یہ خواب اور قصہ مجھے بتایا۔ میں نے کہا: "آپ کو دارالعلوم کا ٹماٹر کھانے پر اس خواب کے ذریعے تنبیہ کی گئی ہے۔"

یہاں چند باتیں سوچنے کی ہیں:

1. ان طالب علم کے ساتھ کوئی بہت بڑا قصہ پیش نہیں آیا، صرف ٹماٹر کا ایک دانہ کھایا تھا، زیادہ نہیں۔
2. وہ دانہ بھی خشک کہ اگر یہ اسے نہ توڑتے تو وہ ضائع ہو جاتا۔
3. وہ ٹماٹر بھی دارالعلوم ہی کا تھا کہیں باہر کا نہیں تھا، اور یہ طالب علم بھی دارالعلوم ہی کے تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود ایک معمولی سی بات پر انہیں تنبیہ کی گئی اس لئے کہ ان کے دل میں فکر آخرت اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام تھا، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی، اور لوگ کتنے بڑے بڑے ڈاکے ڈالتے رہتے ہیں اور رات دن حرام کھاتے رہتے ہیں انہیں کوئی تنبیہ نہیں ہوتی۔

در ینجا مردمان اندکہ دریا ے خورندو آرو غے نمی زنند

"یہاں تو ایسے حرام خور ہیں کہ دریا کے دریا پی جائیں اور ایک ڈکار بھی نہ لیں۔"

ان لوگوں کو اس لئے تنبیہ نہیں ہوتی کہ ان میں فکر آخرت نہیں، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ڈھیل

دے رکھی ہے۔

❸ میری نوعمری کا قصہ ہے کہ جب پہلی بار حج کے لئے گیا، گرمی کا موسم تھا مکہ مکرمہ میں بہت گرمی اور بہت زیادہ مچھر ہوا کرتے تھے، ہم نے کرایہ کا جو مکان لیا تھا اس میں بجلی کے پنکھے بھی نہیں تھے، اس لئے مچھر بہت تنگ کرتے تھے اور اگر مچھر دانی لگاتے تو سخت حبس ہو جاتا، اس کے برعکس مسجد حرام میں کھلی فضاء کے ساتھ مچھروں کا نام ونشان بھی نہ تھا، اس لئے بہت سے مرد وعورت چھوٹے چھوٹے بچوں سمیت مسجد حرام میں سو جایا کرتے تھے بچے وہیں پیشاب وغیرہ بھی کر دیتے تھے جس کی وجہ سے مسجد کی سخت بے حرمتی ہوتی تھی۔ میں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے مسجد میں سونے کا گناہ نہیں کروں گا۔ مگر ایک بار کیا ہوا کہ رات بہت گذر گئی لیکن مچھروں کی یلغار اور سخت گرمی کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی اور سر میں سخت درد ہو رہا ہے، نفس نے ایک چال سمجھائی یہ نفس بڑا شریر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل فرماتے ہیں:

﴿ان النفس لا مارة بالسوء الا مارحم ربی﴾ (۱۲۔ ۵۳)

''بیشک نفس بہت زیادہ برائیوں کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کی دستگیری ہو جب ہی انسان نفس کی شرارتوں سے بچ سکتا ہے، نفس نے یہ چال سمجھائی: ''اس طرح کب تک پڑے رہو گے، ساری رات گذر جائے گی پھر دن کو کیا طواف اور عبادت کر سکو گے، فجر کی نماز بھی شاید اچھی طرح نہ پڑھ سکو، جاؤ مسجد حرام میں سو جاؤ اور تاویل یہ کر لو کہ اعتکاف کی

نیت کرلو۔ معتکف بن کر ایک طواف کر کے وہیں سو جانا، معتکف کے لئے تو مسجد میں سونا جائز ہے۔'' یہ خیال لے کر اٹھا اور مسجد حرام کی طرف چلا، راستے میں نفس نے ایک اور چال سمجھائی: ''اب کیا طواف کرو گے ویسے ہی کافی دیر ہوگئی ہے، طواف کے لئے پہلے وضو بھی کرنا پڑے گا، اس لئے اور زیادہ دیر ہو جائے گی، اب ویسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر اعتکاف کی نیت سے سو جاؤ۔'' بالآخر نفس نے معتکف بنا کر سلا دیا، جب سو گیا تو کیا خواب دیکھتا ہوں: ''حجر اسود سے ایک نور نکلا جو فٹ بال جتنا بڑا اور اسی جیسا گول تھا اور چاند کی طرح روشن تھا، اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سات چکر پورے کرنے کے بعد وہیں حجر اسود میں غائب ہو گیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ میں باب البیت کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔'' لوگ تو اسے ''باب البیت'' کہتے ہیں، میں اسے ''باب الکریم'' کہتا ہوں، میرے رب کریم کا دروازہ۔

میں نے ایک بار مکہ مکرمہ سے آنے والے ایک خط کا جواب لکھا تو اس میں یہ بھی لکھ دیا: ''میرے لئے ''باب الکریم'' کے پاس جا کر دعاء کریں۔'' انہوں نے ایک بہت بڑا کاغذ لیا، اس میں مسجد حرام کے تمام دروازوں کا نقشہ کھینچا، ہر دروازے کا نام لکھا اور پورا نقشہ مجھے بھیج دیا اور لکھا میں نے تمام دروازوں کو دیکھا لیکن مجھے کہیں بھی باب الکریم نظر نہیں آیا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا جب میں آؤں گا تو آپ کو باب الکریم دکھا دوں گا۔ بیت اللہ کے دروازے کو میں باب الکریم کہا کرتا ہوں۔ میرے رب کریم کا دروازہ۔

خواب کی بات چل رہی تھی، میں نے دیکھا کہ میں بیت اللہ کے دروازے کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے رسول اللہ

ﷺ تشریف فرما ہیں۔ بیت اللہ کی چھت سے چیل کی مانند بڑے بڑے پرندے آ کر گرے جو بہت ہی خوبصورت اور خوش رنگ تھے۔ ان کے پروں پر عجیب رنگینیاں تھیں۔ ان پرندوں کے پروں پر ایسا حسن اور خوبصورتی تھی جیسے مردوں میں ڈاڑھی کی زینت۔

مردوں کی زینت ڈاڑھی

ساتھ ساتھ ایک عقل کی بات بھی بتاتا چلوں۔ ایک مولوی صاحب کہنے لگے: ''آج کل لوگ حسن بنانے کے لئے ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں۔'' آپ یہ سوچیں کہ مرغوں اور مرغیوں میں سے کس میں حسن زیادہ ہے، مرغوں میں یا مرغیوں میں؟ ہر شخص جانتا ہے کہ مرغ میں حسن زیادہ ہے۔ پھر سوچیں کہ مرغ کا حسن کس چیز میں ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا حسن اس کے سر پر تاج اور چونچ کے نیچے ڈاڑھی اور پیچھے لمبی دم کی وجہ سے ہے۔ اگر آج کا کوئی ڈاڑھی منڈانے والا مسلمان اسے یہ سمجھا دے کہ تم یہ سر کا تاج اور دم وغیرہ نرینہ علامتیں کاٹ دو، حسین بن جاؤ گے تو کیا وہ حسین بن جائے گا؟ اس میں حسن آئے گا یا قباحت آئے گی؟ وہ کیا لگے گا؟ اور پتا کیسے چلے گا کہ مرغا ہے یا مرغی؟ شاید کوئی مرغی سمجھ کر اسے کے پیچھے بھاگتا پھرے کہ انڈا دے گی، اور اگر دوسرا مرغا غلط فہمی سے اس کے پیچھے پڑ جائے تو؟

سوچئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک حیوان مذکر میں جس چیز سے زینت رکھی ہے اس کے باقی رکھنے میں حسن ہے یا کاٹنے میں؟ اسی طرح مور اور مورنی کو دیکھ لیجئے، مور مذکر کا حسن مورنی سے کہیں زیادہ ہے، اس کا حسن اس کے سر

کے تاج اور خوبصورت رنگین دم کی وجہ سے ہے۔ جب وہ ناچتا ہے تو سبحان اللہ! اس میں کیسی رنگینیاں نظر آتی ہیں اور کیسا حسین لگتا ہے، اس کے مقابلے میں مورنی میں کچھ بھی حسن نہیں، اگر آج کے مسلمان کو دیکھ کر کہ یہ لوگ تو اپنی ڈاڑھیوں کو کاٹ چھانٹ کر اپنا حسن بناتے ہیں کسی مور کو بھی یہ خیال آجائے اور وہ بھی اپنی نرینہ علامتیں دم اور سر کے تاج کو کاٹ ڈالے تو کیا رہے گا، وہ تو مورنی بن جائے گا۔

اسی طرح افریقہ کے ببر شیر کا حسن اور رعب اس کے بالوں کی وجہ سے ہے، اگر اسے بھی یہ خیال آجائے کہ آج کا مسلمان تو یہ کہتا ہے کہ مردانہ علامت کے بال کاٹنے سے حسن آتا ہے اور وہ اپنے بال جو نرینہ علامت ہیں کاٹ ڈالے تو کیا اس کا حسن رہے گا؟ اور وہ شیر رہے گا یا شیرنی بن جائے گا؟

گناہ کا سب سے پہلا حملہ عقل پر:

ارے اللہ کے بندو! گناہ کرنے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے، گناہ کا سب سے پہلا حملہ عقل پر ہوتا ہے گناہ کرتے کرتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے آج کے مسلمانوں کی عقلیں مسخ ہوگئی ہیں، اچھے برے میں تمیز کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے، ہر اچھی چیز بری اور ہر بری چیز اچھی نظر آتی ہے، جیسا کہ غلبۂ صفراء میں میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے اور سانپ کے ڈسے ہوئے کو کڑوی چیز کی تلخی محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب گناہوں کا زہر جسم میں سرایت کر جاتا ہے تو اس کی زد عقل پر پڑتی ہے، وہ نفع ونقصان میں امتیاز کی صلاحیت کھو بیٹھتی ہے۔ جس طرح ظاہری زہر کا اثر حواس ظاہرہ پر پڑتا ہے اسی

طرح باطنی زہر یعنی گناہوں کا اثر حواس باطنہ یعنی عقل اور اس کے متعلقات پر پڑتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق میں مذکر حیوانات کے بالوں میں زینت رکھی ہے مگر آج کا مسلمان یہ کہتا ہے کہ مردانہ علامت کے بالوں کو کاٹنے میں زینت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب﴾ (مستدرک حاکم)

ترجمہ: ''پاک ہے وہ اللہ جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے زینت دی اور عورتوں کو سر کے بالوں کی مینڈھیوں سے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ مردوں کی زینت ڈاڑھی میں ہے مگر آج کا مسلمان کہتا ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں زینت ہے، اس دنیا کی ساری ہی باتیں الٹی ہوگئی ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے:

﴿ملائکة السماء تستغفر لذوائب النساء ولحی الرجال﴾ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

''آسمان کے فرشتے مینڈھیوں والی عورتوں اور ڈاڑھی والے مردوں کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے ہیں۔''

یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ عقلی لحاظ یعنی حیوانات پر قیاس سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے لحاظ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کی زینت ڈاڑھی میں رکھی ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ مردوں کی زینت ڈاڑھی منڈانے میں ہے۔ (یہ بیان سن کر بہت سے لوگ ڈاڑھی منڈانے کے گناہ کبیرہ سے تائب ہوگئے، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے فیوض میں اور زیادہ برکت عطاء فرمائیں۔ جامع)

میں اپنا خواب بیان کر رہا تھا بیت اللہ کے دروازے کے سامنے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں میں سامنے دوزانو بیٹھا ہوں۔ چند بہت ہی خوبصورت اور بڑے بڑے پرندے بیت اللہ کی چھت سے آکر ہمارے پاس گرے، ان میں سے ایک پرندہ ہمارے بالکل درمیان میں آکر گرا جو پر پھیلائے ہوئے تھا، اس کے پر بھی بہت خوش رنگ تھے، اس کے ایک پر کے اوپر بہت جلی اور واضح حروف میں نہایت خوشخط: لاترکب الھوی۔ اور دوسرے پر: کطیر یطیر علی الھوی۔ لکھا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس پرندے کو گود میں لے کر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''یہ اعمال نامہ ہے اعمال بتائے گا۔'' میں بہت پریشان ہوا کہ واللہ اعلم یہ کیا کچھ بتائے گا، رسول اللہ ﷺ میری پریشانی کو سمجھ گئے، اس لئے فرمایا: ''ابھی نہیں بلکہ بروز قیامت۔'' اس پر مجھے اطمینان ہوا کہ ابھی اصلاح عمل کے لئے کچھ مہلت ہے۔ اس کے بعد خواب ہی میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی میں نے آپ کی خدمت میں یہ خواب بیان کر کے اس کی یہ تعبیر بھی خود ہی بیان کر دی: ''یہ مسجد حرام میں سونے پر تنبیہ ہے، پہلے نور کا طواف دکھا کر بیت اللہ کی عظمت اور جلالت شان ظاہر کی گئی، پھر اس کی بے حرمتی پر رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ

فرمائی اور پرندوں کے پروں کی تحریر سے نفس کی پیروی پر تنبیہ کی گئی ہے، لاترکب الھوی کا مطلب ہے کہ خواہش نفس کی پیروی جائز نہیں اور کطیر یطیر علی الھوی کا مطلب یہ ہے کہ پرندہ خواہش نفس کی پیروی کی وجہ سے جال میں پھنس کر ہلاک ہو جاتا ہے۔'' اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو مجھ پر خوف غالب تھا، پورے جسم پر لرزہ طاری تھا، طبیعت سنبھلنے پر غور کیا تو وہی تعبیر سمجھ میں آئی جو خواب ہی میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر چکا تھا۔ مجھے خوف کے ساتھ اس لحاظ سے مسرت بھی ہوئی کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس غلطی پر تنبیہ فرما دی ورنہ ہزاروں مرد وعورت رات دن وہاں سوتے رہتے ہیں لیکن انہیں نہ کبھی کوئی خواب نظر آیا اور نہ کوئی تنبیہ ہوئی۔ وجہ وہی ہے کہ گناہوں پر تنبیہ اسی کی ہوتی ہے جس کے دل میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی دستگیری فرماتے ہیں۔

● میں اونچے علاج سے ہمیشہ بچتا ہوں مگر ایک بار اللہ تبارک وتعالیٰ نے معرفت کا ایک سبق دینے کے لئے ایک بین الاقوامی مشہور اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے ملاقات کا ایک بہانہ بنا دیا اس نے میرا خوب معاینہ کرنے کے بعد نظام ہضم کی اصلاح کے لئے ایک دواء ''ٹرائی زیمل'' لکھ کر دی، میں نے جب وہ کھائی تو پیٹ میں شدید درد اور رقے کا دورہ پڑا۔ میں نے سوچا کہ یہ دواء تو اصلاح کے لئے بہت مشہور ہے، پھر یہ ایک بین الاقوامی مشہور اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے لکھ کر دی ہے اور لکھنے سے پہلے خوب اچھی طرح میرا معاینہ بھی کیا ہے اس کے باوجود اس کا الٹا اثر کیوں ہوا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو اسے ''ریورس گیر'' لگا دیا ہے اس میں یقیناً کوئی حکمت ہے۔ جب میں نے دواء

کی شیشی پر لکھے ہوئے نسخے کو پڑھا تو سب سے اول اور سب اجزاء سے مقدار میں زیادہ جو جزء تھا وہ ''پنکری اے ٹین'' تھا، یہ خنزیر یا بیل کے لبلبہ سے بنتا ہے۔ اگر یہ دواء پاکستان میں بنی ہوتی تو اس احتمال کی بناء پر گنجائش تھی کہ اس مرکب کا یہ جزء بھی پاکستان ہی میں تیار کیا گیا ہوگا، باہر سے درآمد کرنے کا یقین نہیں اور پاکستان میں اسلامی ذبیحہ کے مطابق بیل ہی کے لبلبہ سے بنایا گیا ہوگا، مگر اس شیشی پر ''میڈان جرمنی'' لکھا ہوا تھا، وہاں اگر یہ جزء بیل کے لبلبہ سے بھی بنایا گیا ہو تو اسلامی ذبیحہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی حرام ہے بس میں سمجھ گیا کہ ''الخبیثت للخبیثین ''خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے ہیں'' میرے رب کریم نے مجھے حرام سے بچانے کے لئے دواء کو ''ریورس گیر'' لگا دیا۔ اس پر مجھے دو خوشیاں ہوئیں ایک یہ کہ غیر شعوری طور پر بھی حرام کا ذرہ حلق میں جانے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچا لیا، دوسری یہ کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں الخبیثت للخبیثین کی فہرست میں نہیں بلکہ الطیبت للطیبین ''پاک چیزیں پاک لوگوں کے لئے ہیں۔'' کی فہرست میں ہوں۔

جواب کی اس مفصل تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس قسم کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان دو عورتوں کو غیبت کی وجہ سے خون اور گوشت کی قے ہوگئی اور ایک شخص نے غیبت کے بعد دانتوں میں خلال کیا تو گوشت کے ریشے نکلے، مگر آج ہر شخص دوسرے کی غیبت کرنے میں ہر وقت مشغول ہے اس کے باوجود کسی کو نہ خون اور گوشت کی قے آتی ہے اور نہ

ہی دانت سے گوشت کے ریشے نکلتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے دلوں میں فکر آخرت کی وجہ سے ان کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ خاص رحمت اور دستگیری تھی کہ اگر ان سے کبھی کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہ ہو جاتی، اسی طرح آج بھی جن لوگوں کو فکر آخرت ہے ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور دستگیری ہوتی ہے، انہیں بھی غلطی پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہو جاتی ہے۔

غیبت زنا سے بھی بدتر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿الغیبة اشد من الزنا﴾ (رواہ الدیلمی والبیہقی والطبرانی)

''غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔''

اس کی کئی وجوہ ہیں:

● غیبت ظاہر تو ہوتی ہے زبان سے لیکن اس کی جڑ دل میں ہے۔ اس لئے کہ جو شخص غیبت کرتا ہے اس کے دل میں کبر ہوتا ہے وہ خود کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور کبر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وله الکبریاء فی السموت والارض﴾ (۴۵۔ ۳۷)

ترجمہ: ''اور بڑائی تو صرف اسی کے لئے ہے آسمانوں اور

زمین میں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لایدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خودل من کبر﴾ (رواه مسلم)

’’جنت میں کوئی ایسا شخص نہیں داخل ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو۔‘‘

غیبت کرنے والے کی نظر دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے اسے اپنے عیوب کی طرف توجہ ہی نہیں رہتی، اس لئے ان کی اصلاح فکر ہی نہیں رہتی، جس کی اپنے عیوب پر نظر رہتی ہے اوران کی اصلاح کی فکر رہتی ہے وہ تو ہر وقت اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے اور ڈوبا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کل قیامت میں میرا کیا بنے گا؟ میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے دل میں دوسروں کا خیال تو آ ہی نہیں سکتا۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

دوسروں کی عیب جوئی کے ایک مریض نے ایک بار حکومت کے عہدہ داروں کے بارے میں یہ مصراع پڑھا ؏

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا؟

ہر شخص سیاسی مبصر بنا بیٹھا ہے، دوسروں کے عیوب پر نظر ہوتی ہے، اپنے

عیوب کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ میں نے ان سے کہا: ''اپنے بارے میں بھی یہ سوچ لیا کریں کہ میں بھی ایک شاخ کا الو ہوں، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ سے یوں دعاء کرلیا کریں یا اللہ! میرے حالات تو ہیں الو جیسے لیکن تیری رحمت بہت وسیع ہے، میرے ان حالات کو اپنے بندوں کے حالات جیسے بنادے۔''

ایک دن ہم ''فتح باغ'' سے تفریح کے بعد واپس آرہے تھے، سامنے سے ایک گدھا گاڑی آتی دکھائی دی جس میں دو گدھے لگے ہوئے تھے وہ دونوں دور ہی سے زور زور سے چیخنے لگے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''یہ گدھے تو ہمیں یہ بتارہے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہو، اس لئے کہ گدھا عموماً اس وقت رینکتا ہے جب اسے کوئی دوسرا گدھا نظر آتا ہے، لہٰذا ذرا اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کرکے انسان بننے کی کوشش کرو۔''

❷ غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا خفیہ گناہ ہے اور غیبت سب کے سامنے علانیہ کی جاتی ہے، اور جو گناہ علانیہ کیا جائے وہ پوشیدہ گناہ سے زیادہ برا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كل امتى معافى الا المجاهرين﴾

(رواہ البخاری ومسلم)

''میری پوری امت لائق عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔''

❸ زنا سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے، بالفرض توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو کم سے کم اقراری مجرم تو ہے، خود کو گنہگار تو سمجھتا ہے شاید اسی عجز وانکسار اور جرم کے اقرار سے اس کی مغفرت ہوجائے لیکن غیبت سے توبہ کی امید بہت کم ہے

اس لئے کہ غیبت کرنے والا خود کو گناہ گار سمجھتا ہی نہیں، بلکہ بہت نیک اور بڑا پاک دامن سمجھتا ہے۔ زنا اور بدکاری کو ہر شخص برا سمجھتا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے لئے اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا تو غیبت جو زنا سے بھی بدتر ہے اسے کیوں برا نہیں سمجھا جاتا اور اس سے بچنے کا کیوں اہتمام نہیں کیا جاتا؟

عزت کا ڈاکو مال کے ڈاکو سے بدتر:

شرعاً وعقلاً چھ چیزوں کی حفاظت ضروری ہے:

1. ایمان: سب سے پہلے ایمان کی حفاظت کا درجہ ہے، اس کے لئے خواہ جان، عزت اور مال سب کچھ قربان کرنا پڑے تو بھی ایمان کی حفاظت فرض ہے۔
2. جان: دوسرے نمبر پر جان کی حفاظت ہے۔
3. عقل: تیسرے نمبر پر عقل کی حفاظت ہے۔
4. نسب: چوتھے نمبر پر نسب کی حفاظت ضروری ہے۔
5. عزت: پانچویں نمبر پر عزت کی حفاظت ہے۔
6. مال: چھٹے نمبر پر جا کر کہیں مال کی حفاظت کا حکم ہے۔

اب سوچیں کہ جو شخص کسی کے مال کو نقصان پہنچاتا ہے، اسے بہت برا بھلا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا ظالم ہے، ڈاکو ہے، لیکن جو شخص کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اس کی عزت کو نقصان پہنچاتا ہے، مالی نقصان پہنچانے والا تو اس کے مال کا ڈاکو ہے، اور غیبت کرنے والا اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اس کی عزت کا ڈاکو ہے، تو غور کریں کہ مال کا ڈاکو زیادہ برا ہے یا عزت کا ڈاکو؟

آخرت کا مفلس:

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے دریافت فرمایا:

''مفلس کون ہے؟''

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کیا:

''جس کے پاس روپیا پیسا نہ ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں! میں بتاتا ہوں کہ مفلس کون ہے، قیامت کے روز کچھ لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعمال نامے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، تہجد، اشراق، چاشت، صدقہ، خیرات، غرضیکہ تمام عبادات سے بھرے ہوئے ہوں گے، لیکن جب حساب وکتاب کا وقت شروع ہوگا تو ایک طرف سے ایک شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا یا اللہ! اس نے میری حق تلفی کی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے عوض میں اس ظالم کی کچھ عبادات مظلوم کے نامہ اعمال میں داخل فرمادیں گے، اسی طرح ایک اور شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا یا اللہ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح دوسرے مظلوم کے نامہ اعمال میں بھی اس ظالم کے اعمال صالحہ سے کچھ داخل فرمادیں گے، اسی طرح بہت سے لوگ اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کے حقوق کو اس ظالم کے اعمال اور عبادات سے پورا فرمائیں گے، یہاں تک کہ اس کی تمام عبادات ختم ہوجائیں گی لیکن حقوق

کے دعوے ختم نہیں ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں داخل فرمادیں گے، جس کی وجہ سے وہ شخص جہنم میں داخل کیا جائے گا، یہ ہے مفلس۔"

(رواہ مسلم والترمذی)

اعمال کا محاسبہ:

اب ہر شخص کو اپنے اعمال کا موازنہ ومحاسبہ کرلینا چاہیئے کہ ہمارے نیک اعمال کتنے ہیں، پھر ان اعمال کی کیفیت یعنی ان میں روح کتنی ہے، اور دوسروں کی حق تلفی کتنی کی ہے، رات دن غیبت میں لگے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے اعمال جنت کی طرف لے جانے والے ہیں یا جہنم کی طرف؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے گا یعنی غیبت کرے گا قیامت کے دن مردار کا گوشت اس کے سامنے رکھا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ جیسے تو نے زندہ کو کھایا تھا اب مردہ کو بھی کھا، وہ شخص اسے کھائے گا اور ناک بھوں چڑھاتا جائے گا اور شور مچاتا جائے گا۔"

(رواہ ابو یعلیٰ قال الحافظ بن حجر سندہ حسن)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"شب معراج میں میرا گذر ایسی جماعت پر ہوا جو اپنے چہرے اپنے ناخنوں سے نوچ رہی تھی، یہ وہ لوگ تھے جو غیبت کرتے

تھے۔" (رواہ ابوداؤد)

اس مضمون میں غیبت پر عذاب سے متعلق متفرق طور پر کئی حدیثیں بیان کی جاچکی ہیں، اب ان سب کو دوبارہ ایک ساتھ نمبر وار بتاتا ہوں تاکہ یاد رکھنا آسان ہو۔

غیبت پر عذاب کی حدیثیں:

❶ غیبت کی وجہ سے دو عورتوں کے پیٹ میں سخت درد ہوا اور قے میں خون اور گوشت کے ٹکڑے نکلے (مسند احمد)

❷ کچھ لوگوں نے غیبت کے بعد دانتوں میں خلال کیا تو گوشت کے ریشے نکلے۔ (الدرالمنثور للسیوطی)

❸ ایک عورت نے غیبت کے بعد تھوکا تو گوشت کا ٹکڑا گرا

(الدر المنثور للسیوطی)

❹ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے

(رواہ الدیلمی)

❺ مفلس وہ ہے جو بروز قیامت عبادات کے ذخیرے لائے گا مگر دوسروں پر ظلم کرنے کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جائے گا

(رواہ مسلم والترمذی)

❻ غیبت کرنے والے کو بروز قیامت مردار کا گوشت کھلایا جائے گا

(رواہ ابو یعلیٰ)

۵ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں غیبت کرنے والوں کو اس عذاب میں مبتلا دیکھا کہ وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے۔

(ابو دائود)

غیبت کے دنیوی نقصان:

غیبت سے صرف آخرت ہی تباہ نہیں ہوتی بلکہ آخرت کے ساتھ دنیا بھی بربادہوتی ہے غیبت میں کئی دنیوی نقصان ہیں، مثلاً:

۱ غیبت آپس میں نااتفاقی اور اختلاف کی جڑ ہے۔ غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، یعنی کبھی غیبت سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور کبھی عداوت سے غیبت۔ اکثر غیبت ہی کی وجہ سے لوگوں کے درمیان رنجش، بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر آپس میں قطع تعلق کی نوبت آجاتی ہے، قطع تعلق کا حرام ہونا اور اس سے دین و دنیا کے نقصان سب جانتے ہی ہیں۔

۲ غیبت کرنے والے کے دل میں بزدلی اور دورخا پن پیدا ہو جاتا ہے، بزدلی کی وجہ سے وہ لوگوں کی برائیاں ان کی پیٹھ پیچھے کرتا ہے۔ اور جب ان کے سامنے آتا ہے تو ان کی تعریفیں کرنا شروع کر دیتا ہے، پھر اس کی یہ حرکت جلد ہی ظاہر ہو جاتی ہے تو لوگوں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

۳ جو شخص کسی کے سامنے کسی دوسرے شخص کی غیبت کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں کے سامنے اس شخص کی غیبت کرتا ہے جس کے سامنے ابھی دوسرے کی غیبت کر رہا ہے، اس طرح یہ شخص لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرتا

ہے۔ جب یہ حقیقت کھلتی ہے کہ سارا فتنہ اسی نے بھڑکایا ہے تو سب اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

۳ غیبت کرنے سے بچنے کے نسخے:

۱ اپنی زندگی کا محاسبہ کیا جائے کہ بالغ ہونے کے بعد اب تک کتنے لوگوں کی غیبت کر چکے ہیں۔ سوچنے پر یہ معلوم ہوگا کہ ایسے لوگوں کی تعداد بے حساب ہے، جن کی غیبت آپ کر چکے ہیں، آپ کے نیک اعمال کی مقدار جتنی ہے، اس سے کئی گنا زیادہ آپ نے غیبت کی ہوگی، اس محاسبہ کے بعد سوچئے کہ اولاً تو ہمارے نیک اعمال ہیں ہی کتنے اور جو کچھ ہیں وہ غیبت کی وجہ سے آخرت میں ہمارے کام نہیں آئیں گے بلکہ ان لوگوں کو دے دیئے جائیں گے جن کی غیبت کی ہے، اس طرح ہم انہیں فائدہ پہنچا رہے ہیں اور اپنا نقصان کر رہے ہیں، اپنی پوری محنت اور ساری کمائی دوسروں کو دے دی اور ایسے کٹھن وقت میں دی جبکہ ہم خود بہت سخت محتاج تھے۔

۲ غیبت پر جتنے عذاب بیان کئے گئے ہیں ان سب کا روزانہ مراقبہ کیا جائے، یہ نسخے استعمال کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ غیبت چھوڑنے کی ہمت پیدا ہوگی۔

۴ غیبت سننے سے بچنے کے نسخے:

بعض لوگ کہتے ہیں: ”ہم غیبت کرنے سے تو بچ جاتے ہیں لیکن کوئی دوسرا کسی کی غیبت شروع کر دیتا ہے تو نہ اسے خاموش کر سکتے ہیں اور نہ وہاں سے اٹھ سکتے ہیں، مروت غالب آجاتی ہے۔“ اس بارے میں یہ سوچیں: ”جو شخص

کوئی بری بات آپ کے کان میں لا کر ڈالتا ہے گویا کہ وہ اپنے برتن کی نجاست آپ کے برتن میں ڈالنا چاہتا ہے۔“

یہ غیبت سننے سے بچنے کے لئے بہت عجیب اور بہت قیمتی نسخہ ہے، بہت ہی نافع ہے، ذرا غور سے سوچیں کہ اگر آپ کا کوئی بڑا حاکم یا افسر آپ کے والدین، بھائی، بہن، بیوی یا شوہر یا دوسرے رشتہ داروں یا دوستوں میں سے کوئی یوں کہے:

”میں آپ کے سر پر پیشاب کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ میری بات نہیں مانیں گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔“

تو کیا کوئی ایسی ہمت کر سکتا ہے کہ اس کی ناراضی سے بچنے کے لئے اسے اپنے اوپر پیشاب کرنے کی اجازت دے دے، حالانکہ اس کی اجازت دینے میں آپ کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوگا، صرف آپ کے کپڑے اور بدن ناپاک ہو جائیں گے، جنہیں دھو کر بآسانی پاک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو اپنے سامنے غیبت کرنے کی اجازت دے دی تو اس میں آپ کا دین برباد ہوا، آخرت برباد ہوئی، دنیا کا معمولی سا نقصان برداشت کرنے کی ہمت تو کسی کے دل میں پیدا نہ ہو مگر دین اور آخرت کو برباد کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے، یہ بڑے ہی خسارے اور کم عقلی کی بات ہے۔

غیبت سننے سے بچنے کا ایک سبق آموز واقعہ:

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ایک بار ایک مولوی صاحب نے میرے سامنے کسی کی غیبت شروع کردی، میں نے ان سے کہا کہ آپ جس کی غیبت کررہے ہیں اگر واقعۃً اس سے یہ غلطی ہوئی ہے تو وہ گذشتہ زمانہ کی بات ہے اور مجھ سے غائب ہے، اور آپ اس وقت میرے سامنے غیبت کا گناہ کررہے ہیں۔''

میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر سے جواب کی تشریح کرتا ہوں اور نمبر لگا کر بیان کرتا ہوں تاکہ یاد رکھنا آسان ہو:

❶ اس نے گناہ گذشتہ زمانے میں کیا ہے اور آپ گناہ اس وقت کررہے ہیں۔

❷ اس نے چھپ کر گناہ کیا ہوگا یا کم از کم مجھ سے پوشیدہ ہے اور آپ میرے سامنے علانیہ گناہ کررہے ہیں، علانیہ گناہ زیادہ برا ہے۔

❸ اس نے چھوٹا گناہ کیا ہوگا اور آپ اتنا بڑا گناہ کررہے ہیں جو زنا سے بھی بدتر ہے۔

❹ وہ گناہ کرکے خود کو حقیر سمجھ رہا ہوگا، اور آپ اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہے ہیں جبھی تو اس کی برائی بیان کررہے ہیں۔

❺ شاید اس نے گناہ سے توبہ کرلی ہو اور آپ ابھی گناہ میں مبتلا ہورہے ہیں۔

❻ میرے سامنے اس کے گناہ کے شاہد آپ خود ہیں اور آپ غیبت کے گناہ کی وجہ سے فاسق ٹھہرے، لہٰذا آپ کی گواہی قابل قبول نہیں اور آپ کے گناہ کو میں خود اپنے کانوں سے سن رہا ہوں تو آپ ہی بتائیں کہ وہ زیادہ برا ہوا یا آپ؟

غیبت سننے سے بچنے کے لئے اس قصہ سے سبق حاصل کریں، جو شخص کسی

کی غیبت شروع کرے اس کے سامنے یہ چھ نمبر بیان کر دیا کریں اور اس سے یوں کہیں:

”آپ تو غیبت کی وجہ سے فاسق ٹھہرے اور فاسق کی شہادت قبول نہیں۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یایھاالذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا﴾ (۶.۴۹)

”اے ایمان والو! جب کوئی فاسق تمہیں کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کیا کرو۔“ بلا تحقیق اس کی بات کو صحیح نہ سمجھ لیا کرو۔

بہت آسان تدبیر:

غیبت سننے سے بچنے کی جو تدابیر بتائی گئی ہیں اگر ان میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کی ہمت نہیں تو ایک آسان تدبیر یہ ہے کہ غیبت کرنے والے سے یوں کہہ دیں:

”آپ جن کی غیبت کر رہے ہیں شاید وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ہم سے بہتر ہوں۔“

اگر ”ہم“ کہنے کی بھی ہمت نہ ہو تو یوں کہہ سکتے ہیں: ”وہ مجھ سے بہتر ہیں۔“ قوی امید ہے کہ یوں کہنے سے وہ غیبت سے رک جائے گا، اگر نہیں بھی رکا تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار تو کر ہی دیا، آیندہ وہ آپ کے سامنے غیبت

نہیں کرے گا۔

ہر فضول بات سے بچنے کا آسان نسخہ:

اگر مجلس میں غیبت یا کوئی بھی ایسی بات شروع ہو جائے جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا تو آپ کوئی کام کی بات شروع کر دیں، اس طرح بہت آسانی سے بات کا رخ پلٹا جا سکتا ہے۔

غیبت کرنے اور سننے سے بچنے کے جو نسخے بتائے گئے ہیں انہیں استعمال کرنے میں ہمت سے کام لیں۔ جب تک انسان ہمت سے کام نہیں لے گا کوئی بھی تدبیر اسے فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

ایک عبرت آموز قصہ:

ہمت سے کام لے کر غیبت سے بچنے کا ایک قصہ سن لیجئے، ایک خاتون کا خط آیا ہے وہ پڑھ کر سناتا ہوں، لکھتی ہیں:

''میں بہت عرصے تک دوسروں کی غیبت کرتی اور سنتی رہی ہوں، ہمیشہ رشتہ داروں کی آمد ورفت رہتی ہے، جو بھی آتا بس کسی نہ کسی کی غیبت شروع ہو جاتی، ہر وقت غیبت کا بازار گرم رہتا تھا، اب جب سے میں حضرت والا کے وعظ میں آنے لگی اور غیبت سے متعلق وعظ سنا تو مجھے فکر لاحق ہو گئی کہ میں کتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہی، اسی فکر کی وجہ سے میری راتوں کی نیند اڑ گئی اور اب میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ کبھی بھی کسی کی غیبت نہیں کروں گی۔''

سوچیں کہ اس خاتون نے وعظ سن کر غیبت سے توبہ کر لی، اسی طرح کئی خواتین نے وعظ سن کر شرعی پردہ کر لیا تو دوسروں کا یہ عذر کہ ہم سے گناہ نہیں چھوٹتے قابل قبول نہیں، وہ بھی انسان ہیں اور آپ بھی انسان ہیں، اور وہ بھی اسی ماحول میں رہتی ہیں جس میں آپ رہتے ہیں، اس کے باوجود جب وہ گناہ چھوڑ سکتی ہیں تو آپ کیوں نہیں چھوڑ سکتے؟

اگر کبھی عورتوں کی آپس کی لڑائی ہو جائے تو ہر عورت یہ چاہے گی کہ وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائے اگر کوئی ایک سنائے گی تو یہ دس سنائے گی، اسی طرح فیشن کے معاملہ میں اگر ایک عورت سو روپے کا جوڑا پہنے گی تو دوسری دو سو روپے کا جوڑا پہننے کی کوشش کرے گی، اسی طرح دنیا کے ہر معاملے میں ایک دوسرے پر فوقیت اور سبقت لے جانے کی کوشش کی جاتی ہے، دین کے معاملے میں ایسا کرنے کے لئے ہمت کیوں بلند نہیں ہوتی؟

⑤ جن لوگوں کی غیبتیں کیں یا سنیں ان سے معاف کروانے کا طریقہ:

اب رہا یہ سوال کہ جو غیبتیں ہو گئی ہیں ان کا کیا کیا جائے؟ اس کے عذاب سے بچنے کے لئے یہ سوچیں کہ بالغ ہونے کے بعد اب تک کن کن لوگوں کی غیبت آپ سے ہوئی ہے۔ ان میں سے جو لوگ زندہ ہیں اور ان سے بے تکلفی کا معاملہ ہے انہیں یہ نہ بتائیں کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے، کیونکہ بتانے سے انہیں تکلیف ہوگی اس لئے بتائے بغیر صرف یہ کہہ دیں: ”ہمارا اور

آپ کا عرصے تک ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے حق میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو، لہٰذا میری طرف سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں معاف کردیں۔'' اور جو لوگ اب زندہ نہیں رہے یا ان کے ساتھ بے تکلفی کا معاملہ نہیں ان کے لئے مغفرت کی دعاء اور روزانہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کا معمول بنالیں، انشاء اللہ اس طرح کرنے سے لوگوں کے وہ حقوق جو غیبت کی وجہ سے آپ کے ذمہ اور آپ پر عذاب ہیں ان کی تلافی ہوجائے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بھی استغفار کریں اور جن کے سامنے غیبت کی ہے ان کے سامنے توبہ بھی کریں، اگر ایسے سب افراد کا علم نہ ہو یا ہر فرد کے پاس پہنچنا مشکل ہو تو توبہ کا عام اعلان کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق سچے اور پکے مسلمان بنادیں، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرمائیں، معاشرے میں جتنے بھی گناہ داخل ہوگئے ہیں ان سب سے ہماری حفاظت فرمائیں، آپس میں محبت، اُلفت، تعاون وتناصر پیدا فرمائیں، ایک دوسرے کی غیبت اور بدگمانی سے حفاظت فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک
ورسولک محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین
والحمدللہ رب العٰلمین

مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ (۸۲-۱۰تا۱۲)

عورت کے بندے

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ :- فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :- عورت کے بندے

بمقام :- جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت :- بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد :- رجب ۱۴۲۳ھ

مطبع :- حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر :- کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

عورت کے بندے

(۷، ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ)

عرض مرتب:

حضرت اقدس نے اس وعظ سے پہلے نماز کا ایک مسئلہ بیان فرمایا پھر اسی پر وعظ شروع ہو گیا اس لئے اس سے پہلے خطبہ اور کوئی آیت یا حدیث نہیں آئی۔

ایک عرصہ سے میرا معمول چلا آ رہا ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے ایک مسئلہ نماز کے بارے میں بیان کر دیا کرتا ہوں تا کہ لوگوں کی نماز صحیح ہو جائے، کچھ عرصے سے اس معمول کا ناغہ ہو گیا تھا آج پھر شروع کر رہا ہوں۔ مگر یہ خیال آیا کہ جمعہ کی بجائے عصر کے بعد مسئلہ بتایا جائے اس لئے کہ جمعہ کے وقت میں دور سے آنے والے طالبین میں سے تو بہت کم لوگ ہوتے ہیں صرف قریب سے آنے والے ہی مسئلہ سنتے تھے اب سوچا کہ قریب سے آنے والے جب فائدہ حاصل کر رہے ہیں تو دور سے آنے والے کیوں محروم رہیں ان کا حق تو اور بھی زیادہ ہے، اس لئے آج سے عصر کے بعد بیان سے پہلے مسئلہ بتایا کروں گا۔ ہاں تو سنئے مسئلہ۔

نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ:

جب نماز میں کھڑے ہوں تو دونوں پاؤں سیدھے رکھیں، جتنا فاصلہ دونوں ایڑیوں کے درمیان ہے، اتنا ہی دونوں پنجوں کے درمیان رہے، عام طور پر لوگ اس میں یہ غلطی کرتے ہیں کہ پاؤں کی ایڑیاں آپس میں قریب کر لیتے ہیں اور پنجے ایڑیوں کی بنسبت دور رکھتے ہیں، جس سے انگلیاں قبلہ کی طرف سیدھی نہیں رہتیں، حالانکہ نماز میں کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف بالکل سیدھی رہیں، اور سیدھی اسی صورت رہیں گی جب ایڑیوں اور پنجوں کے درمیان فاصلہ برابر رہے، جتنا فاصلہ ایڑیوں میں ہے اتنا ہی پنجوں میں رہے۔ نماز شروع کرنے سے پہلے خوب اطمینان کر لیا کریں کہ آپ کے پاؤں اس طریقے سے سیدھے ہیں یا نہیں چونکہ اس کی عادت نہیں اس لئے شروع میں دقت ہوگی پھر آہستہ آہستہ عادت پڑ جائے گی۔

اس مسئلہ کے بیان کرنے میں ایک بڑا سبق بھی ملا وہ بھی سن لیجئے میں کسی زمانے میں اس کا بہت اہتمام کرواتا تھا، جیسے ہی صفیں بنتیں میں پیچھے دونوں جانب نظر دوڑا لیتا، جس کے پاؤں ذرا ٹیڑھے نظر آئے اسے کہہ دیا کہ پاؤں سیدھے کرلو، رفتہ رفتہ اس کا اثر یہ ہوا کہ جیسے ہی میں نے پیچھے دیکھا تو تمام لوگوں نے خود پاؤں سیدھے کر لئے کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑی، بس ادھر کو دیکھا اور سب کے پاؤں سیدھے ہو گئے اس سے یہ سبق ملا کہ نجات کے لئے نرا علم کافی نہیں، مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود عمل کی توفیق نہیں ہوتی جب تک آخرت کی فکر نہ ہو اور یہ احساس نہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھ رہے ہیں، جب تک یہ فکر بیدار نہ ہو علم رکھنے کے باوجود عمل نہیں ہوگا۔

یہ مسئلہ یاد کر لیجئے کہ نماز میں کھڑے ہوں تو پاؤں بالکل سیدھے رہیں بلکہ اپنی چال بھی سیدھی رکھیں، دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام چال بھی یوں ہی ٹیڑھے پاؤں چلتے ہیں یہ بری عادت چھوڑ دیں پاؤں سیدھے رکھ کر چلا کریں، ورنہ دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے، ہر معاملہ میں حتی الامکان راست روی کی کوشش کریں، قلب پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر ہوگا۔

یہ مسئلہ مردوں کے لئے تھا خواتین کے لئے یہ حکم نہیں، وہ دونوں پاؤں کی ایڑیاں ملا کر کھڑی ہوں، ایڑیاں ملی ہوں لیکن پنجے الگ الگ رہیں، اس لئے کہ ایڑیوں کی طرح پنجے بھی ملا دیئے تو کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا، اس لئے ایڑیاں تو ملا لیں مگر پنجوں میں کچھ فاصلہ رکھیں، اس مسئلہ سے یہ بھی اندازہ کر لیجئے کہ شریعت کی نظر میں عورت کے لئے پردہ کتنا اہم ہے؟ نماز میں پاؤں کا قبلہ رخ رکھنا مسنون ہے مگر عورت کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا اس کے لئے یہی حکم ہے کہ پاؤں کھولنے کی بجائے ملا کر کھڑی ہو تا کہ پردہ کی رعایت زیادہ سے زیادہ ہو، یہ حکم عورت کے صرف قیام تک محدود نہیں بلکہ پوری نماز میں پردہ کی رعایت ملحوظ رکھی گئی، چنانچہ عورت کو حکم ہے کہ قیام کی طرح رکوع بھی سمٹ کر کرے، سجدہ بھی سمٹ کر کرے، ایک ایک بات میں پردہ کو مقدم رکھے، عورت کی بات چل پڑی تو ایک حدیث بھی سن لیجئے، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عجیب فعل بتا دیجئے، انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ہر فعل ہی عجیب تھا، ہر بات نرالی اور عجیب۔ عجیب کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عمدہ ایسی پیاری اور دل لبھانے والی کہ اس پر وجد آنے لگے، انسان کی عقل حیران رہ جائے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میاں بیوی کے باہم تعلق کے بارے میں رسول

اللہ ﷺ سے ایک حدیث نقل فرمائی۔ میں اس وقت وہ حدیث بتانا چاہتا ہوں۔

مصلحات القوم:

سورۂ نساء میں ہے:

﴿یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفا۝﴾ (۲۸.۴)

''اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ضعیف پیدا فرمایا ہے یہ اپنی خلقت میں کمزور ہے، ناتواں ہے، اس آیت کے تحت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ انسان کے ضعف کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں کہ عورت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ٹیڑھی پسلی سے پیدا فرمایا، اس کی سرشت میں یہ بات رکھدی کہ وہ مرد سے مغلوب نہیں ہوتی، غالب ہی رہنا چاہتی ہے، ادھر مرد کی کیفیت یہ ہے کہ اس کا عورت کے بغیر گذارہ نہیں، کوئی مرد عورت کی اس فطری کجی کو دیکھ کر اس سے متنفر ہو اور یہ فیصلہ کرلے کہ میں شادی کے جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتا عورت کے بغیر ہی زندگی گذارلوں گا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا مرد کو عورت سے صبر نہیں اس کے بارے میں فرمایا: ''خلق الانسان ضعیفا'' انسان سے مراد مرد ہے، مرد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ضعیف پیدا فرمایا کہ نہ تو وہ عورت پر غالب آسکے، نہ اس سے چارہ کار ہو، آج کا بیان سن کر خواتین خوش ہورہی ہوں گی کہ باتیں ہمارے کام کی ہیں لیکن

سنتے جائیں ابھی مجھے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ، اب سنئے! رسول ﷺ نے اس کے بعد کیا ارشاد فرمایا؟ بڑی عجیب بات ہے فرمایا کہ بیوی پر صرف ذلیل انسان ہی غالب آتا ہے، ذلیل اور کمینہ مرد ہمیشہ بیوی پر غالب رہتا ہے، اس کی بیوی مغلوب رہتی ہے، اور شریف انسان بیوی سے دب جاتا ہے اس سے مغلوب رہتا ہے۔ اور آگے سنئے! فرمایا کہ میں ذلیل انسان کی طرح غالب بنوں، یہ مجھے پسند نہیں، مغلوب شریف بنوں یہ پسند ہے، شریف رہوں اگرچہ مغلوب رہوں، یہ پسند ہے، بیویوں پر غالب آنے کے لئے کوئی ذلت کا کام کروں یہ مجھے پسند نہیں، بیویوں کے معاملے میں مردوں کو کیسے رہنا چاہئے؟ یہ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں بتاؤں گا پہلے رسول اللہ ﷺ کے اسی ارشاد کی تائید میں مزید چند روایات سن لیجئے:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں قریش کی عورتیں مردوں سے مغلوب رہتی تھیں اور مرد غالب رہتے تھے، لیکن جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے، وہاں دیکھا کہ انصار کی عورتیں غالب اور مرد مغلوب ہیں، جس شہر میں ہجرت کر کے گئے جن حضرات کے مہمان بنے عورتوں کے معاملہ میں ان کا رویہ اپنے رویہ کے برعکس پایا کہ وہاں عورتیں غالب ہیں اور مرد مغلوب، اختلاط کی وجہ سے مہاجرین کی عورتوں کا انصار کی عورتوں سے متاثر ہونا ایک فطری بات تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا، مہاجرین کی عورتوں نے سوچا ہمیں بھی اپنے مردوں پر غالب رہنا چاہئے، ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے ان کے سامنے کسی بات کا جواب دیدیا، یہ ماجرا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان ہوگئے، انہیں اس پر بہت تعجب ہوا، بیوی شوہر کے سامنے بولے اس کا تو تصور ہی نہ تھا مگر چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت

میں رہ کر اصلاح ہو چکی تھی، نفس کا اژدھا مر چکا تھا اس لئے برداشت کر گئے، اگر نفس کا تزکیہ نہ ہوا ہوتا اور اصلاح نہ ہوتی تو شاید بیوی کو قتل ہی کر دیا ہوتا، اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں یہی دستور تھا ان لوگوں میں دور دور تک اس کا تصور تک نہ تھا کہ عورت مرد کے سامنے منہ کھول سکے، پھر مرد بھی حضرت عمر جیسا، خیر! آپ یہ سب کچھ برداشت کر گئے بیوی کو کچھ نہ کہا، ہاں اتنا پوچھ لیا کہ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوگئی؟ بیوی نے کہا آپ کو اس قدر تعجب ہو رہا ہے ذرا اپنی صاحبزادی (حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خبر لیجئے، وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی جواب دے دیتی ہیں، میں نے آپ کے سامنے جواب دے دیا تو کیا ہوا، فرمایا کہ میں بہت پریشان ہوا کہ کیا واقعۃً حفصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جواب دیتی ہیں، صاحبزادی کے پاس جا کر پوچھا کہ میں نے تمہارے متعلق یوں سنا ہے، وہ بولیں کہ آپ نے تو کم بات سنی ہے، ہم تو اس سے بھی بڑھ کر بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بولنا تک چھوڑ دیتے ہیں، کافی کافی وقت گذر جاتا ہے ہم بولتے نہیں، ہمارا معاملہ تو یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

اور قصہ سنئے: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر حاضر ہوئے دروازے پر پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز سنی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول رہی ہیں، آپ نے اندر جا کر انہیں اس پر ڈانٹا اور مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچا لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واپس جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''دیکھا! میں نے کیسے تمہیں بچالیا۔''

اور سنئے: رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ کب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور کب ناراض۔ راضی ہونے کی حالت میں کہتی ہو: ''ورب محمد'' اور ناراضی کے وقت کہتی ہو: ''ورب ابراہیم'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں آپ کو نہیں چھوڑتی۔'' (متفق علیہ)

اس سے ثابت ہوا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن دل سے ناراض نہیں ہوتی تھیں بلکہ ناز کے طور پر ناراضی کی صورت بنا لیتی تھیں جو رسول اللہ ﷺ سے انتہائی قرب ومحبت کی دلیل ہے۔

امہات المؤمنین اور محبت رسول ﷺ:

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو رسول اللہ ﷺ سے کس قدر محبت تھی اس کا کچھ اندازہ لگانے کے لئے مزید دو قصے بتاتا ہوں:

(۱) اسلام میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے لوگوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے نفقہ میں کچھ اضافہ کی درخواست پیش کی۔ مگر یہ بات ان کی شان کے خلاف تھی اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہ آئی کہ اتنے عرصے سے نبی کریم صلی ﷺ کی صحبت اٹھانے والیاں، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، ان کی طرف سے اس قسم کی خواہش اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہ آئی، اس پر تنبیہ کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿یایها النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن

الحیوۃ الدنیا و زینتها فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا ○وان کنتن تردن اللّٰه ورسوله والدار الاخرة فان اللّٰه اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما○﴾ (۳۳. ۲۸، ۲۹)

ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ بیویوں سے یہ فرمادیں کہ اپنے حق میں ایک فیصلہ کرلیں سوچ کر بتائیں کہ اپنے حق میں کیا پسند کرتی ہیں؟ دنیا کا مال ومتاع یا نبی کی رفاقت؟ اگر مال چاہئے تو مال دیدوں گا مگر ساتھ ہی طلاق دے کر رخصت کردوں گا ایسی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح میں نہیں رہے گی، اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا مقصود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنا منظور ہے تو مال کی طلب چھوڑ دو بس آخرت پر نظر رکھو اور صبر وقناعت سے کام لو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ کم عمر تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک بات تم سے پوچھنا چاہتا ہوں فیصلے میں جلدی نہ کریں والدین سے مشورہ کرکے جواب دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ ان کے والدین کبھی غلط مشورہ نہیں دیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں یہ اختیار دیا ہے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بجائے اس کے کہ والدین سے مشورہ کرتیں یا کچھ سوچتیں انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت چاہتی ہوں، مجھے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی پسند ہیں، اس کے لئے والدین

سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت (بخاری)

(۲) ایک بار حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کو عجیب چالاکی سوجھی، آج کل کے محاورے میں چالاکی کا لفظ بہت بدنام ہے، شرارت اور فریب کو لوگ چالاکی کا نام دیتے ہیں، مگر ان حضرات کی تمام تر ذہانت اور چالاکی دنیا کی بجائے دین کے لئے استعمال ہوتی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کی ترقی کے لئے ذہن لڑاتے رہتے تھے نئی نئی ترکیبیں نکالتے تھے، ایک صحابی کی ذہانت اور چالاکی کا قصہ سنئے: وہ بہت سیدھے سادے تھے مگر آخرت کے معاملے میں دیکھئے کتنے ہشیار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مزاح فرمایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مزاح میں ان کے جسم میں چھڑی چبھو دی، انہوں نے کہا کہ میں قصاص لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھڑی ان کے ہاتھ میں پکڑا دی کہ لو قصاص، لیکن وہ کہتے ہیں کہ میرے جسم پر کپڑا نہیں تھا اور آپ کے بدن پر چادر ہے، چادر اتاریئے جب قصاص پورا ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک ہٹا دی کہ لے لو برابر کا قصاص، جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر ہٹائی وہ فرط محبت سے لپٹ گئے، جسد اطہر سے لپٹ کر بوسے لے رہے ہیں، چوم رہے ہیں، خوشی کا یہ عالم کہ گویا دونوں جہاں کی دولت ہاتھ آ گئی۔ یہ تھی ان حضرات کی ہشیاری اور چالاکی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسی چالاکی عطاء فرمائیں ایسی صلاحیت عطاء فرمائیں، آخرت کی ایسی فکر عطاء فرمائیں کہ تمام قوتیں تمام صلاحیتیں آخرت بنانے پر صرف ہوں۔

حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کو چالاکی سوجھی انہوں نے دیکھا کہ جس اونٹ پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سوار ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیشہ اپنے اونٹ کو اس کے ساتھ رکھتے ہیں انہوں نے سوچا کہ یہ سعادت کیسے حاصل کی جائے؟ ایک تدبیر ذہن میں آئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہنے لگیں کہ ہم آپس میں اونٹ تبدیل کرلیں، دیکھیں ایک دوسرے کی سواریاں کیسی ہیں؟ اس بہانے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ لے کر اس پر بیٹھ گئیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس نہ ہونے دیا پردے میں چھپی ہوئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول اپنا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے ساتھ لگا دیا جب کہ اس میں ان کی بجائے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، اب وہ تو خوش خوش جا رہی ہیں اپنی قسمت پر ناز کرتی ہوئی، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غم اور پریشانی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، فرماتی ہیں یہ گھڑیاں مجھ پر ایسی مصیبت بن کر گذر رہی تھیں کہ ایک منزل میں ہم اترے تو میں گھاس میں اپنا پاؤں دے رہی تھی اور یہ دعاء کر رہی تھی کہ یا اللہ! کوئی سانپ یا بچھو مجھ پر مسلّط کر دے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائیں (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک عجیب شعر ہے۔

لواحی زلیخا لو رأین جبینه
لاثرن بالقطع القلوب علی الید

مطلب یہ کہ جن عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اگر وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ لیں تو ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کاٹ ڈالیں۔

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا

کہ ہم کبھی کبھار آپ ﷺ سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھے تمہاری ناراضی کا علم ہوجاتا ہے، یہ سب پیار اور ناز کی باتیں ہیں۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ کس قدر بیویوں کی دلداری فرماتے، ان کے ناز اٹھاتے، ساتھ ساتھ دعاء بھی کرتے جائیں کہ یا اللہ! ان مبارک ہستیوں کے قصوں کو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنادے، ہمارے قلوب میں بھی وہی محبت اور وہی کیفیت عطاء فرمادے، ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

سوچئے جن کے عشق ومحبت کی یہ کیفیت ہو وہ بھلا ناراض ہوسکتی ہیں، ہرگز نہیں، یہ تو ناز کا تعلق تھا، امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی یقین تھا کہ آپ ﷺ ان باتوں پر ناراض نہ ہوں گے بلکہ ان کی ناز برداری کریں گے، اس لئے وہ کبھی کبھی ناراضی کی سی صورت بنالیتیں۔

اس خلق عظیم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کریم النفس شریف ہوتا ہے وہ بیوی پر غالب نہیں ہوتا بلکہ بیوی کی ناز برداری کرتا ہے۔ اس سے مغلوب رہتا ہے اور جو ذلیل کم حوصلہ ہوتا ہے اس میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہوتی کہ ناز برداری کرے وہ تو بہرصورت بیوی پر غالب رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام:

رسول اللہ ﷺ کا اپنی سواری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سواری کے ساتھ ساتھ رکھنا آپ ﷺ کا اپنا عمل نہیں تھا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ

کی طرف سے حکم تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا کی اتنی رعایت فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا کا وہ مقام تھا جو امہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُنَّ میں سے کسی دوسری کا نہیں تھا۔ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے پر کسی کو اعتراض ہو سکتا ہے؟ بہر حال یہ جو کچھ تھا منجانب اللہ تھا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا کے فضائل اور خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ان کے بستر پر ہونے کی حالت میں بھی وحی نازل ہوتی تھی دوسری امہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُنَّ میں سے کسی کے بستر پر ہونے کی حالت میں وحی نہیں آتی تھی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے ہیں کسی کے لئے اس میں دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔

ان واقعات سے اندازہ کر لیجئے کہ امہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُنَّ کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت اور بے تکلفی کا تھا، بیویوں کا ناز دیکھیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کرم کی انتہاء دیکھیں کہ ان کی باتوں کا برا نہیں مناتے ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ ناز برداری کر رہے ہیں۔

ایک بار آپ ﷺ حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا کے پاس تشریف فرما تھے، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا حلوا بنا کر لے آئیں، آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا سے بھی کھانے کو کہا، انہوں نے کھانے سے انکار کیا تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھَا نے مزاح میں تھوڑا سے حلوا ان کے چہرے پر مل دیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا سے فرمایا کہ بدلہ لے لو، تم بھی ان کے چہرے پر مل دو، انہوں نے ان کے چہرے پر مل دیا، یہ ظرافت اور خوش طبعی کا قصہ چل ہی رہا تھا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جلدی سے جاؤ منہ دھوکر آؤ عمر آرہے ہیں، حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا فرماتی ہیں کہ اس روز سے عمر کا رعب میرے دل میں بیٹھ گیا کہ سید دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی بیویوں کے ساتھ ذرا سی خوش مزاجی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اس حالت میں عمر کا اتنا خیال کہ ان کے آنے سے بیویوں کو چہرے سے حلوا دھونے کا حکم فرمایا۔ یہ قصہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ اس سے حسن معاشرت اور باہمی الفت کا سبق ملتا ہے، حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا آپس میں سوکنیں ہیں لیکن ایک دوسرے سے ایسی محبت اور بے تکلفی ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا عمر میں ان کی بڑائی کا لحاظ کئے بغیر حلوا اٹھا کر منہ پر مل دیتی ہیں، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی ان کی خاطر سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا کے ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لو بدلہ لے لو۔

خوش طبعی وقار کے منافی نہیں:

ایک بار آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنھَا کو تفریح طبع کے لئے ایک قصہ سنایا گیارہ سہیلیوں کا طویل اور دلچسپ قصہ جو حدیث کی کتابوں میں معروف ہے، بیویوں سے ہنسی مذاق کی گفتگو اور قصہ گوئی وقار اور سنجیدگی کے خلاف نہیں جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ اپنی جہالت کا علاج کریں،

رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر دنیا میں کس کی شان ہوگی لیکن آپ ﷺ باایں علو شان بیویوں سے مزاح بھی فرمارہے ہیں اور ان کی دلجوئی کے لئے قصہ گوئی بھی کرتے ہیں۔

مسجد نبوی میں ایک بار کچھ حبشی لوگ نیزہ بازی کررہے تھے یہ کھیل چونکہ ایک طرح کی جنگی مشق اور جہاد کی تیاری تھی اس لئے آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی خود بھی اس کا منظر دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی دریافت فرمایا کہ دیکھنا چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ سامنے کھڑے ہوگئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے کندھے کے اوپر سے دیکھ رہی ہیں، بہت دیر تک آپ ﷺ کھڑے رہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہٹیں تو آپ ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے۔ دیکھئے! کس قدر بیوی کی رعایت اور دلداری کی جارہی ہے اس کا نام ہے حسن سلوک اور حسن اخلاق۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قصہ ہے کہ ایک بار نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر کنگھی وغیرہ کرکے بیٹھی ہوئی تھیں، اس وقت کے کپڑے بھی کیا تھے، پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑے دھو کر صاف کرکے پہن لئے آج کل کے سوٹ بوٹ اور میک اپ جیسا دور نہ تھا، ان حضرات کی سادگی اور تکلفات سے پاک زندگی کا اندازہ اس ایک قصہ سے کر لیجئے کہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس عورت کا نکاح ہوتا لوگ دلہن کو آراستہ کرنے کے لئے مجھ سے یہ چادر مانگ کر لے جاتے تھے لیکن آج حالت یہ ہے کہ میری

باندی بھی اس چادر کو اوڑھنا پسند نہیں کرتی، بہرحال حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جیسا کچھ لباس تھا اسے صاف ستھرا کر کے پہن لیا، نہا دھو کر بیٹھی تھیں کہ دوسری بعض امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ان کے ساتھ دل لگی سوجھی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائیں تو ہم ویسے ہی سادگی میں نظر آئیں اور یہ بن ٹھن کر سب میں نمایاں بیٹھی ہوں، کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے ان کی یہ امتیازی شان ختم ہو جائے، یہ سوچ کر انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایک عجیب مزاح کیا، باہر سے خوف زدہ صورت بنا کر بھاگی بھاگی آئیں جیسے کوئی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہو، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کیا ہوا خیر تو ہے؟ انہوں نے بے ساختہ جواب دیا دجال نکل آیا ہے دجال! دجال کا احادیث میں بہت کثرت سے ذکر آیا ہے کہ اس امت کا سب سے بڑا فتنہ فتنۂ دجال ہوگا، ان احادیث کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس فتنہ سے بہت ڈرتے تھے، ہر وقت دھڑکا لگا رہتا کہ کہیں دجال ظاہر نہ ہو جائے، صحابہ تو کانپتے تھے مگر آج کا مسلمان بے فکر اور مطمئن ہے، دجال کا نام سن کر اس کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، دجال کی خبر سن کر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت گھبرا گئیں کہ اب کیا کریں۔ دوسری کہنے لگیں یہ سامنے جو جھگی ہے اس میں گھس جاؤ، بہت پرانی نہ جانے کب کی بے آباد جھگی کھڑی تھی، گرد و غبار سے اٹی ہوئی، وہ بھاگی بھاگی اس میں گھس گئیں، اندر سہمی ہوئی ہیں کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دیکھا کہ سب بیویاں ہنس رہی ہیں، آپ نے ہنسی کی وجہ دریافت فرمائی مگر ان پر ہنسی کا اس قدر غلبہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب نہیں دے پا رہیں، قصے کے ایک ایک جزء پر غور کیجئے، کسی معمولی انسان کا قصہ نہیں، آقائے نامدار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ ہے امہات المومنین

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُنَّ کے قلوب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت سے معمور ہیں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، لیکن اس کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے مزاح جاری ہے، خوش طبعی کی باتیں ہورہی ہیں، یہ باتیں شان نبوت کے خلاف نہیں۔ انہوں نے اس جھگی کی طرف اشارہ کر دیا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس طرف تشریف لے گئے، حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کوخوف وہراس کی حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگیں دجال نکل آیا؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نہیں دجال ابھی نہیں نکلا ہاں نکلے گا ضرور! پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کا گرد وغبار صاف کیا اور انہیں باہر لائے۔

فضیلت کا معیار:

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی دلداری کوئی معمولی درجہ کی نیکی نہیں بلکہ شریعت میں اس کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے فضیلت کا معیار قرار دیا چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس کا معاملہ اپنی بیوی کے ساتھ درست ہو، فیصلہ فرمادیا جو بیوی کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ رہتا ہو، محبت کے ساتھ رہتا ہو وہ تم میں سے بہتر ہے اسے بہتری کا معیار قرار دیا۔

امامت میں دوسروں سے افضل ہونے کے بارے میں حضرات فقہاء رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالیٰ نے بہت سی صفات کا ذکر فرمایا ہے کہ جو ان صفات سے متصف ہو وہ دوسروں سے امامت کا زیادہ مستحق ہے ان میں سے ایک صفت بیوی کے ساتھ محبت بھی ہے اگر دوسری وجوہ فضیلت میں کئی حضرات برابر ہوں تو ان میں

سے امامت کا زیادہ مستحق وہ ہوگا جسے بیوی سے زیادہ محبت ہو۔ بات یہ چل رہی تھی کہ بیوی کو دبا کر رکھنا اس پر غالب رہنا کوئی کمال نہیں، کمال اور مردانگی کی بات تو یہ ہے کہ اس سے دب جائے اس کی کڑوی کسیلی سن لے اور برداشت کر جائے اس سے انتقام نہ لے، عورت سے انتقام لینا اسے مار پیٹ کرنا مردانگی نہیں کمینہ پن ہے، یہ حدیث آیت: خلق الانسان ضعیفا کی تفسیر میں بیان کی گئی، انسان کو کمزار پیدا کیا گیا اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا مصلحت رکھی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی پوری مصلحتیں تو وہی جانیں، ان کا احصاء ناممکن ہے لیکن جو بات دل میں آئی ہے بتا دیتا ہوں وہ یہ کہ اس میں مردوں کی اصلاح ہوتی ہے، عورت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا پیدا فرمایا کہ اس سے مرد بیچارہ مستغنی ہو سکے نہ اسے چھوڑ سکے، مرد سے اس کے بغیر رہا بھی نہیں جاتا لیکن اسے پوری طرح قابو میں رکھنا بھی مشکل ہے، اس سے مقصد مرد کی اصلاح ہے، اس کا دماغ درست رہے کبر کا علاج ہو جائے کہ تجھے رہنا بھی عورت کے ساتھ ساتھ ہے مگر مغلوب بن کر، عورت مرد کے کبر اور عجب کا بہترین علاج ہے، بیوی کی قدر کیجئے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لئے مصلح بنا کر پیدا فرمایا ہے گویا بیوی آپ کی صرف بیوی ہی نہیں معالج باطن بھی ہے، اس کی مزید وضاحت ایک دوسری حدیث سے کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا، جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا نبوت سے پہلے اس سے بکریاں ضرور چروائی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا ذکر تو قرآن میں ہے، اس میں مصلحت یہ ہے کہ جانوروں میں سے بھینس چرانا آسان ہے، گائے چرانا آسان ہے، ہاتھی چرانا بھی آسان ہے مگر بکری چرانا سب سے زیادہ مشکل ہے، اس لئے کہ بکری بھاگتی بہت ہے چرواہے کو تنگ زیادہ کرتی ہے، اور وہ اس پر غصہ بھی جاری نہیں کرسکتا، بھینس اگر تنگ کرے تو وہ چار

لاٹھیاں لگانے سے غصہ اتر گیا، مگر بکری کو لاٹھی لگا دی تو وہ مر جائے گی یا کم از کم ٹانگ تو ٹوٹ ہی جائے گی ایسا نازک سا جانور جو غصہ بھی دلائے بار بار اشتعال میں لائے مگر سختی برداشت نہ کر سکے، انسان غصہ سے بھر جائے مگر غصہ نکال نہ سکے اس سے اس کی اصلاح ہوتی ہے، صبر وتحمل کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بکریاں چروا کر انہیں یہی مشق کروائی گئی، لوگوں کی اصلاح سے پہلے انہیں بکریوں کے ذریعے صبر وتحمل کی مشق کروائی گئی پھر نبوت دی گئی نتیجہ یہ کہ منکرین کی باتیں سن سن کر بلکہ ان سے پتھر کھا کر بھی یہ حضرات کبھی آپے سے باہر نہیں ہوئے مخالفین سے گالیاں سن سن کر انہیں کو دعائیں دیتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یایها الذین امنوا لاتکونوا کالذین اذوا موسی فبرأه اللّٰه مما قالوا و کان عند اللّٰه وجیها ○﴾
(۳۳.۶۹)

اس آیت میں حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں ایک قصے کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل حدیث میں اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل بہت بے حیاء تھے، ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہاتے تھے لیکن حضرت موسی علیہ السلام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوکر پردے میں نہاتے تھے، ان لوگوں نے آپ کی اس خصوصیت کو الٹا رنگ دیدیا کہنے لگے یہ ہم سے چھپ کر اس لئے نہاتے ہیں کہ ان کے جسم کے مخفی اعضاء میں کوئی عیب ہے بیماری ہے اس لئے ہمارے سامنے کپڑے اتارنے سے شرماتے ہیں، اور چھپ کر پردے میں نہاتے

ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ ان کے نبی پر عیب یا بیماری کا الزام آئے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب سے اس کا انتظام فرمایا کہ معترضین کی زبانیں بند ہوجائیں کسی کو اعتراض یا بہتان کا موقع نہ ملے، اگر موسیٰ علیہ السلام اپنے اختیار سے برہنہ ہوکر انہیں دکھاتے تو گناہ ہوتا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا موقع پیدا فرمادیا کہ یہ شریر معترضین موسیٰ علیہ السلام کا بے عیب اور صحیح سالم ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پھر کبھی اعتراض نہ کرسکیں۔ موسیٰ علیہ السلام خلوت میں نہانے لگے کہ کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے، جب نہا کر نکلے اور کپڑے اٹھانے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کو حکم دیا وہ کپڑوں سمیت وہاں سے بھاگ پڑا موسیٰ علیہ السلام لاٹھی لے کر اس کے پیچھے پیچھے بھاگے جارہے ہیں اور پکار رہے ہیں: ''ارے پتھر میرے کپڑے دو۔'' مگر پتھر بھاگتا چلا گیا اور بنی اسرائیل کے مجمع میں جا کر رکا، ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کا بدن دیکھ لیا کہ بالکل بے عیب اور صحیح سالم ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جلال میں آکر پتھر کی پٹائی شروع کردی، اتنے زور سے لاٹھیاں برسائیں کہ پتھر پر نشان پڑ گئے (بخاری ومسلم) اندازہ کیجئے کہ مزاج میں کتنی گرمی تھی؟ دیکھ بھی رہے ہیں کہ بے جان پتھر ہے اس کا قصور نہیں یہ بیچارہ خود تو بھاگ نہیں سکتا ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی اسے بھگایا ہے، پھر اسے مارنے سے کیا فائدہ؟ مگر غصہ میں آکر اس کی بھی ٹھکائی کردی، یہ قصہ تو حدیث میں ہے۔

ایک قصہ کسی استاذ سے سنا ہے کہ کسی کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ بکریاں چراتے ہوئے ایک مرتبہ ایک بکری کہیں بھاگنے لگی موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگتے رہے، بڑی مشکل سے قابو میں آئی تو اس کے پاؤں دبانے لگے کہ تھک گئی ہوگی، کہاں تو اتنا غصہ کہ بے جان اور بے قصور پتھر کو مار رہے ہیں اور

کہاں یہ حالت ہے کہ بکری کی ایسی شرارت پر بھی اسے مارنے کی بجائے اس کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ جیسے بکریوں کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی تربیت فرمائی انہیں صبر وتحمل کا عادی بنایا، اسی طرح عورت کو عام مردوں کی اصلاح اور تربیت کا ذریعہ بنایا یہ مردوں کے لئے مصلح ہیں، ان کی باتوں پر صبر کیا جائے، سختی نہ کی جائے، سختی کرنا مار پٹائی کرنا ذلت اور کمینگی کی علامت ہے اور ان کی باتوں پر صبر کرنا برداشت کرنا شرافت اور مردانگی کی علامت ہے۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿استوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شئ فى الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء﴾ (متفق عليه)

''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہے، سو اگر تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے تو ٹیڑھی ہی رہے گی اس لئے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو۔''

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور نرم رویہ کے حکم کو وصیت سے تعبیر فرمایا ہے، دنیا سے جاتے ہوئے آخر میں انسان اپنے اموال واولاد یا کسی اہم کام سے متعلق جو کچھ کہتا ہے اسے وصیت کہتے

ہیں، ایسے نازک موقع پر ایک تو انسان بالکل صاف اور سچی بات کہتا ہے، دوسرے یہ کہ کوئی عام قسم کی معمولی بات نہیں کہتا بلکہ جو اہم سے اہم اور ضروری سے ضروری بات ہو وہی کہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تو ہر بات سچی اور اہم سے اہم ہے اس میں جھوٹ اور لایعنی کا تو تصور تک نہیں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اس مسئلہ کی عظمت اور اہمیت جتانے کے لئے وصیت کے عنوان سے اسے بیان فرما رہے ہیں، اسے معمولی بات نہ سمجھو یہ بہت ہی اہم اور بہت ضروری حکم ہے اسے اپنے حق میں وصیت سمجھو وصیت کس بات کی کہ عورتوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو، حسن اخلاق سے پیش آؤ، اسکی حکمت یہ ہے کہ یہ کمزور اور نازک سی مخلوق ہے اس میں سختی کا تحمل نہیں، اس کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہے، لہٰذا اسے سیدھا کرنا ممکن نہیں اگر زور دے کر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہو سکے گی، اس میں جو ٹیڑھا پن ہے اسے گوارا کر لو یہ آخر تک ٹیڑھی ہی رہے گی، اسی حالت میں اس سے کام لیتے رہو، اس میں ان کا فائدہ ہے، تمہاری اصلاح بھی اسی میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں ٹیڑھا پن رکھا ہے ٹیڑھی پیدا ہوئی ہے اس میں حکمت ہے اسی میں مصلحت ہے تمہیں سیدھا رکھنے کے لئے اسے ٹیڑھا بنایا ہے، تم اس سے دبے رہو صبر سے کام لو اس سے تمہاری اصلاح ہو گی، یہ خود ٹیڑھی ہے مگر تمہیں سیدھا رکھے گی۔ آخری وقت میں جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو امت کو دو چیزوں کی وصیت فرمائی:

﴿الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم﴾ (احمد، ابن ماجہ)

ایک یہ کہ نماز کی پابندی کرو، دوسرا یہ کہ غلام لونڈیوں کے معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو، ماتحت ہیں ان کے ساتھ حسن

سلوک کرتے رہو، اس عموم میں دوسرے ماتحت افراد بھی شامل ہیں، لہٰذا بیویوں کے ساتھ حسن سلوک بھی اس حدیث کے تحت داخل ہے، بیوی ماتحت ہے اس پر جتنا چاہو زور چلالو جیسے چاہو حکومت کرتے رہو وہ بیچاری بے زبان تمہارے سامنے دم بھی نہیں مار سکتی، کافی عرصہ پہلے کی بات ہے ایک کارخانہ دار نے مجھے بتایا کہ میرے کارخانہ میں ایک مزدور سے غلطی صادر ہوگئی تو اس کی اصلاح کے لئے میں اوپر اوپر سے ناراض ہوگیا، چہرہ ایسے بنالیا کہ وہ سمجھے یہ مجھ سے ناراض ہے، جب میں نے ناراض کی سی صورت بنالی تو وہ مزدور آکر بڑی لجاجت سے کہتا ہے حاجی صاحب! آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے ذریعہ معاش بنایا ہے، آپ ہم سے راضی ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی راضی ہیں آپ ناراض تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ناراض، جو میری غلطی ہے بتا دیجئے، اصلاح کر دیجئے لیکن ناراض نہ ہوں اس وقت مزدوروں کا حال یہ تھا ذرا سی تنبیہ پر سنبھل جاتے اپنی اصلاح کر لیتے، مگر آج کل وہ حالات نہیں رہے، اب مالک کی کیا مجال ہے کہ مزدور کو کچھ کہہ دے، ادھر مالک نے کچھ کہا نہیں ادھر سے مزدور گلے پڑا نہیں، مزدور کی اصلاح تو کیا ہو خود مالک کو جان چھڑانی مشکل ہو جائے۔ بعض عورتوں کا حال بھی یہی ہے۔

عورتوں سے حسن سلوک اور سختی کے مواقع:

مختصر یہ کہ عورت پر غالب آنے کی کوشش کرنا بری حرکت ہے، مرد کا یہ کام

نہیں، کمزور اور ماتحت کو دبانے کی بجائے اس کی رعایت کی جائے، مرد کا کمال اسی میں ہے کہ عورت کے مقابلہ میں دب جائے اس سے مغلوب رہے، لیکن ہر موقع پر اور ہر بات میں عورت سے دبنا اور بالکل اس کا مرید بن جانا بھی کوئی دانشمندی نہیں، مرد کی شان اور اس کی شرعی و عقلی مقام کے خلاف ہے۔ کس حد تک عورت پر غالب رہے اور کس حد تک مغلوب رہے، کہاں اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور کن مواقع میں سختی کرے کچھ اس کی تفصیل بھی سن لیں کیونکہ راہ اعتدال ہی کامیابی کا راستہ ہے نہ ہر موقع پر حسن سلوک بہتر ہوتا ہے اور نہ ہمیشہ سختی ٹھیک رہتی ہے ان دونوں کے مواقع الگ الگ ہیں۔

بیویوں کو محبت سے سدھاریں:

بیویوں سے بہت محبت کیا کریں انہیں محبت سے سدھارا کریں، انہیں دیندار بنانے کے لئے ان سے خوب خوب محبت کیا کریں، پیار و محبت سے سمجھایا کریں، بلا ضرورت سختی نہ کریں اور بے جا پابندیاں نہ لگائیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بتا چکا ہوں کہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہے، دائرہ چھوٹا ہوتا ہے اس لئے زیادہ ٹیڑھی ہے، پسلی سے استفادہ کریں اگر اسے سیدھا کرنا چاہیں گے تو ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہوگی۔ عورتوں سے استفادہ تو خوب خوب کریں مگر وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ ہمارے تابع ہے، اسے یقین دلائیں اپنے عمل سے بھی قول سے بھی کہ بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے، احکام شریعت میں کوئی رعایت نہ کریں مگر سمجھائیں محبت سے۔

بیوی اگر کسی ناجائز کام کا مطالبہ کرے تو پورا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا، اگر بلاضرورت کوئی چیز لانے کا مطالبہ کرے تو سختی سے کام نہ لیں مضبوطی سے کام لیں خاموش رہیں بس جواب نہ دیں خاموش رہا کریں۔

ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی چیزیں منگوانے کے لئے مجھ پر مسلط ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ پیسا تو آپ کے ہاتھ میں ہے وہ کیسے مسلط ہو جاتی ہے آپ سے زبردستی کام کیسے لے لیتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ایک رٹ لگا لیتی ہے دیجئے دیجئے، اٹھتے بیٹھتے رٹ لگا لیتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ایک بار جواب دے دیں پھر بالکل خاموش، وہ سو بار بھی مطالبہ کرے آپ جواب ہی نہ دیں بالکل خاموش رہیں بولتے بولتے خود ہی تھک جائے گی خاموش ہو جائے گی اگر آپ نے جواب دینا شروع کیا اس نے پوچھا لائے؟ آپ نے کہا نہیں لایا تو قصہ چلتا ہی رہے گا، بولیں ہی نہیں بالکل خاموش رہیں۔

بیوی سے خوب خوب محبت کریں مگر اس کے باوجود شوہر حاکم ہے حاکم، بیوی محکومہ ہے، یہ احساس رہے اسے الٹا زعم نہ ہو جائے، ساتھ ساتھ اپنی نفسانی خواہش پر ذرا قابو رکھیں اگر اس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ میرا محتاج ہے پھر تو حاکم بن جائے گی احتیاج تو دونوں جانب سے ہے تا ہم لئے اس چیز کا ذرا خیال رکھ کر حکمت اور مصلحت سے کام لیں:

﴿یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا﴾ (۸.۲۹)

جب انسان میں تقوی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ فراست اور قوت فیصلہ عطاء فرما دیتے ہیں۔ اکثر حماقت تو شوہر کی ہوتی ہے اسے تابع کرنا جانتے نہیں اور شکایتیں کرتے رہتے ہیں کہ بیوی ایسے کرتی ہے ایسے کرتی ہے۔ کامیاب اور

خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ حدود اللہ پر خود بھی قائم رہیں اور بیوی کو بھی قائم رکھیں اس کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئیں اگر کہیں سختی کی ضرورت پڑے تو بقدر ضرورت سختی کریں۔

لیکن آج کل معاملہ اس کے برعکس دیکھنے میں آرہا ہے، شوہر اپنی خواہش نفسانی اور دوسرے دنیوی معاملات میں تو بہت سخت نظر آتے ہیں مگر دین کے معاملے میں بظاہر اچھے خاصے دیندار کہلانے والے بھی صحیح طریقہ اختیار نہیں کرتے خود تھوڑے بہت جتنے بھی دین پر چل رہے ہیں بیویوں کو اتنے دین پر بھی صحیح طرح نہیں چلاتے دینی معاملات میں کھلی بے غیرتی کا ثبوت دیتے ہیں اس کی بہت سی مثالیں آپ لوگ مجھ سے زیادہ دیکھتے ہی رہتے ہوں گے۔

عورت کا خریداری کے لئے بازار جانا:

ابھی تازہ قصہ یہ پیش آیا کہ گزشتہ ہفتے میں ایک خط مکہ مکرمہ سے آیا اور دوسرا ریاض سے دونوں میں ایک ہی قسم کا سوال تھا یہ کہ بیوی سودا خریدنے کے لئے شوہر کے ساتھ بازار چلی جائے، دوکاندار سے بات چیت شوہر کرے بیوی صرف چیزیں پسند کرتی رہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ یہاں سپر مارکیٹ میں بھاؤ تاؤ نہیں کرنا پڑتا چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں اور ان پر قیمتیں لکھی ہوئی ہیں جسے کچھ خریدنا ہوتا ہے وہ چیز اٹھا لیتا ہے اور وہاں جو ذمہ دار ہوتا ہے اسے پکڑا دیتا ہے وہ چیز تھیلی میں ڈال کر دیتا ہے اور خریدار اسے لکھی ہوئی قیمت اداء کر دیتا ہے، بھاؤ تاؤ نہیں کرنا پڑتا باتیں کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، اس حالت میں اگر بیوی سپر مارکیٹ میں سودا لینے چلی جائے تو یہ جائز ہے

یا نہیں؟ دونوں جگہ سے ایک ہی سوال اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھجوادیا، روزانہ عصر کے بعد جو بیان ہوتا ہے اس میں ایک بیان کے ضمن میں میں نے یہ قصہ بتادیا اور اس کے جواب کی تفصیل بھی سنا دی۔ آج جمعہ کی نماز کے بعد ایک شخص نے کہا کہ وہ بیان بہت نافع ہے ان کا یہ کہنا تھا کہ جمعہ کی مجلس میں بھی یہ مسئلہ بتایا جائے اس لئے کہ یہ بیماری بہت زیادہ ہے بظاہر صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے صوفی لوگ بھی یوں ہی کرتے ہیں کہ بیویوں کو بازار ساتھ لے جاتے ہیں وہ بھاؤ تاؤ کرتی ہیں۔ چلئے سن لیجئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عورت کا خریداری کے لئے بازار جانا کسی صورت میں بھی جائز نہیں، آپ لوگ پہلے ایک نظر مجھے دیکھیں جتنا دیکھیں گے ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ بات جلدی سمجھ میں آئے گی۔

میں اسی دنیا کا انسان ہوں:

سب نے اچھی طرح دیکھ لیا نا اب سنئے، میں دنیا میں اپنے والدین کے گھر میں پیدا ہوا ہوں ایسے نہیں ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس چھ فٹ کے انسان کو اوپر ہی کہیں آسمان پر بنادیا وہیں فرشتے پالتے رہے اور پھر اوپر سے آسمان کا کوئی دروازہ کھول کر مجھے نیچے گرادیا، ایسے نہیں ہوا۔ میں اپنے بارے میں لوگوں کی باتیں سنتا رہتا ہوں جس سے مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں میں دنیا میں پیدا نہیں ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اوپر ہی کہیں پیدا کردیا پھر جب بڑا ہوگیا تو اوپر سے کسی گھر میں پھینک دیا، کہتے ہیں کہ وہ مسئلے ایسے بتاتا ہے اس کا کیا ہے دنیا سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے ہیں ذرا دنیا میں نکلیں تو پتا چلے کہ دنیا میں کیسے رہا جاتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں کسی غار میں رہتا ہوں دنیا سے میرا کوئی واسطہ ہی نہیں اس لئے ایسے مسئلے بتاتا ہوں اسی لئے ابھی میں نے بتادیا کہ میں اسی دنیا

میں پیدا ہوا ہوں، بچپن اسی دنیا میں گزرا، اسی میں جوان ہوا، اسی دنیا میں شادی کی، اسی میں صاحب اولاد ہوا، اسی دنیا میں اولاد کی شادیاں کیں اور اب تک اسی دنیا میں اسی طریقے سے ہوں۔ خاندان میں ماشاء اللہ! بھائی بھی ہیں بہنیں بھی ہیں ان کی اولاد بھی ہے چچا بھی ہیں، پھوپھیاں بھی ہیں، ماموں بھی ہیں، خالائیں بھی ہیں، زادیاں بھی ہیں، سسرال کی طرف سے بھی یہ سارے رشتے دار ہیں، یہ تو میں نے لوگوں سے تعلقات کا سلسلہ بتا دیا۔ دنیا میں ذریعہ معاش کے لحاظ سے بھی سن لیں، ذریعہ معاش زمینداری ہے، زمیندار کے تعلقات تو بہت زیادہ لوگوں سے ہوتے ہیں مزارعین سے، نوکروں سے پھر کچھ زمین ٹھیکے پر دی ہوئی ہے اس کے علاوہ تجارت بھی ہے اور تقریباً چالیس سال کی عمر تک مدارس دینیہ میں ملازمت کی ہے اگرچہ وہ دین ہی کی ملازمت تھی لیکن بہر حال ملازمت ساتھ ساتھ رہی۔ یہ بھی سن لیجئے کہ میرے اللہ کا مجھ پر کیسا فضل و کرم ہوا، جب میں نے ملازمت چھوڑی تو اس کے بعد جتنی مدت جس جس دینی ادارے میں تنخواہ لے کر پڑھایا تھا سب کا حساب کر کے اتنی اتنی رقمیں ان مدارس میں ان اداروں میں واپس کی ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے، پہلے مرحلے میں یہ کہ جو تنخواہ لی تھی وہ واپس دی پھر اس کے بعد سے اب تک یہ معمول جاری ہے کہ جن جن مدارس میں پڑھایا تھا ان سے زیادہ اور دوسرے مدارس سے بھی مسلسل مالی تعاون کرتا رہتا ہوں۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب صرف دارالافتاء کا کام تھا اور جہاد کے محاذ نہیں کھلے تھے، اب جامعۃ الرشید کے قیام اور جہاد کے محاذ کھل جانے کے بعد حضرت اقدس نے اپنی کل آمدن کے لئے یہی مصارف مختص فرما دیئے ہیں کسی دوسرے مصرف پر نہیں لگاتے۔ جامع) اب بتایئے لوگ کہتے ہیں یہ دنیا سے الگ تھلگ کہیں پڑا ہوا ہے، سفر بھی ہوتے رہے، آنا جانا بھی رہا، ہر قسم کے رشتے دار بھی، کئی قسم کے ذرائع معاش بھی تو پھر یہ کیسے کہہ دیتے ہیں کہ یہ اس

دنیا میں ہے ہی نہیں اس کا کیا ہے یہ تو الگ تھلگ ایسے ہی بیٹھا بیٹھا فتوے لگاتا رہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم:

ایک بات اللہ تبارک وتعالیٰ کرے کہ دلوں میں اتر جائے وہ یہ کہ پوری دنیا کے تعلّقات میں جکڑا ہوا ہوں، پکڑا ہوا ہوں، پھنسا ہوا ہوں اس کے باوجود اللہ کی دستگیری، مدد اور نصرت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمّل طور پر آزاد ہوں کسی تعلّق کا میرے ذہن پر بال برابر نہ کوئی اثر ہوا، نہ ہے اور نہ ہی انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی ہوسکتا ہے، دنیا کی کوئی محبت، کوئی تعلّق اللہ تبارک وتعالیٰ کے تعلّق اور اللہ کی محبت پر غالب نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی دنیا کے تعلّقات چھوڑ کر کسی غار میں جا کر بیٹھ جائے ننگ دھڑ نگ ہو کر اس کے لئے وقت گزارنا آسان ہوگا اور جو اسی دنیا میں رہے سب رشتے دار ہوں، تعلّقات ہوں، ہر قسم کے کاروبار ہوں اس کے باوجود کوئی کام، کوئی سلسلہ، کوئی محبت، کوئی طمع، کوئی خوف، کوئی تعلّق اللہ تبارک وتعالیٰ کے تعلّق اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں نہیں آتا یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے، لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا تو دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں اسے تو دنیا کی ہوا بھی نہیں لگی بس ایسے ہی الگ تھلگ بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے کافی وقت گزرنے کے بعد گاڑی خود چلانی شروع کی اس میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ جو سمجھتے ہیں یہ ایسے ہی ننگ دھڑ نگ ہے بیچارہ کچھ ہے ہی نہیں کچھ جانتا ہی نہیں وہ دیکھ لیں کہ اسی دنیا میں رہ رہا ہوں اور سب کام بھی کرتا ہوں، گاڑی بھی نئی اور بڑی زبردست لیتا ہوں پھر چلاتا بھی خود ہوں

اور ایسے چلاتا ہوں جیسے کوئی اٹھارہ سال کا پٹھا گاڑی چلائے لوگوں کو دکھاتا ہوں انہیں سبق دیتا ہوں کہ میں کسی غار میں نہیں رہتا اسی دنیا میں رہتا ہوں جس میں آپ لوگ رہتے ہیں۔ اس تفصیل کے بعد شاید بات سمجھ میں آجائے۔

ضرورت کا بہانہ بنانے والے دیوث ہیں:

ہمارے پورے خاندان میں صرف میں اور میری اولاد نہیں بلکہ پورا خاندان بھائی بہنیں، چچا ماموں وغیرہ پورے خاندان میں کہیں بھی اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی عورت خریداری کے لئے دوکان پر جائے، اکیلی یا شوہر کے ساتھ کوئی عورت دوکان پر خریداری کے لئے جائے اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ایسا تصور کرنے والوں کو ہم لوگ دیوث کہتے ہیں دیوث، کہیں آپ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہماری خواتین کو کپڑوں کی ضرورت ہی نہیں وہ تو پریاں ہیں، انہیں جوتوں کی ضرورت نہیں، زیور کی ضرورت نہیں یہ تو ہیں ہی ایسے غاروں میں رہنے والے انہیں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں اور ہماری تو ضرورتیں ہیں اگر بیویاں بازار نہیں جائیں گی تو ان کی ضرورت کیسے پوری ہوگی۔ اس کا جواب میں پہلے بتا دیا کہ یہ سارے دھندے میرے ساتھ ہیں اللہ کے فضل وکرم سے ضرورتیں ہیں۔ چند سال پہلے خیر پور سے کسی نے مجھے لکھا کہ رشتے داروں میں سے فلاں شخص اپنی بیوی کو سکھر لے گیا کچھ خریداری کروانے کے لئے کچھ پسند کروانے کے لئے ساتھ لے گیا، دیکھئے ان کے نزدیک اس بات کی کتنی اہمیت تھی کہ اتنی دور مجھے خط لکھ کر بتایا کہ یہاں ایسا قصہ ہوگیا ہے، جیسے کوئی بہت بڑی بدمعاشی ہوگئی ہو، اپنی بیوی کو پردے کے ساتھ لے گیا کوئی چیز پسند کروانے کے لئے دوکاندار سے بات چیت شوہر کرے گا بیوی صرف پسند کرے گی، انہوں نے

ایسے شکایت لکھی جیسے خاندان میں کوئی بہت بڑی بدمعاشی ہوگئی ہو۔ میں نے صاحب واقعہ کو لکھا کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے ایسے کیوں ہوا؟ انہوں نے جواب لکھا کہ کیا اس سے پہلے ضرورتیں نہیں تھیں؟ اب نئی ضرورت کون سی پیدا ہوگئی جو کل تک نہیں تھی آپ مجھے ایک ضرورت ایسی بتا دیں جو کل نہیں تھی آج پیدا ہوگئی بتائیں کون سی ضرورت ہے؟ اس قصے سے پہلے خاندان کی کوئی عورت کبھی بھی کسی کام کے لئے بازار نہیں جاتی تھی، میں نے جوان سے پوچھا کہ بتایئے وہ کون سی ضرورت ہے جو کل تک گھر بیٹھے پوری ہو جاتی تھی آج نہیں ہوسکتی۔ اس کا کوئی جواب نہیں، معلوم ہوا کہ ضرورت نہیں خباثت ہے خباثت، بے دینی ہے، بے حیائی ہے، بے شرمی ہے، دیوثی ہے، یہ ہے ان دیوثوں کی ضرورت، جو ضرورتیں آج ہیں وہی ضرورتیں پہلے بھی تھیں نئی ضرورتیں کون سی پیدا ہوگئیں؟

دیوثوں کی قسمیں:

دراصل دیوثوں کی تین قسمیں ہیں، وہ دیوث جن کے ہاں پردہ ہے ان کی بات بتا رہا ہوں جن کے ہاں پردہ ہی نہیں جن کی عورتیں ایسے ہی کھلے منہ گدھیوں کتیوں کی طرح پھر رہی ہیں انہیں تو شریعت عورت ہی نہیں کہتی وہ عورتوں سے الگ کوئی اور مخلوق ہے شریعت کی نظر میں وہ عورتیں نہیں ہیں، جو لوگ باپردہ کہلاتے ہیں ان دیوثوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

جو عورتیں پردے کے ساتھ کسی محرم کے بغیر اکیلی دوکان پر چلی جاتی ہیں

اور بھاؤ تاؤ خود کرتی ہیں دوکاندار سے خود باتیں کرتی ہیں ان کے شوہر دیوث نمبر ایک ہیں۔ نمبر ایک کا مطلب وہی جو پردے داروں میں سے دیوث ہیں جو بے پردہ ہیں ان کا مقام بہت بلند ہے وہ بہت بلند مقام کے دیوث ہیں۔

دوسری قسم:

وہ دیوث جو عورتوں کو ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر دوکاندار سے عورتیں بات کرتی ہیں، یہ بھی بہت بڑا دیوث ہے ساتھ موجود ہوتے ہوئے خود بات نہیں کرتا بات کرنے کے لئے عورت کو وکیل بناتا ہے۔

تیسری قسم:

وہ جو بیوی کو ساتھ لے جاتا ہے اور وہاں جا کر بھاؤ تاؤ خود ہی کرتا ہے مگر بیوی کو بازار لے جا کر اس سے چیز پسند کرواتا ہے کہ یہ چیز ٹھیک ہے یا نہیں بیوی براہ راست دوکاندار سے بات نہیں کرتی یہ درمیان میں واسطہ رہتا ہے، یہ دیوث نمبر تین ہے۔

ان دونوں کو مکہ والوں کو اور ریاض والوں کو میں نے جواب یہ لکھا کہ کمزور ایمان والوں کے لئے گنجائش ہے یعنی تیسری قسم کا دیوث بننے کی گنجائش ہے کیونکہ ایمان بہت کمزور ہے۔ خیال ہوا کہ اگر انہیں اس سے منع کیا تو بیویاں لگائیں گی دولتی؛ چلائیں گی کر چھلی اور ایک ہنگامہ مچادیں گی کہ تو کون ہے مجھے گھر میں قید کرنے والا، تو کون ہے مجھے ساتھ نہ لے جانے والا تو یہ رانجھا ہیر کی فوج کا تحمل نہیں کر سکے گا یہ بے چارہ تو مر جائے گا بیوی کے بغیر۔

اکبر دبے نہ تھے کبھی برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی فوج سے

پھر کیا ہوگا کہ اسلام ہی کو سلام کر دے گا، اس اسلام میں یہ ہے کہ بیوی پٹائی لگاتی رہے، ناراض رہے، بیوی کے حقوق اداء نہ کرو، حقوق میں یہ بھی تو ہے نا کہ لوگ اس کی بیوی کو دیکھا کریں، یہ بھی بیوی کے حقوق میں سے ہے۔

شیاطین کے حقوق:

ایک قصہ اور بتا دوں کام کی باتیں یاد رکھا کریں بھلایا نہ کریں دوسروں کو بھی بتایا کریں۔ ٹیلیفون پر ایک شخص نے بتایا کہ ایک گیارہ سال کی لڑکی نے پردہ کرلیا اس وجہ سے اس کے رشتے دار بہت ناراض ہیں کہتے ہیں کہ تو نے پردہ کرلیا اب تو حقوق العباد کیسے اداء کرے گی؟ لوگوں کی حق تلفی کر کے گنہگار ہو رہی ہے، چچازادوں کے حقوق ہیں، پھوپھی زادوں کے حقوق ہیں، ماموں زادوں کے حقوق ہیں، خالہ زادوں کے حقوق ہیں، تیرے بہنوئی کے حقوق ہیں پھوپھا اور خالو کے حقوق ہیں اور جب تیری شادی ہو جائے گی تو دیور کے اور نندوئی کے حقوق ہوں گے اری! تو نے پردہ کرلیا حقوق العباد ضائع کر دیئے۔ وہ شخص مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ لڑکی نے یہ معلوم کروایا ہے کہ کہیں واقعۃً ایسا تو نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہو جائے لوگوں نے مجھے ڈرایا ہے کہ تو حقوق العباد اداء نہیں کرتی۔

ایمان، اسلام اور احسان کا مطلب:

میں یہ بتا رہا تھا کہ ایسے دیوثوں کو میں نے یہ کہہ دیا کہ تم لوگوں کا ایمان

بہت کمزور ہے اگر میں نے یہ کہہ دیا کہ بیوی کا یہ حق ادا نہ کروتو وہ جب بجائے گی تو تم اس کی تاب نہ لاسکو گے نہ رکھنے کے نہ چھوڑنے کے بیوی تمہاری زندگی کو جہنم بنادے گی جہنم، اس لئے اتنی دیوثی کرلیا کرو چھوٹے درجے کے دیوث بن جاؤ کوئی بات نہیں۔ ایسا جواب کیوں دیا جاتا ہے اس بارے میں ایک بزرگ کا ملفوظ سن لیجئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایمان، اسلام اور احسان کی تشریح یوں فرمائی ہے ایمان یہ کہ عقائد صحیح ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں، رسولوں کے بارے میں، فرشتوں کے بارے میں، حساب وکتاب، جنت اور جہنم کے بارے میں عقیدے صحیح ہوں۔ اسلام یہ ہے کہ اعمال صحیح ہوں اور احسان یہ کہ دل میں اخلاص ہو جو عمل کریں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کریں دل کی حالت بہتر ہو جائے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں کے یہ معنی بیان فرمائے مگر آج کے مسلمان کے حال کے مطابق سن لو، آج ایمان کیا ہے؟ کھانے کو ملے، کھانے کو ملے تو ایمان ہے اور ذرا سی آئی تکلیف تو مرتد ہو جائیں گے ایمان کو چھوڑ دیں گے، کھانے کو ملے تو ایمان ہے، چند سال پہلے جب سوشلزم کا چکر چلا تو اس میں یہی نعرے لگتے تھے: ''روٹی کپڑا روٹی کپڑا روٹی کپڑا۔'' بس انہیں روٹی کپڑا ملتا رہے جہنم میں جاتے ہیں تو جائیں، یہ تو رہ گیا ایمان۔ آج کے مسلمان کا اسلام کیا ہے کہ کھانا ہضم ہو جائے اگر ہضم نہیں ہوا پیٹ میں درد درد ہونے لگا تو بہت پچھتائے گا کہے گا کہ چلو یہودی یا عیسائی بن جاؤں، ذرا سی تکلیف آئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو گالیاں بکے گا، یہ ہے آج کا مسلمان۔ اور احسان کیا ہے کہ اجابت صحیح ہو جائے اگر قبض ہو گیا تو یہ شور کریں گے۔

ایسے ہی دیوث کی جو تین قسمیں میں نے بتائیں ان میں سے تیسری قسم کے دیوث کو بھی اگر روکا جائے کہ بیوی کو بازار مت جانے دو تو اس پر میاں بیوی

کی آپس میں جو ہوگی لڑائی وہ چلائے گی جوتا اور یہ تحمل کر نہیں سکے گا طلاق بھی نہیں دے سکتا رکھ بھی نہیں سکتا تو ایسے میں کہیں اسلام کو ہی سلام نہ کر دے اس لئے اس کے لئے گنجائش ہے۔

عورت مرد کو بازار لے جاتی ہے:

ایک ریچھ دریا میں بہا چلا جا رہا تھا ایک شخص نے سمجھا کمبل ہے وہ کمبل کو پکڑنے کے لئے دریا میں کود گیا جب اس کے قریب پہنچا تو ریچھ نے اسے پکڑ لیا وہ بے چارہ کئی دن کا بھوکا تھا اس نے سمجھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے غذاء بھیج دی کنارے پر سے دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ کمبل لانے کی بجائے یہ خود ہی ساتھ بہتا چلا جا رہا ہے اس طرح تو یہ خود غرق ہو جائے گا، وہ لوگ اسے آوازیں دینے لگے: ''ارے کمبل کو چھوڑو اپنی جان بچاؤ۔'' وہ کہتا ہے: ''میں تو کمبل کو چھوڑ دوں کمبل بھی تو مجھے چھوڑے۔'' یہی قصہ ان لوگوں کا ہے یہ بیوی کو بازار نہیں لے جاتے بیوی انہیں لے جاتی ہے۔

مردوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کو ناراض کر رکھا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دکھاتے ہیں کہ یہ عورتیں تمہارے نیچے کے لئے پیدا کی تھیں یہ چڑھ رہی ہیں تمہارے اوپر وہ قصہ ہو رہا ہے کہ یا اللہ! گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے چڑھا دیا اوپر اے اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں (اس قصے کی تفصیل وعظ ''ہر پریشانی کا علاج'' میں دیکھیں۔ جامع) یہ جو بیویاں شوہروں کی ٹھکائی لگاتی ہیں وہ اپنے اختیار سے تھوڑا ہی لگاتی ہیں انہیں اللہ نے مسلط کر دیا ہے کہ یہ بدمعاش ہمارا نافرمان ہے ذرا اس کا دماغ درست کرو، رہ گئی یہ بات

کہ بیوی بھی تو نافرمان ہے تواس کا جواب یہ ہے کہ اس سے تیری ٹھکائی کروائیں گے اور اسے عذاب دینے کا اور کوئی انتظام کردیں گے، فرمایا:

﴿وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون﴾ (۶۔۱۳۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نافرمانوں کو نافرمانوں کے ذریعے ہی عذاب دیتے ہیں۔

اشیاء کی خریداری سے مردوں کی ناواقفیت:

میاں مٹھو یہ کہتا ہے کہ مجھے تو خریداری آتی ہی نہیں، یہ بات میں ایسے ہی اپنے پاس سے نہیں بتا رہا لوگوں کی باتیں سنتا رہتا ہوں، رانجھا کہتا ہے ہیر خریداری کر کے لاکر دیتی ہے کیونکہ مجھے تو یہ کام آتا ہی نہیں مجھے پتا ہی نہیں کپڑا اچھا کون سا ہے خراب کون سا ہے پھر یہ پتا نہیں کہ اس کا نرخ کیا ہے دوکاندار تین چار گنا زیادہ بتادے مجھے تو صحیح قیمت کا اندازہ ہی نہیں میں تو لٹ کر آجاؤں گا اتنی محنت اور پیسے کا نقصان کرنے کے بعد پھر مزاج یار میں نہ آئے تو کر چلی چلے گی، اس لئے کہتے ہیں یہ کام بیویوں کے ذمے ہے وہ خریداری کرتی ہیں اور انہیں اس کا خوب تجربہ ہے۔ یہ بھی بتادوں کہ دوکاندار بیوی سے کچھ وصول بھی کرتا ہے اس لئے پیسے کم لگا دیتا ہے معلوم ہے کیا وصول کرتا ہے اس کو جو دیدار ہو جاتا ہے دیدار نہیں تو لذت خطاب تو حاصل ہو ہی جاتی ہے، ایک عورت سے بات کرنے کے لئے دوکاندار اگر دس روپے میٹر پر چھوڑ دے ایک عورت کی آواز کی لذت کان میں پڑ گئی تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ سودا سستا ہے، یہ تجارت میں نفع ہے، حسن دیکھنا تو الگ بات رہی کان میں آواز پڑ جائے تو بھی کوئی خسارہ نہیں، مندہ

نہیں تیزی ہے۔

مرا از زلف تو موئے بسند است
ہوس را رہ مدہ بوئے بسند است

شوہر کہتا ہے کہ اولاً تو مجھے یہی معلوم نہیں کہ یہ چیزیں ملتی کہاں ہیں پھر یہ معلوم نہیں اچھی بری کون سی ہوتی ہے پھر یہ معلوم نہیں کہ ان کا نرخ کیا ہے۔ پھر یہ معلوم نہیں کہ بیگم کے مزاج کے مطابق ہوگی یا نہیں پسند آئے گی یا نہیں۔ میں ایسے دیوث شوہروں سے کہتا ہوں اگر انہیں اتنا شعور ہوتا کہ شرعاً وعقلاً یہ ان کی ذمہ داری ہے تو وہ اسے اپنی ضرورت سمجھتے، ضرورت بڑی بڑی مشکلات کو حل کر دیتی ہے شرع وعقل کا مسلم اصول ہے کہ ضرورت انسان کے لئے بڑی سے بڑی مشکل بڑی سے بڑی مشکل کو آسان کر دیتی ہے، اگر بازار سے سامان خریدنے کو شوہر اپنی ذمہ داری سمجھتے اپنی ضرورت سمجھتے تو ساری عقل آجاتی، یہ بھی پتا چل جاتا بازار کہاں ہے، یہ بھی پتا چل جاتا کپڑا کون سا اچھا ہوتا ہے، یہ بھی پتا چل جاتا اس کا صحیح نرخ کیا ہے ساری باتیں معلوم ہو جاتیں لیکن مال کی محبت میں اور عورتوں کو آزادی دینے کے شوق میں یہ اسے اپنی ضرورت سمجھتے ہی نہیں ان کے خیال میں یہ بیوی کی ضرورت ہے اسی کی ذمہ داری ہے بس وہی یہ کام کرتی رہے، اپنی اور بیوی کی عزت بچانے کی ضرورت نہیں سمجھتے، اپنے اور بیوی کے دین کی حفاظت کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتے، فکر آخرت کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتے، دنیا وآخرت میں خود کو اور بیوی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے قہر اور عذاب سے بچانے کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتے، یا اللہ! تو اپنی رحمت سے مردوں کو عقل عطاء فرما، مردوں کو عقل آجائے تو عورتوں کو عقل آنا آسان ہے، یا اللہ! تو مردوں کو مرد بنا عورتوں کو عورت، آج تو دل کی گہرائیوں سے ذرا یہ دعاء کر لیجئے: ”یا اللہ! تیری خاطر یہ دل

جمع ہوئے ہیں اس کا صدقہ، یااللہ! تیرے گھر (مسجد) میں بیٹھے ہیں اس کا صدقہ، یااللہ! جمعہ کے دن کا صدقہ، یااللہ! جمعہ کے دن مغرب کے وقت دعاء قبول ہونے کا تیری طرف سے وعدہ ہے اس کا صدقہ، یااللہ! ان تمام چیزوں کے صدقے سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ تو مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورت بنا دے۔"

بیوی کی لائی ہوئی چیز پسند کرنے کی وجوہ:

مرد اپنی بیویوں سے اپنے لباس، جوتے اور دوسری اشیاء بازار سے منگواتے ہیں، میاں مٹھو کے لئے بیگم صاحبہ جب کوئی چیز بازار سے خرید کر لاتی ہیں تو یہ اسے پسند کر لیتا ہے، بیوی کی خریدی ہوئی چیز اسے پسند کیوں آجاتی ہے اس کی دو وجوہ ہیں۔

دو وجوہ میں بتاؤں گا تیسری کسی کے ذہن میں ہو تو مجھے بتائیں، کوئی تیسری وجہ ہو ہی نہیں سکتی صرف دو ہی وجہیں ہیں۔ میں بار بار اعلان کرتا رہتا ہوں کہ جو وجہیں میں بتاتا ہوں ان کے علاوہ کوئی اور وجہ کسی کے ذہن میں ہو تو بتائے آج تک تو کسی نے بتائی نہیں۔

دو وجوہ یہ ہیں:

(۱) جبرًا:

ایک یہ کہ چار و ناچار دل چاہے نہ چاہے پسند ہو یا نہ ہو جب بیگم صاحبہ لے

آئیں تو اب کیا مجال ہے یہ انکار کر جائے اگر انکار کیا تو سینڈل ہی سینڈل پڑیں گے خبردار! جو ہماری پسند کی ہوئی چیز رد کی تو ہے کون اپنی مرضی چلانے والا جب ہم لے آئے تو اب یہ استعمال کرنی پڑے گی۔

بیویاں شوہروں کے لئے خریداری کر کے لاتی ہیں اور شوہر اس پر اعتراض نہیں کرتا رکھ لیتا ہے دل میں گھٹ رہا ہے، تکلیف محسوس کر رہا ہے مگر فریاد کرے تو کیسے وہ کرنے ہی نہیں دیتیں، بیوی کے سامنے بولنے کی مجال نہیں۔

دنیا کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ بیوی صالحہ ہو، یہ بہت بڑی سعادت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة﴾ (مسلم)

دوسری حدیث میں ہے:

﴿من سعادة ابن ادم المرأة الصالحة﴾ (الطبرانی فی الکبیر والا وسط)

مگر یہ سعادت ہر ایک کے مقدر میں نہیں ہوتی یہ صرف ایسے شخص کو ملتی ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہو، کسی کے دل میں یہ خواہش اٹھی لیکن بجائے اس کے کہ گناہوں کو چھوڑتا اور اللہ کو راضی کر کے یہ درخواست پیش کرتا اس نے عاملوں سے وظیفے اور ختم پوچھ پوچھ کر پڑھنے شروع کر دیئے بالآخر شادی ہو گئی پسند کی بیوی مل گئی، کچھ دن تو ہنسی خوشی بسر ہو گئے ایک دن بیوی پکوڑے تل رہی تھی

میاں مٹھو بھی پاس ہی آ کر بیٹھ گئے وہ پکوڑے تل کر نکالتی رہی اور میاں مٹھو کھاتے رہے تھوڑی دیر بعد بیوی کو خیال آیا کہ میں تو پکوڑے تلتے تلتے تھک جاؤں گی سارے یہی کھا جائے گا اس نے بھی ساتھ ساتھ کھانے شروع کر دیئے، کھاتے کھاتے درمیان میں اختلاف شروع ہو گیا، شوہر کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی بیوی کہتی ہے تو زیادہ کھا گیا، شوہر صاحب کو آ گیا غصہ، غصے میں بھپرے ہوئے ہیں مگر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے جرأت کر کے صرف اتنا کہہ پائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کرے میں مرجاؤں یا...... آگے کہنا تو چاہتے تھے ''یا تو مرجائے'' مگر جیسے ہی کہا میں مرجاؤں یا........ بیوی نے گرم گرم کرچھلی اٹھائی اور کہا یا کون؟ میاں مٹھو بیچارہ خوف کے مارے جلدی سے بولا: ''یا بھی میں ہی مرجاؤں'' اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے اگر کہتے ''یا تو مرجائے'' تو وہ ان کا بھرتا بنا دیتی۔

ایسے ہی جب بازار سے بیوی کوئی چیز خرید کر لاتی ہے اور اسے پسند نہیں آتی تو بیوی کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

فناء فی الزوجۃ:

دوسری وجہ یہ کہ میاں مٹھو بیگم کی عقل پر ایسا فداء ہے کہ اس نے اپنی عقل کو اپنی خواہش کو ایسا مٹا دیا ایسا قربان کر دیا کہ بیگم کی عقل اور اس کی پسند کے خلاف اس کا ذہن جاتا ہی نہیں۔ پہلی قسم میں تو یہ بتایا کہ کوئی چیز اگر ناپسند ہوتی ہے تو بھی مجبوراً اس کا اظہار نہیں کرتا دوسری قسم یہ کہ ایسا فداء ایسا فداء، ایسا فداء کہ جو تو نے کر دیا وہی مجھے پسند، جو تو کہے میں اس پر راضی، اپنی رضا فناء کر دی بیوی کی رضا میں۔

اللہ کے بندوں اور عورت کے بندوں کی دو قسمیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ والوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام میں یا تکوینیات میں کوئی تکلیف آئے کوئی مصیبت آجائے تو مصیبت کا احساس ہوتا ہے مگر وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہتے ہیں، برداشت کرتے ہیں، تحمل کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سے شکایت نہیں کرتے، تیرے قبضے میں ہیں، تیرے خلاف کرکے جائیں گے کہاں، تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔

دوسری قسم وہ کہ انہیں کوئی اشکال ہوتا ہی نہیں وہ کہتے ہیں جو بھی ہو رہا ہے میری مرضی سے ہو رہا ہے، ارے! تیری مرضی سے کیسے؟ اس لئے کہ میری مرضی وہی ہے جو میرے مالک کی مرضی ہے اس لئے پوری دنیا میں میری حکومت چل رہی ہے وہ اس طرح کہ پوری دنیا پر میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی چل رہی ہے اور میری مرضی وہی ہے جو میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی ہے۔ شاہ دولہ دریا کے کنارے پر ایک بستی میں رہتے تھے، دریا نے کنارا کاٹنا شروع کر دیا، لوگ شاہ دولہ کے پاس آئے کہ دعاء فرمائیں دریا ادھر کو آرہا ہے، ہم بند باندھنے جارہے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں آپ کا برکت والا ہاتھ لگے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد ہوگی وہ بھی پھاوڑا لے کر چلے وہاں جا کر جدھر کو دریا کنارا کاٹ رہا تھا ادھر سے اور کاٹنا شروع کر دیا، لوگوں نے عرض کیا حضور! یہ کیا کر رہے ہیں ہم تو آپ کو بند باندھنے کے لئے لائے تھے آپ تو اور ڈبو رہے ہیں، فرمایا:

”جب ڈبوئے مولیٰ تو کیا بچائے دولہ۔“

جب مولی ڈبونا چاہتا ہے تو میری رضا بھی اسی میں ہے کہ جلدی سے ڈبو دے جس میں تو راضی ہم بھی اسی میں راضی۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی دو قسمیں ہیں اسی طرح عورت کے بندوں کی بھی دو قسمیں میں نے بتا دیں۔ ایک تو وہ جو تلملا رہے ہیں بے چین ہیں بیوی کی لائی ہوئی چیز پسند نہیں مگر کیا کریں مجبور ہیں۔ دوسری قسم وہ کہ بیگم صاحبہ میں نے اپنی رضا تیری رضا میں فناء کردی، تیری مرضی کے خلاف کا تصور بھی نہیں آتا جو تو نے کہہ دیا، جو تو نے لا دیا، جو تو نے کھلا دیا، جو تو نے کر دیا میں اسی پر راضی ہوں میں نے اپنی خواہش کو تیری خواہش پر قربان کر دیا۔ یہ لوگ "مردہ بدست زندہ" بن گئے بلکہ برعکس "زندہ بدست مردہ۔"

ان دو وجوہ کی بناء پر مرد بیویوں کی لائی ہوئی چیزیں پسند کر لیتے ہیں اگر کسی کے خیال میں کوئی تیسری وجہ ہو تو پرچے میں لکھ کر دے دیں تا کہ اس پر غور کر لیا جائے، میرے خیال میں تو یہی دو وجوہ ہیں، ہاں ایک تیسری وجہ حب مال ہے۔

حب مال کا وبال:

شوہر اور بیوی دونوں حب مال کے مریض ہیں، دونوں زیادہ سے زیادہ کمانے اور زیادہ سے زیادہ مال بڑھانے کی ہوس کا شکار ہیں، اس لئے انہوں نے یہ تقسیم کار کر رکھی ہے، بلکہ کئی شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی بیویاں بھی کماتی ہیں دونوں خرکار کے گدھے بنے ہوتے ہیں گدھا گدھی دونوں مل کر خوب دنیا کماتے ہیں، اگر کسی کی بیوی نہیں کماتی تو وہ کمانے میں شوہر سے اس طرح تعاون کرتی

ہے کہ گھر کا سامان بازار سے لاتی ہے، اگر شوہر لائے گا تو اس کی کمائی میں نقصان ہوگا، بازار کے کام بیوی اس لئے کرتی ہے کہ شوہر ہمہ وقت کمانے میں مصروف رہے اور زیادہ سے زیادہ کمائے عزت جائے تو جائے، شوہر دیوث بنے تو بنے، بیوی کسی کے ساتھ بھاگ جائے تو کوئی بات نہیں، دونوں حب مال میں مرے جارہے ہیں، مرے جارہے ہیں، مرے جارہے ہیں، بیوی کو کسی نے استعمال کرلیا تو کیا حرج ہوگیا ہاں مال کا نقصان نہ ہونے پائے، دوکان دیر سے جائے گا تو کتنا نقصان ہوگا، اگر کارخانے جلدی نہ گیا تو اس وقت تک مزدور کام نہیں کریں گے کتنا نقصان ہوجائے گا، بیوی بازاروں میں اپنی زیارت کرواتی رہے مگر مال کا نقصان نہ ہو۔

جیکب آباد کا ایک قصہ ہے، جنہوں نے مجھے یہ قصہ بتایا ان کے بھتیجے وہاں ڈی آئی جی تھے۔ ڈی آئی جی نے وہاں بلوچوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمانے لگے، یہ ڈی آئی جی صاحب بھی بلوچ تھے، انہوں نے کہا دیکھو دنیا اتنی ترقی کرگئی اور تم لوگ ابھی تک آپس کے جھگڑے فساد اور مار دھاڑ میں پھنسے ہوئے ہو، تمہارا علاقہ ابھی تک کتنا پسماندہ ہے کچھ تو ہوش سنبھالو ہوش، ذرا ذرا سی بات پر قتل کردیتے ہو، کسی نے کسی کی بیوی سے بات کرلی تو اسے قتل کردیا، کسی پر ایسے ہی شبہہ ہوگیا اسے قتل کردیا رات دن پکڑ دھکڑ پکڑ دھکڑ کچھ ہوش سنبھالو دنیا ترقی کرگئی تم بھی ترقی کرو آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغیرہ نہ کیا کرو۔ یہ تقریر سن کر ایک بڈھا کھڑا ہوگیا اس نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کی بیویاں ہیں سونے کے برتن (دیکھئے! بڈھے نے کیسی بہتر بات کہی) آپ لوگوں کی بیویاں سونے کے برتن ہیں، سونے کے برتن کو کتا چاٹ جائے یا اس میں سے کھاتا پیتا رہے گھنٹوں لگا رہے آپ نے اسے دھولیا اور خود استعمال

کرنا شروع کر دیا۔ ہماری بیویاں ہیں مٹی کے برتن امسے اگر کتے نے دور سے بھی سونگھ لیا تو ہم اسے توڑ دیتے ہیں، یہ مٹی کے برتن ہیں سونے کے نہیں ہیں اور تمہاری بیویاں سونے کے برتن ہیں انہیں کتے سونگھتے رہیں، چاٹتے رہیں، ان میں پیتے رہیں، کھاتے رہیں، بس تم نے ذرا سا دھویا تو وہ ٹھیک ہوگیا۔ ڈی آئی جی صاحب کہتے ہیں میں تو اتنا شرمندہ ہوا کہ پانی پانی ہوگیا، میں نے جلسہ ہی ختم کر دیا اس بڈھے نے مجھے بولنے کے لائق ہی نہ چھوڑا۔

شوہر صاحب کو فرصت کہاں انہیں دوکان پر جانا ہے، کارخانے پر جانا ہے، کہیں ملازمت ہے وہاں پہنچنا ہے بیوی کو بھی اتنے مالی نقصان کا تحمل کہاں، اس لئے بازار سے خریداری کا کام بیویاں کرتی ہیں ان کی مثال یہی ہے جو ابھی بتائی یعنی ان کی بیویاں سونے کے برتن ہیں اس لئے کوئی بات نہیں کارخانے کا نقصان نہ ہو، دوکان کا نقصان نہ ہو، ملازمت کا نقصان نہ ہو، ایک روپے کا بھی نقصان نہ ہونے پائے بیوی کی عزت جائے تو جائے، میاں بیوی جہنم کا ایندھن بنیں تو کوئی بات نہیں، پیسے میں کمی نہ آنے پائے۔ یہ سب کچھ مال کی محبت میں ہو رہا ہے، مال کی محبت نے مسلمان کو تباہ کر دیا۔

عورتوں کے باہر نکلنے کی وجوہ:

عورتوں کے گھر میں نہ بیٹھنے کی وجوہ یہ ہیں:

(۱) خواہش نفسانی کی تکمیل:

ایسی عورت آزادی چاہتی ہے مہذب خواتین کی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی

بندیوں کی طرح گھر میں رہنا اسے پسند نہیں، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندی بننا ہی نہیں چاہتی، شیطان کی بندی بننا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جو امہات المؤمنین ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرما رہے ہیں:

﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ﴾ (۳۳.۳۳)

میرے حبیب کی بیویو! **وقرن فی بیوتکن**، اپنے گھروں میں رہا کرو گھر کی چاردیواری سے باہر مت نکلو، **ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ**، تمہیں تو ہم نے اسلام کی دولت سے نوازا، اپنے حبیب کی معیت سے نوازا اس لئے کفر اور شرک کے زمانے میں جس طرح عورتیں گھروں سے باہر ماری ماری پھرتی تھیں تم ایسے مت کرو گھروں سے باہر مت نکلو، یہ کن سے فرمایا؟ امت کی ماؤں سے، کاش کہ آج کے مسلمان کو ماں کی شرم آجائے کہ ہماری مائیں کیسی ہیں، اسے ماں کی شرم نہیں آتی، نالائق اولاد جو ہوتی ہے وہ ماں کے احوال پر، ماں کے اوصاف پر نہیں چلا کرتی۔ وہ تو امت کی مائیں ہیں جن کے بارے میں فرمایا:

﴿انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا﴾ (۳۳.۳۳)

انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پاک کردیا، جسے اللہ تبارک وتعالیٰ پاک کردے، قرآن مجید میں اس کا اعلان فرمادے اور وہ اعلان قیامت تک پڑھا جائے، وہ قرآن جسے پڑھ پڑھ کر مٹھائیاں کھاتے ہیں، اگر مسلمان یہ سمجھ لے کہ قرآن عمل

کرنے کے لئے ہے پھر تو یہ سوچ بھی لیکن اس کے دماغ میں تو دور دور تک یہ بات آتی ہی نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کیوں اتارا، یہ تو کہتا ہے سبحان اللہ! کیسا اچھا قرآن ہے جو مٹھائیاں کھلاتا ہے، ناشتے کرواتا ہے، سبحان اللہ! کیسا اچھا قرآن ہے۔ اسی قرآن میں امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اللہ فرما رہا ہے کہ ہم نے تمہیں ظاہر باطن ہر قسم کے شیطانی وساوس سے نفسانی وساوس سے پاک کردیا ایسی پاک عورتوں کے لئے تو یہ حکم ہو رہا ہے کہ گھروں میں قرار سے رہو گھروں سے باہر مت نکلا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ’’عورت چھپانے کی چیز ہے سو جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔‘‘ (ترمذی)

یہ تو ہیں ہی شیطان کی بندیاں یہ باہر نکلنے سے باز نہیں آتیں آزادی چاہتی ہیں کیونکہ گھر میں تو صرف ایک شوہر ہے اور ایک پر انہیں اکتفاء نہیں بس اب زیادہ تفصیل کیا بتاؤں سمجھنے والوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس شیطان کی بندی کے لئے ایک شوہر کافی نہیں اس لئے مزید مزے لینے کے لئے باہر نکلتی ہے۔ پہلی بات کا خلاصہ ہوا باہ کی محبت اس کی خواہش نفسانی ایک شوہر سے پوری نہیں ہوتی اس لئے خواہشات نفسانیہ کو پورا کرنے کے لئے دنیا بھر کے شوہروں کو دیکھنا چاہتی ہے اس لئے باہر نکلتی ہے۔

(۲) حب مال:

دوسری وجہ ہے حب مال، گھر میں بیٹھے بیٹھے شوہر کپڑے وغیرہ لا کر دے گا تو کہتی ہیں یہ رنگ نہیں ملتا، یہ کپڑا یوں اور یہ کپڑا یوں اور یہ زیور تو ایسا ہے اور

یہ ایسا، زیور اور کپڑوں کی خواہش کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک کہ بازار جا کر ایک ایک چیز خود نہ خریدے، اسی حب مال کی وجہ سے یہ بھی سوچتی ہے کہ یہ کام شوہر کرے گا تو اس کے کمانے میں حرج ہوگا۔ حب مال اسے ذلیل کر رہی ہے اور ایسے ہی انہیں شوہر مل جاتے ہیں الو۔

خوانین ہوشیار رہیں (حضرت اقدس مردوں کو خوانین کہتے ہیں، خان کی جمع خوانین) شوہر کو الو بنانے کا ایک نسخہ عورتوں میں مشہور ہے کہ الو کی زبان شوہر کو کھلا دیتی ہیں بس اب میاں مٹھو الو بن گیا۔ سمجھ گئے ذرا ہوشیار رہا کریں، بتاتے ہوئے یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو معلوم نہیں کہیں وہ بھی اس نسخے پر عمل نہ شروع کر دیں۔ اگر کہیں بازار میں کسی عورت کو الو خریدتے ہوئے یا کہیں سے پکڑتے یا پکڑواتے ہوئے دیکھیں تو سمجھ جائیں یہ شوہر کو پکا کر کھلائے گی، عورتوں نے مردوں کو الو بنا رکھا ہے الو، یہ کچھ نہیں سوچتا حب مال نے اسے تباہ کر رکھا ہے اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ بیوی کی ضرورت کی چیزیں میں لا کر دے دوں۔

حب مال کے علاج کا مجرب نسخہ:

ایک شخص نے مجھے فون پر بتایا کہ میرا شروع ہی سے یہ معمول ہے کہ میں خریداری کے لئے بیوی کو کبھی بازار نہیں لے جاتا، ضرورت کی چیزیں خود خرید کر لاتا ہوں اگر کوئی چیز چھوٹی بڑی ہو یا بدل کر لانی پڑے تو میں کئی چکر لگا لیتا ہوں لیکن بیوی کو نہیں لے جاتا، انہوں نے ایک نسخہ بڑا عجیب بتایا کہ شادی کے کچھ دن بعد بیوی نے کوئی کپڑا منگوایا میں نے لا کر دے دیا اسے پسند نہیں آیا تو میں

نے اس کے سامنے وہیں ماچس اٹھائی اور اسے جلا دیا، بیوی کو پسند نہیں آ رہا تھا تو جلا کر اس کا قصہ ہی ختم کر دیا کہ دیکھو یہ ہے اس کا علاج۔ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ جب میں کوئی چیز لاؤں اور وہ تمہیں پسند نہ آئے تو پھر واپس نہیں لے جاؤں گا بلکہ کسی دوسرے کو ہدیہ دے دوں گا۔

کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے تو نعمت کو ضائع کر دیا۔ یہ اشکال صحیح نہیں اس لئے کہ حب مال کے علاج کے لئے ہزاروں لاکھوں کروڑوں کا مال جلا دیا جائے، ایک دل کا علاج ہو جائے، اس میں سے حب دنیا نکل کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے دوسرے معنی میں یہ کہ جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیا جائے تو یہ سودا سستا ہے بہت سستا نسخہ ہے اس لئے اس پر کوئی اشکال نہیں ہوسکتا۔ یہ تو حب مال کے علاج کا اکسیر نسخہ ہے، نوٹوں کو ایک ایک کر کے جلایا کریں خوب نئے نئے نوٹ نکالیں پچاس پچاس کے سوسو کے روزانہ ایک ایک کر کے جلائیں اور انہیں جلتا ہوا دیکھیں، سارے نوٹ ایک ساتھ نہ جلائیں بلکہ روزانہ ایک نوٹ جلائیں۔ اسی طرح خواتین جو منوں بوجھ جمع کر کے رکھتی ہیں سوسو جوڑے بنا رکھے ہیں، جب بازار گئیں کوئی جوڑا پسند آ گیا خرید لیا، ضرورت ہو یا نہ ہو کپڑے بناتی چلی جائیں گی، کپڑوں کی تو میں نے مثال دے دی ورنہ ان کا حال تو ہر چیز کے بارے میں یہی ہے، ان کا علاج بھی یہی ہے کہ ایک ایک کر کے روزانہ کپڑے جلائیں اور اسے جلتا ہوا دیکھیں اس سے انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ دل سے دنیا کی محبت نکل جائے گی لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ لیں کہ جب تک کسی طبیب حاذق سے باقاعدہ اصلاحی تعلق نہ ہو اس وقت تک اپنے طور پر ایسا کوئی علاج نہ کریں یہ نسخے مصلح کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنے چاہئیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی یہی نسخہ استعمال فرمایا تھا۔

نسخہ سلیمانی:

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ہے کہ آپ نے جہاد کی نیت سے گھوڑوں کی اعلیٰ اور نئی نسل تیار فرمائی، جب وہ بڑے ہوگئے تو ان کے معاینہ کے لئے تشریف لے گئے، جہاد کی نیت سے گھوڑوں کی پرورش، ان کی دیکھ بھال اور ان کا معاینہ سب جہاد میں داخل ہیں لیکن آپ ان کے معاینہ میں کچھ ایسے مشغول ہوگئے کہ غروب آفتاب سے پہلے کا کوئی معمول قضاء ہوگیا، اگرچہ گھوڑوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال بھی ثواب ہی کا کام تھا لیکن الاھم فالاھم کے اصول پر زیادہ اہم کام کی خاطر غیر اہم کو چھوڑ دیا جاتا ہے یا مؤخر کر دیا جاتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا غروب آفتاب سے پہلے جو معمول تھا وہ ان کے نزدیک زیادہ اہم تھا اس لئے اس کے چھوٹ جانے کا دکھ ہوا علاوہ ازیں جن معمولات کا وقت متعین ہو ان کا وقت گزر جائے تو وہ قضا ہو جاتے ہیں اور جن کا وقت متعیّن نہ ہو وہ ہر وقت میں ادا کئے جا سکتے ہیں، گھوڑوں کا معاینہ دوسرے وقت میں بھی ہو سکتا تھا جبکہ وہ معمول متعیّن وقت کا تھا اس لئے آپ کو شدید قلق ہوا کہ اس مشغولیت کی وجہ سے ایک معمول رہ گیا اس قلق اور افسوس کی وجہ سے تمام گھوڑے ذبح کر ڈالے۔ اس معمول کا قضاء ہونا منجانب اللہ تبارک وتعالیٰ تھا اس لئے کہ اس میں قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے مرض حب مال کا نسخہ اکسیر ہے، چنانچہ اطباء باطن مرض حب مال کے لاعلاج مریضوں کو یہی نسخہ استعمال کرواتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد اکابر امت سے بھی ثابت ہے کہ جس چیز سے زیادہ محبت ہو، جو مال

زیادہ محبوب معلوم ہو اور خطرہ ہو کہ اس کی وجہ سے دل میں حب دنیا پیدا ہو جائے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پر اس چیز کی محبت غالب آرہی ہو تو ایسے مال کو جلا کر حب مال کا علاج کیا گیا، یہ نسخہ تو بہت اوپر سے چلا آرہا ہے۔

عورت کا عورت سے خرید و فروخت کرنا:

بات چل رہی تھی عورتوں کے بازار جانے کی اس بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ مینا بازار میں بیچنے والی بھی عورتیں ہی ہوتی ہیں، عورتیں عورتوں سے بات کرتی ہیں تو کیا اس طرح خریداری کرنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کا عورتوں سے بات کرنا تو بلاشبہ جائز ہے مگر یہاں صرف بات کرنے کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ مسائل اور بھی ہیں:

۱ بے دین ماحول کا اثر۔

۲ عورت کا بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا، یہ ناجائز ہے۔

۳ وہاں خواتین کا آپس میں ملنا ایک دوسرے کے کپڑوں کو زیور کو اور فیشن کو دیکھنا اس سے حب مال بڑھتی ہے۔

۴ دوکانوں پر مختلف چیزوں کو دیکھنے سے مال کی ہوس اور محبت بڑھتی ہے۔

آخری دونوں مسئلوں کا تعلق اصلاح قلب سے ہے، دل میں حب مال کا مرض ظاہری اعضاء کے گناہوں سے بدتر ہے، تمام گناہوں کی جڑ یہی ہے، ہر گناہ اسی سے پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح

الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب﴾ (صحیح مسلم)

انسان کے جسم میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے سارے جسم کی صحت اور فساد یعنی نیکی اور بدی کا مدار اسی پر ہے وہ چھوٹا سا ٹکڑا دل ہے۔ اگر دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور فکر آخرت ہوتی ہے تو ایک ایک عضو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں رہتا ہے کوئی عضو نافرمانی نہیں کرتا آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سارے کے سارے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں اور اگر دل میں فساد ہے حب دنیا ہے، حب مال ہے، حب جاہ ہے، فکر آخرت سے خالی ہے۔ تو اس جسم کا ایک ایک عضو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا۔

عورت خریداری کے لئے گھر سے باہر نکلتی کیوں ہے؟ جب بیویاں شوہروں کے لئے خرید کر لاتی ہیں تو وہ پسند کر لیتے ہیں اس کے برعکس کیوں نہیں کر لیتے شوہر خرید کر لائے بیوی اسے قبول کر لے۔

خریداری کا صحیح طریقہ:

اب سنئے خریداری کا صحیح طریقہ، بیوی کپڑے کے بارے میں چھ باتیں بتادے:

❶ کپڑے کی قسم، ریشمی چاہئے یا سوتی۔

❷ رنگ کون سا چاہئے۔

❸ پھولدار ہو یا سادہ۔

❹ پھول کا رنگ کیا ہو اور کپڑے کی زمین کا رنگ کیا ہو۔

❺ پھول بڑا ہو یا چھوٹا درمیانہ۔

❻ کتنے میٹر ہو۔

جب وہ یہ سب باتیں بتا دے تو آپ بازار جا کر دیکھیں اس قسم کا کپڑا اگر مل گیا تو لا کر دے دیجئے اور نہیں ملا تو آ کر بتا دیں کہ بیگم صاحبہ! آپ نے جیسی فرمائش کی تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی ہاں اس سے ملتا جلتا ایک کپڑا مل گیا ہے اس سے کترن کٹوا کر لایا ہوں۔ بس ایک بار لے جائیں اگر کہے کہ یہ مجھے پسند نہیں تو بتا دیں بس یہی کپڑا تھا جو تمہیں دکھا دیا اور ہے ہی نہیں اگر یہ پسند نہیں آتا تو اس سے اچھے کپڑے کی امید چھوڑ دو، ہاں معمولی لٹھالا دیتا ہوں وہ پہن لو کوئی بات نہیں۔

جوتے کی خریداری کا طریقہ تو بہت ہی آسان ہے۔ جوتوں کے نمبر تو چلے ہوئے ہیں، نمبروں سے جوتے کی پیمائش کا پتا چل جاتا ہے مختلف کمپنیوں کے نمبروں میں جو فرق ہے وہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ فلاں کمپنی کا نمبر کچھ بڑا ہوتا ہے فلاں کا کچھ چھوٹا بس جوتے کا نمبر معلوم کر لیں اور کچھ نمونہ بھی، گھر میں کس نمبر کا جوتا استعمال ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہوتا ہے مزید احتیاطاً پوچھ بھی لیں پھر کسی دھاگے سے جوتے کا تلا ناپ لیں، دھاگا بازار لے جائیں، دوکاندار سے کہیں کہ فلاں کمپنی کا فلاں نمبر کا اور ایسے ایسے نمونے کا جوتا چاہئے، نکلوا کر دیکھ لیں پھر اس کا تلا دھاگے سے ناپ لیں ساتھ دوکاندار سے یہ بھی کہہ دیں کہ اگر ذرا چھوٹا بڑا ہوا تو پھر آ کر تبدیل کرا لیں گے، بدلنے پر تو دوکاندار راضی ہو جاتے ہیں بلکہ کچھ جان پہچان ہو تو واپس کرنے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں ورنہ بدلنے پر

سب ہی راضی ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی عورت اس طریقے پر راضی نہیں ہوتی تو اس سے تو بہتر تھا آپ کوئی گدھی اپنے گھر لے آتے ایسی عورت سے گدھی بہتر ہے اسے کسی بھی قسم کی گھاس ڈالیں وہ کھالے گی انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ۔

بیوی کو شوہر نہ بنائیں:

اصل چیز ہے دینداری جب انسان پورا دیندار بن جاتا ہے تو اس کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں، شریعت میں ہر کام کا ایک طریقہ ہے اگر انسان اس کے مطابق چلے تو راحت ہی راحت ہے۔ میاں بیوی میں آپس میں تعلق ایسا ہو کہ شوہر شوہر ہے اور بیوی بیوی ہے، اس کا اثر شادی کے بعد متصل ہی ظاہر ہونے لگے تو آسانی ہوتی ہے۔ شادی سے پہلے ہی مرد یہ طے کر لے کہ میں مرد رہوں گا بیوی کی بیوی نہیں بنوں گا اور بیوی شادی سے پہلے یہ سوچ لے کہ میں شادی کسی مرد سے کروں گی عورت سے نہیں کروں گی پھر وہ مرد رہے گا میں اس کی بیوی رہوں گی، شادی سے پہلے طے ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ شادی کے بعد متصل میاں بیوی یہ طے کر لیں یہ ہے مرد، یہ ہے عورت، اگر اسی وقت فیصلہ کر لیا تو پوری زندگی راحت اور سکون سے گزرے گی دنیا کی زندگی بھی اور آخرت کی زندگی بھی اور اگر اس وقت طے نہیں کیا شروع میں تو یہ ہو گیا کہ جو کچھ بھی بیوی نے کہا فوراً تعمیل حکم بجالائے تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ یہ تو ہے عورت اور میں ہوں مرد، میں اس کا شوہر ہوں یہ میری بیوی ہے، یہ معاملہ تو صحیح نہیں۔

ابھی چند روز ہوئے پٹھانوں کے علاقے کے کسی دیہات سے خط آیا

ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میری شادی ہوئی تو سسرال میں کہیں پردے کا نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ ہی میرے خاندان میں پردہ تھا بلکہ پردے کو برا سمجھتے تھے، تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ شرعی پردہ ہوسکے گا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے پہلی ہی رات میں صلوۃ الحاجۃ پڑھ کر دعاء کی، بیوی کے پاس گئے تو سب سے پہلا کام کیا؟ نماز پڑھی، دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے خوب رو کر گڑگڑا کر دعاء کی اس کے بعد تین گھنٹے تک بیوی کو تبلیغ کی یہاں کے بیانوں کا خلاصہ نچوڑ کر بیوی کے سامنے رکھ دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ہدایت عطاء فرما دی اس نے پکا عہد کیا کہ اب میری زندگی اسلام کے مطابق ہوگی اس کے بعد آپس میں میاں بیوی بنے ہیں، میاں بیوی بننے کا جو مقصد ہوتا ہے اس کی تکمیل سے پہلے اسے مسلمان کیا اس کے بعد اس مقصد کی تکمیل کی۔ لکھتے ہیں اس کا اثر بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ یہ ہوا کہ پہلے تو ان کے سسرال میں یہ سن کر کہرام مچ گیا کہ یہ کیا ہوگیا؟ مگر اس عورت نے بہت بڑے جہاد کا ثبوت دیا، پھر میرے خاندان میں بھی کہرام مچ گیا وہاں بھی دونوں میاں بیوی نے ہمت سے کام لیا اور سب شیاطین کو مایوس کر دیا جو سالوں سے آس لگائے بیٹھے تھے معلوم ہے نا کس چیز کی آس لگائے بیٹھے تھے؟ سب کی تمناؤں پر پانی پھیر دیا۔

یہ قصہ میں نے اس پر بتایا کہ اگر شروع ہی سے میاں بیوی یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ہم اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دیں گے تو پھر معاملہ بہت آسان ہوجائے گا اور اگر کسی نے شروع میں نہیں کیا تو چلئے اب کوشش کر لیں، شوہر بیوی کو سمجھائے کہ لیلیٰ! میں تو شوہر ہوں تم بیوی ہو کچھ تو خیال کرو کہ شوہر شوہر ہوتا ہے بیوی بیوی ہوتی ہے، تم میرا شوہر بننا چاہتی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے

لئے معاف کرو میں کیوں تمہاری بیوی بنوں مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد بنایا ہے میں عورت نہیں ہوں تم عورت ہو بیوی ہو میں شوہر ہوں تو شاید سمجھ میں بات آجائے، اپنے اعمال کی اصلاح کریں بیویوں کے لئے ہدایت کی دعاء بھی کریں کوشش بھی کریں۔

کہیں کہیں معاملہ برعکس بھی نظر آرہا ہے اپنے متعلقین میں سے بعض خواتین کے حالات ایسے سننے میں آرہے ہیں کہ خواتین مردوں سے اپنے شوہروں سے دینداری میں بہت آگے ہیں بہت آگے، شوہر صاحب کو بھی کھینچ کھینچ کر دیندار بنا رہی ہیں، شوہر صاحب حالات نہیں لکھتے تھے شادی کے بعد بیوی نے مجبور کر دیا کہ حالات لکھا کریں اپنی اصلاح کروائیں، بحمد اللہ تعالیٰ ایسے حالات بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے خواتین کی ایک قسم اور بھی ہے وہ یہ کہ وہ بہت اونچے معیار کی نیک بننا چاہتی ہیں ان کے شوہر انہیں نہیں بننے دیتے، ان کے پرچے آتے ہیں کہ ہم پردہ کرنا چاہتے ہیں شوہر نہیں کرنے دیتے، وعظ سننے کے لئے آنا چاہتے ہیں شوہر نہیں آنے دیتا، ایک خاتون نے اپنے حالات کی اطلاع دی کہ میں نے آپ کی کتاب ''شرعی پردہ'' پڑھی تو طے کرلیا کہ سب غیر محرموں سے پردہ کروں گی مگر میرا شوہر کہتا ہے کہ تجھے پردہ نہیں کرنے دوں گا، آج تو پردہ کرے گی پھر تو تہجد شروع کرے گی پھر تو نفل روزے رکھنا شروع کرے گی اس سے مجھے نقصان پہنچے گا پھر کبھی کہے گی مجھے فلاں جگہ پر وعظ سننے جانا ہے تو میں تو مر جاؤں گا تیری نیکی اور بزرگی میں اور پھر تو مجھے یہ کہے گی کہ ڈاڑھی رکھو پھر میرا کیا بنے گا۔ میں شوہر سے بہت ڈرتی ہوں بہت روتی ہوں اور بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں بہت سی خواتین اس طرح کے حالات بتاتی رہتی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مدد فرمائیں اور بے دین ماحول

اور معاشرے سے ان کی حفاظت فرمائیں۔

مرد حاکم ہے:

مرد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوت عطاء فرمائی ہے اور اسے عورت پر حاکم بنایا ہے فرمایا:

﴿الرجال قومون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللّٰہ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللّٰہ کان علیا کبیرا٥﴾ (۴.۳۴)

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، سو نیک عورتیں اطاعت کرتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں، اور جو ایسی ہوں کہ تمہیں ان کی بد دماغی کا اندیشہ ہو تو انہیں زبانی نصیحت کرو اور انہیں ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلاشبہہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔''

مردوں پر بے دینی کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ خود حاکم ہوتے ہوئے

عورت کے محکوم بنے ہوئے ہیں، دراصل یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تابع نہیں ہوتے اس لئے ان کی عورتیں ان کے تابع نہیں ہوتیں اور یہ ڈاڑھیاں منڈا منڈا کر اتنے کمزور ہوتے جارہے ہیں کہ اہم معاملات میں عورتوں سے مشورے کرنے لگے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اذا کان امراؤکم خیارکم واغنیاؤکم سمحاء کم وامرکم شوری بینکم فظهر الارض خیرلکم من بطنها واذا کان امراؤکم شرارکم واغنیاؤکم بخلاء کم وامورکم الی نسائکم فبطن الارض خیرلکم من ظهرها﴾

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

فرمایا کہ جب تک تین خوبیاں دنیا میں رہیں گی: حکام کا نیک ہونا، مالداروں کا سخی ہونا، اور مردوں کا باہم مشورہ کرنا اس وقت تک تمہارے لئے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے یعنی موت سے زندگی بہتر ہے، اس لئے کہ زندگی تو ہے آخرت بنانے کے لئے اور ان اچھے حالات میں آخرت بنتی جائے گی اور جب دنیا میں تین خرابیاں پیدا ہوجائیں: جب حکام شریر بن جائیں، مالدار بخیل بن جائیں اور مرد عورتوں سے مشورے کرنے لگیں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے یعنی زندگی سے موت بہتر ہے اس لئے کہ وہ زندگی جہنم کی طرف لے جارہی ہوگی ان حالات میں آخرت نہیں بنے گی لہٰذا اس زندگی سے موت بہتر ہے۔

عورت کی عقل ناقص، اس کا دین بھی ناقص پھر اسے حب مال اور حب

جاہ کا مرض بھی لگا ہوا ہے، عورتوں میں یہ چار بیماریاں عام ہیں یا یہ کہیں کہ بیماری تو ایک ہی ہے ''حب دنیا'' اور اس کی چار شاخیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں میں عقل اور دین کی کمی ہوتی ہے۔'' (متفق علیہ)

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ نہ لینے کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت نہیں محسوس کرنی چاہئے جیسے جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور خواتین کو بھی اس کا اعتراف ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس تقدیر میں اپنی خفت نہیں محسوس کرتیں اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل میں بھی مردوں کو فوقیت دی ہے، قوت جسمانیہ اور قوت قلبیہ کی طرح قوت عقلیہ میں بھی خواتین کا کوئی اختیار اور کوئی قصور نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مصلحت وحکمت اسی میں ہے خواتین کو یہ سوچ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہئے۔

خلاصہ:

ایک بار مختصراً پھر لوٹا دوں کہ خواتین سے معاملہ کس طرح کیا جائے۔ خواتین سے معاملے کی تین قسمیں ہیں:

1. حدود اللہ پر قائم رکھنے میں ذرا بھی رعایت نہ کی جائے۔
2. اہم کاموں میں عورتوں سے مشورہ اور ان کی رائے قبول کرنے سے احتراز کیا

جائے۔

❸ ان سے خدمت وغیرہ لینے اور حسن معاشرت میں ان کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنادیں، دین کی صحیح فہم، دین پر صحیح عمل اور دین پر استقامت عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک
محمد وعلی الہ وصحبه اجمعین
والحمدللّٰه رب العٰلمین

عیدی

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ ــ کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ :۔ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :۔ عیدی

بمقام :۔ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت :۔ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد :۔ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

مطبع :۔ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر :۔ کتاب گھر ناظم آباد۴ ۔ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

عیدی

(۱۳، ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہٗ ونشھدان ان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

والعدیت ضبحا ٥فالموریت قدحا٥فالمغیرت صبحا٥فاثرن بہ نقعا ٥فوسطن بہ جمعا ٥ان الانسان لربہ لکنود٥وانہ علی ذلک لشھید٥وانہ لحب الخیر لشدید ٥افلا یعلم اذا

بعثر مافي القبور o وحصل مافي الصدور o ان ربهم بهم يومئذ لخبير o

اس چھوٹی سی سورۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کا ایک مرض اور اس کا علاج بتایا ہے۔ دنیا میں جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے حالات کے مختلف مراحل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ عام حالات کے خلاف وہ اپنے اندر کچھ تغیر محسوس کرتا ہے جب انسان اپنے عام حالات میں کچھ تغیر محسوس کرنے لگے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس میں کوئی بیماری پیدا ہو چکی ہے اس کے بعد کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے وہ بیماری کی تشخیص کرتا ہے کہ کون سی بیماری ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت میں تغیر پیدا ہو گیا ہے پھر وہ حالات سے بیماری کی تشخیص کرنے کے بعد اس کے اسباب کا کھوج لگاتا ہے، بیماری کیوں پیدا ہوئی اس کے اسباب کیا ہیں پھر وہ علاج کرتا ہے کتنے مراحل ہو گئے:

❶ علامات کچھ ایسی ظاہر ہو رہی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیمار ہے۔

❷ ڈاکٹر یا حکیم کو دکھاتا ہے تو وہ دیکھ کر فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ بیمار ہے اس میں فلاں مرض ہے۔

❸ طبیب مرض کے اسباب معلوم کرتا ہے کہ یہ مرض کیوں ہوا۔

❹ پھر طبیب اس مرض کا علاج کرتا ہے۔

علاج کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ مرض کے اسباب کا علم ہو تو علاج صحیح ہوتا ہے اور اگر اسباب کا علم نہیں تو پھر جتنے بھی انجکشن لگاتے رہیں، آپریشن کرتے رہیں، چیر پھاڑ کرتے رہیں، اینٹی بائیٹک کھلاتے رہیں علاج صحیح نہیں ہوتا۔

انسان ناشکرا ہے:

اس سورۃ میں یہ چاروں مراحل موجود ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ کی پہلی پانچ آیات میں انسان کے بیمار ہونے کی یہ علامت بتائی ہے کہ گھوڑے تو اپنے مجازی مالک کے ذرا سے اشارے سے اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں مگر انسان اپنے مالک حقیقی کی اطاعت نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ انسان بیمار ہے اس لئے کہ مملوک کا اپنے مالک سے جیسی اطاعت شعاری کا تعلق ہونا چاہئے اس میں وہ نہیں، آگے انسان کا مرض بتایا:

﴿ان الانسان لربہ لکنود٥﴾

اس میں مرض یہ ہے کہ یہ اپنے رب کا بہت بڑا ناشکرا ہے، بہت بڑا نافرمان، مرض کی تشخیص بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی فرمائی کہ بڑے شدومد سے بڑے دعوے سے بہت بڑی تاکید سے: ان الانسان، اِنَّ کے ساتھ بیان شروع کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بات جواب ہم بتا رہے ہیں محقق ہے یقینی بات ہے اس میں ذرہ برابر شک شبہہ نہیں۔ لکنود، لام تاکید ہے جواب قسم ہے کنود نکرہ ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے، یہ چھوٹا سا ناشکرا نہیں بہت بڑا ناشکرا ہے، پھر جملہ اسمیہ ہے وہ بھی تاکید کے لئے، اللہ تبارک وتعالیٰ تاکیدوں پر تاکیدیں اور قسمیں اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں کہ اس میں مرض کیا ہے کہ یہ اپنے رب کا ناشکرا ہے اور ناشکری بھی تھوڑی سی نہیں کرتا بہت بڑا نافرمان ہے بہت بڑا نافرمان، یہ مرض ''ام الامراض'' ہے یعنی جتنی بھی بیماریاں دنیا کو تباہ کرنے والی، آخرت کو تباہ کرنے والی، اللہ تبارک وتعالیٰ کو ناراض کرنے والی، دل کو ہر وقت پریشان رکھنے والی جتنی بھی بیماریاں ہیں ان سب بیماریوں کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا

ناشکرا ہے۔اس کے بعداس مرض کے اسباب بیان فرمائے کہ ناشکرا کیوں ہے:

﴿انه لحب الخیر لشدید﴾

یہاں بھی وہی تاکیدیں: اِنَّ، ہم جو بیماری کا سبب بتائیں گے وہ یقینی ہے۔

دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا شان ہے نالائق بندوں کو سمجھانے کے لئے کیسی تاکیدوں کے ساتھ اور قسمیں اٹھا اٹھا کر سمجھاتے ہیں لیکن یہ نالائق ہیں نالائق بندے سمجھ کر دیتے ہی نہیں سمجھنے کا ارادہ ہی نہیں۔وہ احکم الحاکمین فرمارہے ہیں کہ یقین جان لو، یقین جان لو، یقین جان لو کہ مرض کا جو سبب ہم بتائیں گے سبب صرف وہی ہے کوئی اور سبب نہیں۔

انسان مریض حب مال:

وہ سبب کیا ہے؟اس کے دل میں مال کی محبت بہت زیادہ ہے:

﴿وانه لحب الخیر لشدیدo﴾

اِنَّ۔جیسے پہلے تفصیل بتائی کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات محقق ہے یقینی ہے۔لشدید، یہاں بھی وہی لام تاکید جواب قسم ہے، قسم اٹھا کر فرمارہے ہیں، شدید کے معنی میں ہی شدت ہے پھر مزید شدت بتانے کے لئے تنکیر تعظیم کے لئے ہے، بلاشبہ یقینی بات ہے کہ یہ انسان مال کی محبت میں بہت زیادہ سخت ہے، بہت ہی سخت، بہت ہی سخت، مال کی محبت اس کے دل میں بہت زیادہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿حب الدنیا راس کل خطیئة﴾ (رزین و بیہقی)

ہر گناہ، ہر نافرمانی، ہر تباہی، ہر بربادی دنیا کی بھی آخرت کی بھی اس کی جڑ ہے حب مال سب تباہیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں، آگے اس کا علاج بیان فرمایا کہ روزانہ کچھ وقت نکال کر سوچا کریں کہ ایک دن مرنا ہے، یہ دنیا عارضی ہے، یہ مال و دولت اور منصب و عزت سب کچھ یہیں رہ جائے گا، حساب و کتاب ہونے والا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی پھر:

﴿فریق فی الجنة وفریق فی السعیر﴾ (۴۲۔۷)

ترجمہ: ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت جہنم میں، یا اللہ! ہم سب کو اصحاب جنت میں داخل فرما، ایسے اعمال کی توفیق عطاء فرما، ہمارے قلوب کی اصلاح فرمادے، دلوں سے مال کی محبت نکال کر اپنی محبت سے قلوب کو منور فرمادے۔

عیدی حب مال کا سبب:

آج میں جو مسئلہ بتانا چاہتا ہوں اسے جب لوگ سنیں گے تو انہیں بڑا عجیب معلوم ہوگا، بہت سے لوگ چیخ اٹھیں گے:

﴿ھذا شیء عجیب﴾ (۵۰۔۲)

یہ بڑی عجیب چیز ہے بڑی عجیب چیز، جب دین کی فکر ہی نہ ہو دین سیکھنے کی طرف توجہ ہی نہ ہو تو دین کی باتیں تو عجیب لگیں گی ہی۔ جو مسئلہ بتانا چاہتا ہوں وہ ہے عید کے دنوں میں عیدی کا لین دین۔ عیدی کے لین دین میں کتنے

مفاسد ہیں، کتنی خرابیاں ہیں اور یہ لین دین کیوں ہوتا ہے اس کا سبب کیا ہے اس کی تفصیل نمبر وار بتاتا ہوں:

❶ اگر عیدی کا لین دین ہو دوسرے لوگوں سے جیسے دوستوں کے بچوں کو عیدی دیتے ہیں رشتے داروں کے بچوں کو عیدی دیتے ہیں پھر وہ بدلے میں ان کے بچوں کو عیدی دیتے ہیں تو اس میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ قرض ہے۔ کہنے کو عیدی ہے، کہنے کو اظہار محبت ہے، کہنے کو ہدیہ ہے تحفہ ہے مگر دراصل لینے والا اور دینے والا دونوں سمجھتے ہیں کہ یہ قرض ہے۔ یہ کسی رشتے دار کے بچے کو عیدی دیتا ہے تو اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے مع سود کے وصول کرے گا دس روپے دیئے تو بدلے میں پندرہ ملیں گے اسی نیت سے دیتا ہے۔ اس پر ایک دلیل بھی سن لیں چند روز ہوئے کسی نے خط میں لکھا کہ ہم نے اپنے بھائی کے بچوں کو عیدی دی تو وہ لے نہیں رہے تھے۔ بھائی کی بیوی نے بچوں کو منع کیا روکا کہ مت لو بچے نے پھر بھی لے لی تو بچے کی ماں نے جلدی سے اپنے پاس سے روپے نکال کر مجھے پکڑا دیئے۔ یہ تو ایک واقعہ مثال کے طور پر بتا دیا کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ قرض ہے۔ دینے والا کچھ بھی کہے مگر لینے والا یہی سمجھ رہا ہے کہ اگر میں نے یہ اداء نہیں کیا تو ہمیشہ کے لئے اس کا زیر احسان زیر بار رہوں گا۔ سو ایک خرابی تو یہ کہ بلا ضرورت شدیدہ قرض کیوں دیا اور لینے والے نے بلاضرورت شدیدہ قرض کیوں لیا۔

❷ دوسری خرابی یہ کہ اس قرض میں یہ سہولت بھی نہیں کہ قرض لینے والا جب چاہے واپس کر کے قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائے یہ قرض مخصوص وقت میں ہی اداء کیا جاتا ہے قرض لینے والا موقع کا منتظر رہتا ہے کہ اس

موقع پر دوں گا اس سے پہلے قرض دینے والا کتنا ہی اصرار کرے تو بھی قرض وصول کرنے والا نہیں لیتا ویسے قرض وصول کرنے والے کو یقین ہوتا ہے کہ دے گا کیسے نہیں، گلا دبا کر وصول کریں گے بلکہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ وصول کریں گے۔ یہ نہیں کہ جتنی جلدی ہو سکے اداء کر دیا جائے بلکہ مدتوں چلتا ہے، کسی نے کسی کے بچوں کو عیدی دے دی اب جب تک یہ شادی نہیں کرے گا پھر بچے نہیں ہوں گے تو وہ قرض اس کے اوپر چڑھتا رہے گا۔

❸ تیسری قباحت یہ کہ اس سے وراثت کا نظام پورے کا پورا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم کتنے لوگوں کے حقوق انسان اپنے ذمے لے کر مرتا ہے حقوق اللہ تو توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں مگر حقوق العباد جب تک اداء نہیں کرے گا معاف نہیں ہوں گے خصوصاً وراثت کے بارے میں حصہ شرعیہ پورا پورا نہیں دیا جاتا تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہت سخت وعیدیں ہیں، قرآن مجید میں بھی احادیث میں بھی بہت سخت وعیدیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں احکام کی تفاصیل زیادہ بیان نہیں فرمائیں مگر وراثت کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ایک ایک جزئیہ بہت تفصیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں بتا رہے ہیں کہ کوئی فلاں فلاں وارث چھوڑ کر مر گیا تو فلاں کا اتنا حصہ اور فلاں کا اتنا حصہ، اتنی اہمیت ہے اس کی پھر وراثت کا احکام بیان فرمانے کے بعد آخر میں دھمکی دے دی وعید سنا دی کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حدود ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حدود پر پورا نہیں اترے گا وراثت کا حصہ پورا پورا نہیں دے گا اس کے لئے دنیا وآخرت میں بہت سخت عذاب ہوگا بہت سخت تنبیہ کر دی۔

تقسیم وراثت کی اہمیت:

اس موقع پر ایک بات بتا تا چلوں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ

تبلیغی جماعت کے مشہور سربراہ بہت بڑے عالم بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، مجھ سے بہت محبت فرماتے جب تک صحت رہی یہاں تشریف لاتے تھے میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ پھر جب کبرسنی اور ضعف کی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لا سکتے تھے تو ایک بار مجھے پیغام بھیجا کہ ضروری کام ہے، میں حاضر ہوا تو فرمایا شریعت کے مطابق تقسیم وراثت میں بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں، اچھے اچھے دیندار گھرانے اس مہلک مرض میں مبتلا ہیں، دنیا کی محبت میں پھنس کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھتے ہیں، اس لئے شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت اور اس میں جو غلطیاں کی جاتی ہیں ان کی تفصیل پر کوئی رسالہ لکھو۔ اس قسم کے تقاضوں کا عموماً میرے پاس ایک ہی جواب ہوتا ہے یعنی عدیم الفرصتی اور تحریر کی عدم اہلیت کا صحیح اور معقول عذر بیان کر کے سبکدوش ہو جاتا ہوں، مگر اس تقاضے کی نوعیت نے زبان پر مہر سکوت لگا دی، ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ یہ وقتی تقاضا ہے میں جا کر اپنے مشاغل میں لگ جاؤں گا اور بات ختم ہو جائے گی مگر حضرت شاہ صاحب خداداد بصیرت سے غالباً میری اس کیفیت کو بھانپ گئے اور جیب سے رقم نکال کر ارشاد فرمایا کہ یہ رسالے کی طباعت وغیرہ کے مصارف کے لئے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ باقی مصارف کے لئے بھی انتظام فرمادیں گے۔ یہ رقم کیا تھی ایک زنجیر تھی ایسا پکڑا بلکہ ایسا جکڑا کہ سب داؤ پیچ ہرن ہو گئے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو صیادی کی کتنی بڑی صلاحیت عطاء فرمائی ہے، جب کوئی راہ فرار نظر نہ آئی تو مستعینا باللہ سب مشاغل کو موخر کر کے رسالہ مرتب کیا جس کا نام ہے ''شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت'' جب میں نے یہ رسالہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا تو چونکہ وہ خود لکھ نہیں سکتے تھے اس لئے کسی دوسرے سے لکھوایا کہ میں اپنے تمام تبلیغی بھائیوں کو وصیت کرتا

ہوں کہ ہر شہر میں ہر جگہ اجتماع بلوائیں اس اجتماع میں بیٹھ کر اس کتاب کو سامنے رکھیں اور اس پر ایک دوسرے سے وعدے لیں کہ آیندہ ہم لوگوں میں وراثت اس کے مطابق تقسیم ہوا کرے گی۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے اس کتاب پر لکھوایا، حضرت مفتی صاحب نے لکھا کہ اس کی بہت اہمیت ہے بہت زیادہ اور میرے بارے میں تعریفی کلمات لکھے کہ اس نے بہت اچھی کتاب لکھ دی ہے لیکن کتاب کیسی ہی اچھی کیوں نہ ہو اصل چیز عمل ہے اس کتاب کا فائدہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ مسلمان اس کے مطابق عمل کریں۔

وہ کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کردی گئی، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ کتاب اتنی اتنی چھپتی کہ ماہانہ یا چلئے سالانہ ہی سہی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی لیکن ایک بار جو مفت تقسیم کی گئی تو اس کے بعد کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ اصل میں یہ تو منہ سے لڈو نکالنے والی بات ہے، یہ بڑا مشکل کام ہے اس کتاب کو کون پڑھے، اگر کتاب میں یہ ہوتا کہ رزق کی تنگی ہو تو فلاں وظیفہ پڑھ لو، سفلی ہو جائے تو فلاں عمل کرلو، ایسی کتاب کی قیمت تو اگر سو روپے بھی رکھ دی جائے تو وہ ہاتھوں ہاتھ بکے گی اس لئے کہ وہ تو کھلانے کی ہے نا اور یہ ہے حلق سے نکالنے والی کتاب اسے تو مفت میں بھی کوئی نہ لے۔ معلوم نہیں لوگوں نے وہ کتابیں لے لے کر کہیں جلادیں یا کباڑی میں ڈال آئے وہ کہیں ملتی ہی نہیں، اگر ہم اعلان کروادیں کہ بھائیو! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً تیس سال پہلے اس نام کی جو کتاب چھپوائی تھی وہ اگر کسی کے پاس ہو تو ہم ایک لاکھ روپے میں خرید لیں گے مگر میرا خیال ہے کہ کسی کے پاس بھی نہیں ہوگی۔

عیدی ہو، شادیوں پر نیوتہ ہو، جہاں کہیں بھی لین دین کی بات آجائے وہ قرض ہوتا ہے، پھر جو لوگ مرجاتے ہیں ان کی وراثت در وراثت در وراثت معلوم نہیں دادا پردادا سے لے کر کس کس کی عیدی کس کس کے ذمے ہے، کس کس کا نیوتہ کس کس کے ذمے ہے، اس طریقے سے حقوق العباد ضائع ہورہے ہیں، خاص طور پر وراثت جس کی شریعت میں اتنی اہمیت ہے۔

واپس نہ لینے کی نیت سے دینا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے بچوں کو دے دیں یا دوسروں کو دیں اور انہیں بتادیں کہ یہ قرض نہیں، یا چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اپنے بھانجوں بھتیجوں کو دیں کہ جہاں سے لینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہو اس میں کیا قیامت ہے؟ اس میں بھی دو خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ ناجائز رسم کی تائید ہوگی لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی مروج رسوم کے مطابق کر رہا ہے اور اگر کوئی بظاہر دیندار شخص ایسا کرے گا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ جب یہ کر رہا ہے تو یہ کام ٹھیک ہی ہوگا اس سے برائی کی تائید ہوتی ہے۔ دوسری بڑی خرابی یہ کہ ہر گناہ کی بنیاد مال کی محبت ہے خواہ اپنے بچوں کو دیں خواہ دوسروں کو دیں۔ بچوں کو پیسے دینے ان کے دلوں میں مال کی محبت بیٹھتی ہے آپ لوگوں کو زیادہ تجربہ ہوگا کہ جب بچوں کو آپ لوگ پیسے ویسے دیتے ہیں نا پھر وہ ان پیسوں کو بار بار دیکھتے ہیں پھر بار بار گنتے ہیں پھر دوسرے بچوں کو دکھاتے ہیں پھر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کس کے پاس کتنے روپے ہیں ایک بتاتا ہے کہ میرے پاس پانچ روپے ہیں دوسرا کہتا ہے میرے پاس دس روپے ہیں بس یہ منظر ہوتا ہے: **جمع مالا و عددہ۔** اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ مال کو جمع کرکے بار بار گننا اس کی علامت ہے کہ

اس کے دل میں مال کی محبت ہے اور مال کی محبت اتنی کہ یہ ہمیشہ کے لئے اسے جہنم میں پھینکے گی۔ بچوں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کرتے ہیں۔ پیسے دے دے کر ان کے دلوں میں مال کی محبت پیدا کرتے ہیں۔ سندھ میں ایک مقولہ مشہور ہے:

پرائی پٹ کي پيسو ڏيئي کارجي۔

دشمن کی اولاد کو برباد کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ اسے پیسے دے دو۔ دشمن کی اولاد کو پیسے دے دیئے تو اس کے دل میں مال کی محبت پیدا ہو جائے گی اس کی خواہش بڑھے گی پھر جب اس کی خواہش کے مطابق پیسے ملیں گے نہیں تو وہ چوری کرے گا، سب سے پہلے چوری کی مشق کرے گا اپنے گھر سے پھر ہوتے ہوتے پڑوسیوں سے اس کے بعد اپنے دفتر سے پھر اس سے بھی کام نہیں چلے گا کامیابی نہیں ہوگی ہوس پوری نہیں ہوگی تو کہیں سے کلاشنکوف لے لے گا اور پھر بسوں پر ڈکیتی، بینکوں پر ڈکیتی، دوکانوں پر ڈکیتی، گھروں پر ڈکیتی، اور پھر بھتے کے نام سے لوٹے گا۔ کلاشنکوف سینے پر رکھ کر کہے گا نکالو اتنے روپے۔ آج کل ڈکیتیوں کی جتنی شکایتیں ہیں ان میں سے اکثر والدین کی مہربانیوں کا نتیجہ ہیں، والدین بچوں کے دلوں میں دنیا کی محبت پیدا کرتے ہیں۔

عبرت آموز قصے:

عبرت کے لئے کچھ قصے بتاتا ہوں۔

❶ بچپن میں کسی کتاب میں ایک قصہ دیکھا تھا کہ ایک شخص نے چوری کی جب پکڑا گیا تو جیل میں جا کر اس نے اصرار کیا کہ وہ اپنی والدہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے جیل والوں نے اس کی والدہ کو بلوا دیا۔ اس نے کہا امی ایک خاص

بات ہے تیرے کان میں کہوں گا، ماں نے جب کان اس کے نزدیک کیا تو اس نے چاقو نکالا اور ماں کا کان کاٹ دیا اور ساتھ یہ کہا کہ مجھے جیل میں تو نے بھیجا ہے تو مجھے پیسے دیتی رہتی تھی، مال کی محبت تو نے میرے دل میں پیدا کی، پھر وہ خواہش تو بڑھتی جاتی ہے پیسا جتنا بڑھتا ہے خواہش اتنی زیادہ بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی تیری غلط محبت نے غلط طریقے نے مجھے چور بنایا اس لئے میں نے تیرا کان کاٹ کر تجھے بدلہ دے دیا:

﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾

❷ ایک قصہ ہمارے سامنے کا ہے ایک لڑکا بچپن میں بہت دیندار تھا مال کی محبت سے بہت دور، ایک بار اسے مسجد سے کافی بڑی رقم ملی تو بھری مسجد میں جا کر اس نے اپنے استاذ کو دے دی کہ یہ مجھے یہاں مسجد سے ملی ہے، سارے نمازی یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اتنا چھوٹا بچہ اور اس کا یہ حال ہے کہ اتنی بڑی رقم ملی تو خود نہیں رکھی بلکہ استاذ کو دے دی عجیب بچہ ہے بہت حیران ہوئے۔ مال کی محبت پیدا ہونے سے پہلے جس بچے کا یہ حال تھا اس بچے کو جب پیسے ملنے لگے تو وہ چور بن گیا، اس کے والد خود تو دور رہتے تھے انہوں نے بچے کے استاذ کے پاس کچھ پیسے رکھوا دیئے اور ان سے کہہ دیا کہ اسے تھوڑے تھوڑے پیسے دے دیا کریں یہ اپنی مرضی سے خرچ کر لیا کرے گا استاذ صاحب جتنے پیسے دیں تو وہ ایک ہی دن میں اڑا جائیں پھر وہ اور پیسے مانگے۔

النفس كالطفل ان تمهله شب على
حب الرضاع وان تفطمه ينفطم

نفس کی مثال دودھ پیتے بچے کی سی ہے، دودھ چھڑاؤ گے تو چیخے گا،

چلائے گا، ایک دو دن کے بعد ٹھیک ہو جائے گا اور اگر سوچا کہ نہیں پلا دو پلا دو بے آرام ہو رہا ہے دوسروں کو بھی بے آرام کر رہا ہے، پریشان کر رہا ہے، پلاتے چلے جاؤ تو جوان ہو جائے گا مگر ماں کے سینے سے دودھ پینا نہیں چھوڑے گا۔

پیسے آنے سے ہوس کا علاج نہیں ہوتا وہ اور بڑھتی ہے۔ وہ پیسے اس بچے کو پورے نہیں ہوتے تھے اب کیسے خواہش پوری کرے والدین بھی دور تھے بچہ استاذ کے پاس ہی رہتا تھا، تو اس نے استاذ کے پیسے چرانے شروع کر دیئے، کبھی استاذ نے سودا لینے بھیجا تو اس میں سے کچھ بچا لئے، کبھی کسی دکان سے استاذ کے نام سے کچھ خرید کر ان کے حساب میں لکھوا دیا، کبھی اور کوئی داؤ نہیں چلا تو دیکھا کہ استاذ صاحب بٹوا کہاں رکھتے ہیں اس میں سے نکال لئے۔ بات عقل میں آرہی ہے؟ دنیا کے تجربے سے سبق حاصل کریں وہ بچہ جو چھوٹی سی عمر میں ایسا دیندار اور مال کی محبت سے دور تھا جب اسے پیسے دیئے گئے تو وہی بچہ چور بن گیا، اس زمانے میں ڈاکو بننا ذرا مشکل تھا اس لئے وہ چور ہی رہا پھر بعد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی اس نے توبہ کر لی اور اپنے استاذ کو اس سے بھی کئی گنا زیادہ رقم ہدیۃً دے دی۔ آج کل تو والدین کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بچہ جلد سے جلد ڈاکو بنے یقین کیجئے یہ جتنے ڈاکو بن رہے ہیں ان میں سے اکثر عیدیوں کی برکت ہے، عیدیاں دے دے کر بچوں کو تباہ کر دیا، اس سے مال کی محبت پیدا ہوتی ہے، آئندہ کے لئے کبھی عیدی کا لین دین مت کریں۔

۳ چاٹگام میں ایک ہندو دوکاندار تھا اس کی دوکان پر جب کوئی مسلمان بھیک مانگنے آتا تو اسے وہ جلدی سے پیسے دے دیتا تھا اور کوئی ہندو بھیک مانگنے آتا تو اسے نہیں دیتا تھا، اس کی وجہ وہ یہ بتاتا تھا کہ اگر ہم نے اسے پیسے دے دیئے تو یہ اور زیادہ بھیک مانگے گا کمائے گا نہیں۔ مسلمان بھکاریوں کو وہ اس

لئے بھیک دیتا تھا کہ یہ برباد ہوتے رہیں بھیک مانگتے رہیں کمائیں نہیں پھر جب بھیک مانگنے کی عادت ہوجائے گی اور کہیں سے بھیک نہیں ملے گی تو پھر چوری تو کرلیں گے مگر کمائیں گے نہیں۔ دیکھئے اس ہندو کی سوچ کتنی گہری تھی وہ اپنی قوم کی کتنی رعایت کررہا تھا کہ ہندو کو بھیک نہیں دے رہا تھا تاکہ اسے کمانے کی فکر ہو اور ساتھ ہی مسلمانوں کو برباد کرنے کی بھی حتی المقدور کوشش کررہا تھا۔

ایک کافر اپنے ہم مذہب کو بچانے کی اسے بنانے کی کتنی فکر رکھتا ہے مگر افسوس کہ آج مسلمان اپنی اولاد کے فائدے سے کیسے غافل ہوگئے کہ انہیں دنیائے مردار کا عاشق بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔

بہشتی زیور میں بچوں کا دل بنانے کا طریقہ:

ایک بات کی تاکید کرتا ہوں اسے غور سے سنیں، دارالافتاء سے جن لوگوں کا تعلق ہے خاص طور پر خواتین سے یہ کہا جاتا ہے کہ بہشتی زیور کے مسائل پڑھا کریں۔ یہ ان کے وظائف میں داخل ہے اور کئی خواتین ایسی بھی ہیں جن کے اپنے دینی مدرسے ہیں وہاں بہشتی زیور لازماً پڑھائی جاتی ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ بہشتی زیور میں تو یہ بات ہے کہ بچوں کے ہاتھ سے صدقات وخیرات دلوایا کریں۔ ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں نابالغ سے کوئی چیز لینا جائز نہیں۔ نابالغ بچے کی چیز اس کا والد، والدہ، بھائی، بہن غرض کوئی بھی استعمال نہیں کرسکتا، استعمال بھی نہیں کرسکتا، اس سے لے کر خرچ بھی نہیں کرسکتا اور اس کا ہدیہ بھی قبول نہیں کرسکتا، اس کی رقم کو صدقہ بھی نہیں کرسکتا جائز نہیں۔ چھوٹا بچہ آپ کو کوئی مٹھائی

وغیرہ کھلائے تو وہ کھانا جائز نہیں، بچہ لکھنے کے لئے اپنا قلم دے تو اس سے لکھنا جائز نہیں، ہدیہ پیش کرے تو قبول کرنا جائز نہیں، حرام ہے خواہ وہ استاذ کو دے، والدین کو یا بھائی بہن کو دے خواہ وہ کتنی ہی ضد کرے قطعاً حرام ہے۔ اس حرام سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ بچوں کو کسی بھی چیز کا مالک نہ بنائیں مالک آپ خود ہیں بچوں کو استعمال کے لئے دے دیں جب مالک آپ ہیں بچے کو صرف استعمال کے لئے دیا ہے تو اگر وہ بچہ کسی کو استعمال کے لئے دیتا ہے اور اس کے والدین راضی ہیں تو لینے والے کے لئے وہ چیز حلال ہوگی اس لئے کہ بچہ خود مالک نہیں مالک تو والدین ہیں۔ اسی لئے بہشتی زیور میں یہ ہے کہ بچوں سے دلوایا کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین بچوں کی ملک کئے بغیر ان کے ہاتھ میں پیسے دیں یہ رقم جہاد فنڈ میں دے دی گئی؟ اس لئے کہ بچوں کے دل سے مال کی محبت نکلے اور انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت پڑے میں یہ کہنا چاہتا ہوں، یا اللہ! میرا کام تو کانوں تک پہنچانا ہے دلوں میں اتارنا تیرا کام ہے تیری مدد اور نصرت کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا تو مدد فرما، میں یہ پوچھتا ہوں کہ ارے بہشتی زیور پڑھنے پڑھانے والو! بہشتی زیور پڑھنے پڑھانے والیو! اس بہشتی زیور میں لکھا ہے طرح طرح کی تدبیروں سے بچوں کے دلوں سے مال کی محبت ختم کرو اس پر عمل نہیں ہو رہا؟ بہشتی زیور میں پڑھتے پڑھاتے ہیں، دیکھتے ہیں مدرسے چل رہے ہیں مگر اس بات پر عمل کیوں نہیں ہو رہا، میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیوں عمل نہیں ہو رہا، اس بات پر؟ بچوں کے دلوں سے مال کی محبت نکالنے کی بجائے اور زیادہ بھر رہے ہیں، عیدی کے پیسے دے دے کر بچوں کو تباہ کر رہے ہیں، بعض بچے اس کی وجہ سے مال جمع کرنے کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض اسراف وتبذیر میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ خوب اڑاؤ خوب اڑاؤ پھر جب انہیں مال اڑانے کے لئے نہیں ملتا تو کبھی وہ چوری کرتے ہیں، کبھی ڈکیتی کرتے

ہیں، کبھی رشوتیں لیتے ہیں غرض ہر طریقے سے وہ مال حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا فائدہ ہوا اس پڑھنے پڑھانے سے؟ جس علم کے مطابق عمل نہ ہو وہ جہنم کا راستہ دکھانے والا ہے جنت میں نہیں لے جائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے نہیں کہ وہ بہشتی زیور جسے پڑھتے پڑھاتے سالوں گزر گئے، پڑھتے پڑھاتے رہے مگر عمل اس کے خلاف کرتے رہے اس میں تو لکھا ہے کہ ایسی تدبیریں کیا کریں کہ قبضے سے مال نکلے، دلوں میں مال کی محبت پیدا نہ ہو اسے نکالنے کی کوشش کرو لیکن والدین اور بڑھاتے ہیں۔

بہشتی زیور کی بات کو یاد رکھیں، یاد رہے گی یا نہیں؟ دل چاہتا ہے کہ کہتا ہی رہوں، کہتا ہی جاؤں ارے کوئی ایسا لاؤڈ اسپیکر لگا دو جس کی آواز پوری دنیا میں پہنچے اور میں کہتا ہی جاؤں (می دید یزدان مراد متقین، حضرت اقدس کا درد دل ضرب مؤمن کی صورت میں پوری دنیا میں پہنچ رہا ہے پوری دنیا حضرت اقدس کی آواز کو سن رہی ہے اور بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ ضرب مؤمن پوری امت کی اصلاح کا ذریعہ بن رہا ہے۔ جامع) ارے! بہشتی زیور میں یہ ہے کہ بچوں کے دلوں سے مال کی محبت نکالنے کی تدبیریں کیا کرو اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں پیسے دے کر ان سے کہا کرو کہ جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، اس طریقے سے بچوں کی تربیت کرو۔

والدین کے مرض کا بچوں پر اثر:

دراصل جب تک والدین کے قلوب سے مال کی محبت نہیں نکلے گی اس

وقت تک وہ اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرسکتے، جب والدین کے دل ہی دنیا میں اٹکے ہوئے ہیں تو ظاہر ہے وہ بچوں کے دلوں میں بھی دنیائے مردار کی محبت ٹھونس کر بھریں گے حضرت نوح علیہ السلام نے دعاء کی تھی کہ یا اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم کو تباہ وبرباد کردے اس لئے کہ جیسے یہ خود ہیں ویسی ہی ان کی اولاد ہوگی:

﴿وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا ○ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ○﴾

(۷۱_۲۶،۲۷)

آج کل کے والدین بچوں کے دلوں سے مال کی محبت کم کرنے کی تدبیریں اختیار کرنے کی بجائے ایسی تدبیریں اختیار کرتے ہیں کہ اور زیادہ مال کی محبت دلوں میں پیدا ہو یوں والدین اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کررہے ہیں ایسی خبریں مل رہی ہیں کہ والدین بچوں سے کہتے ہیں کہ اور جوڑا بنالو، ایک گھڑی اور خریدلو، پہلے سے درجنوں جوڑے موجود ہیں وہ مزید کی ترغیب دے رہے ہیں پھر جن بچوں میں ذرا صلاحیت پیدا ہوجائے دارالافتاء کا ذرا مصالحہ لگ جائے تو وہ کہتے ہیں امی پہلے جو جوڑے ہیں وہ مسکین کے دے دیں؟ وہ کہتی ہیں نہیں نہیں اپنے پاس رکھو؟ پہلے بھی اپنے پاس رکھو نیا بھی بناؤ کسی مسکین کو مت دو، ورنہ امی کی جان نکل جائے گی۔ ابھی چندروز ہوئے کسی نے بتایا کہ دو گھڑیاں میرے پاس ہیں تیسری اور لے لی۔ میں نے کہا تیسری کیوں لی؟ تو کہتے ہیں دو سے تھک گئے۔ ارے! تھک کیسے گئے گھڑی کا وزن ایک دومن تو نہیں جسے اٹھاتے اٹھاتے آپ تھک گئے اور اگر تیسری لے ہی لی تو پہلی دو مساکین کو دے

دیں۔ کہتے ہیں کہ نہیں امی ناراض ہوں گی، امی کہتی ہیں کہ یہ دو گھڑیاں بھی دبا کر رکھو کسی کو مت دو اور تیسری بھی اپنے پاس رکھو۔ ایک لڑکی نے بتایا کہ اس کے ابو نے اسے پچاس روپے عیدی دی تو اس نے کہا میں یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گی تو ابو نے اسے منع کیا اور کہا تمہیں نہیں رکھنے تو مجھے واپس کر دو۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اب تو یہ میری ملک ہو گئے آپ کچھ بھی کہیں میں اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گی۔ ایسے والدین اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے جہنم کا سامان کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں۔

عیدی بچے کی ملک نہیں:

کسی نے پوچھا ہے کہ ان کے بچے کو کسی نے عیدی دے دی وہ تو بچے کے قبضے میں آ گئی اب واپس کیسے کروں؟ اس کا جواب سن لیجئے، عیدی یا تحائف وغیرہ جو بچوں کو دیئے جاتے ہیں ان میں دینے والوں کا مقصد بچے کو دینا ہے ہی نہیں والدین کو قرض دے رہے ہیں، احسان والدین پر ہوتا ہے، بچے کو دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بچے کے والدین اتنی ہی یا اس سے بھی زیادہ رقم دیں گے لہٰذا بچے کو دی جانے والی چیزیں بچے کی ملک نہیں ہوتیں کیونکہ دینے والے بچوں کو نہیں دیتے ان کے والدین کو دیتے ہیں اس لئے والدین پر لازم ہے کہ بچے سے زبردستی لے کر واپس کر دیں وہ بچے کی ملک نہیں والدین کی ملک ہے۔ اس لئے یہاں جو انہیں اشکال ہوا کہ بچہ مالک ہو گیا اب اس سے زبردستی لینا یا خوشی سے بھی لینا جائز نہیں اب کیا کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ تو مالک بنتا ہی نہیں زبردستی چھین کر دے دیں پھر بچے کو تبلیغ کریں ایسی تبلیغ کہ وہ خود آپ سے پیسے

مانگے کہ میں جہاد فنڈ میں دوں گا مجھے اتنے پیسے دیں، فلاں مسجد میں لگا کر آؤں گا اتنے پیسے دیں۔ بچوں کی تربیت تو ایسی ہونی چاہئے لیکن افسوس کہ اکثر لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جب میں کہنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی بات لوگوں کے دلوں میں اتری نہیں تو کوشش یہ ہوتی ہے کہ اور پمپ لگاؤں اور لگاؤں اور لگاؤں حتی کہ مجھے نظر آنے لگے کہ بات دلوں میں اتر گئی ہے اسی لئے ایک بات کو بار بار کہتا ہوں یا اللہ! کانوں میں ڈالنا میرے اختیار میں ہے دلوں میں پہنچانا تیرے اختیار میں ہے عمل کی توفیق تیرے اختیار میں ہے۔ آج یہیں بیٹھے بیٹھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عہد کرلیں کہ آئندہ کبھی بچوں کو پیسے نہیں دیں گے خواہ عیدی کے ہوں یا کوئی اور ہوں، بقدر ضرورت و مصلحت انہیں چیزیں لے دیا کریں لیکن ایسا نہ ہو کہ بچے نے جو چیز بھی مانگی فوراً لے دی، پیسا ہرگز نہ دیں اس کی برائیاں اور خرابیاں بچے کو سمجھائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

پیسا خود مقصود نہیں:

کسی نے فون پر بتایا کہ ساری اولاد بالغ ہے اس کے والد یا بڑے بھائی چھوٹے بھائی بہنوں کو جو عمر میں کافی بڑے ہیں لیکن بڑے سے چھوٹے ہیں وہ انہیں خوشی میں عیدی دیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ پیسے دینا خوشی کی کون سی قسم ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ میں نے کہا کہ نوٹوں کو تھوڑا ہی چبائیں گے، ٹھیک ہے خوشی کا دن ہے خوب کھائیں کھلائیں کہنے لگے کہ تہوار کا موقع ہے، میں نے کہا تہوار کہنے سے توبہ کریں تہوار تو ہندوؤں کے ہوتے ہیں، مسلمانوں کے تہوار نہیں ہوتے، یہ عبادت کا دن ہے

اور اس میں عبادت وہی کی جائے گی جو معبود ارشاد فرمائیں گے۔ شریعت نے اس دن میں خوشی کے تین طریقے بتائے ہیں، اچھا پہنو، اچھا کھاؤ اور کھلاؤ اور طلاقۃ الوجہ، طلاقۃ الوجہ کے معنی ہیں ہشاش بشاش ہو کر ملنا، چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر کرنا۔ عید کے دن عید کی نماز کے بعد متصل مصافحہ اور معانقہ ممنوع ہے بدعت ہے دوسرے وقت میں خوشی کے اظہار کے لئے اس میں کچھ مضایقہ نہیں۔ بشرطیکہ اسے سنت نہ سمجھا جائے دوسرے یہ کہ صرف گردن سے گردن ملائی جائے یہ آگے جو سارا کچھ ملا دیتے ہیں اس سے احتیاط کریں۔ وہ کہنے لگے کہ پیسے لینا بھی تو خوشی ہوتی ہے میں نے کہا کہ پیسے لینے میں خوشی اس کی دلیل ہے کہ دل میں مال کی محبت ہے ورنہ پیسے میں کیا رکھا ہے پیسا خود تو مقصود نہیں۔

دینی مدرسے کے ایک طالب علم کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ اسے تجارت کے شوق ہو رہے ہیں۔ میں نے بلا کر اس سے پوچھا کہ آپ کے تمام مصارف تو آپ کے والد دے رہے ہیں پھر آپ کو تجارت کے خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ تو بچے نے کہا پیسے کے لئے، میں نے سمجھایا کہ آپ کے تمام اخراجات تو آپ کے والد کے ذمہ ہیں پھر آپ کو پیسے کی کیا ضرورت ہے؟ بچے کا جواب سنئے، ایک چھوٹا سا بچہ، شیطان جس کا استاذ ہو دیکھئے وہ کیسی استاذی کی بات کرتا ہے۔ وہ بچہ مجھے سمجھانے لگا کہ پیسا تو خود مقصود ہے، وہ مجھے سمجھانا چاہتا تھا میرے بارے میں اس کا خیال تھا کہ اسے عقل نہیں، اگرچہ میرے مصارف میرے ابا ادا کر رہے ہیں مگر اسے اتنی عقل نہیں کہ پیسا تو خود مقصود ہے۔ ایک بچہ جس کا استاذ شیطان تھا وہ مجھے سمجھاتا ہے کہ پیسا تو خود مقصود ہے۔ پیسا تو خرچ کرنے کے لئے ہوتا ہے، پیسا خود تو کسی حال میں بھی مقصود نہیں وہ تو ہے ہی اس لئے کہ اپنے مصارف پر خرچ کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں، جہاد میں دینی کاموں میں خرچ کریں۔

جس شخص سے فون پر بات ہوئی اس کا قصہ بتا رہا تھا وہ کہتے ہیں کہ پیسے کا دینا محبت کا اظہار ہے کیونکہ خوشی کا موقع ہے۔ میں نے کہا کہ خوشی منانے کا یہ طریقہ شریعت میں ہے نہ عقل میں، جسے آپ کے ساتھ محبت ہے وہ اس خوشی کے موقع پر آپ کو اچھا کھلائیں پلائیں البتہ چائے نہ پلائیں تو اچھا ہی ہے اس لئے کہ وہ پیشاب زیادہ لائے گی پھر آپ سارا دن پیشاب ہی کرتے رہیں گے وضو ٹوٹتا رہے گا، مٹھائیاں بھی نہ کھایا کریں وہ بھی صحت کے لئے مضر ہیں آپ لوگ تو یہ باتیں سن کر بہت پریشان ہو رہے ہوں گے کیونکہ آپ لوگوں کی تو پیدائش ہی مٹھائیوں اور چائے میں ہوئی ہے انہی چیزوں سے پلے بڑھے ہیں، فائدے کی بات بتا رہا ہوں پھل کھایا کریں پھل، عید کے موقع پر بھی پھل کھائیں کھلائیں، شربت پئیں پلائیں اور ایک دوسرے سے خوب اچھی طرح خوشی سے پیش آئیں، خود بھی بہتر کپڑے پہنیں اور کسی مسکین کے پاس کپڑے نہیں تو اسے بھی پہنائیں، اگر مسکین کو پہلے ہی پیسے دے دیئے کہ عید کے لئے کچھ سامان اور کپڑے وغیرہ خرید لے تو بھی ٹھیک ہے یہ بات خوب سمجھ لیں کہ عید کی خوشی پیسے کے لین دین میں نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق یہ خوشی منائیں اور اگر کوئی پیسے کے لین دین کو خوشی سمجھتا ہے تو وہ حب مال کا مریض ہے۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے دنیائے مردار کی محبت دلوں سے نکال کر اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطاء فرما دے، فکر آخرت عطاء فرما دے۔

وصلی اللّٰھم وبارک وسلم علی
عبدک ورسولک محمد وعلی اٰلہ
وصحبہ اجمعین
والحمدللّٰہ رب العٰلمین

قربانی کی حقیقت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ ـــ کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: قربانی کی حقیقت

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

قربانی کی حقیقت

الحمدللّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماء وھا ولکن ینالہ التقوی منکم (۳۶.۲۲)

''اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

حدیث[1] میں ہے کہ جو شخص قربانی کرنا چاہے وہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں نہ ناخن ترشوائے نہ جسم کے کسی حصہ سے بال لے۔ قربانی خواہ اس پر واجب ہو یا نفل قربانی کرنا چاہتا ہو دونوں صورتوں میں یہ حکم یکساں ہے لیکن اس مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ یہ حکم واجب نہیں بلکہ درجۂ استحباب میں ہے، اگر قربانی کا ارادہ رکھتے ہوئے بھی کسی نے حجامت بنوالی تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، نیز بدن کے جن بالوں کا زائل کرنا واجب ہے اس عشرۂ ذی الحجہ کے دوران ان کی صفائی پر چالیس دن نہ گزرنے پائیں، اگر چالیس دن گزر گئے تو قربانی کرنے والے پر بھی واجب ہے کہ وہ ان بالوں کو صاف کرے ورنہ سخت گناہ ہوگا اور یہی حکم ناخن تراشنے کا ہے، افضل طریقہ تو یہ ہے کہ ہفتے میں ایک بار صفائی کی جائے اگر اس کی ہمت نہ ہو تو پندرہ دن بعد صفائی کی جائے، اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو چلئے تین ہفتے بعد یا چار ہفتے کے بعد کر لے اگر بہت زیادہ غفلت برتی تو آخری حد چالیس دن ہے، اسی غفلت پر چالیس دن سے زیادہ گزر گئے تو تارک واجب اور سخت گنہگار ہے۔ یہ مسئلہ اتنی تفصیل اور اہمیت کے ساتھ اس لئے بتا رہا ہوں کہ آجکل لوگوں سے اس میں بڑی غفلت ہو رہی ہے ظاہری صفائی پر تو اتنا زور ہے اتنا زور ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، کپڑے دیکھیں تو استری پہ استری چل رہی ہے کہیں ذرا سی سلوٹ نہ آنے پائے، چہرہ دیکھیں تو پھاوڑے پہ پھاوڑا چل رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاڑھی کے بال نمودار ہوں اور لوگ اسے مرد باور کرنے لگیں، ظاہر کی صفائی اور چمک دمک تو اس قدر، مگر اندر کا کیا حال ہے؟ اندر کے بالوں میں خواہ جوئیں یا کھٹمل کبڈی کھیل رہے ہوں اس کی کوئی پروا نہیں لیکن ظاہر کی ''آرائش وزیبائش'' میں کہیں فرق نہ آنے پائے اور دنیا کی نگاہوں میں جچے رہیں۔ یہ مسئلہ ذہن نشین کر لیجئے کہ ناخن، زیر ناف اور بغلوں کے بالوں کو

۱۔ رواہ الجماعۃ الا البخاری

چالیس دن گذرنے پر صاف کرنا واجب ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا، مونچھوں کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ وہ بڑھ کر نیچے کو نہ لٹک جائیں اور پینے کی چیزوں میں نہ ڈوبنے لگیں ورنہ اس سے پہلے انہیں کاٹ دینا واجب ہے ان کو صاف کرنے کے لئے بلیڈ استعمال کریں یا قینچی گہری سے گہری لگائیں جس سے جڑوں تک صفائی ہوجائے، مونچھوں کی صفائی اس سے پہلے کردینا واجب ہے کہ وہ نیچے لٹک کر لب کو چھپالیں لب کے کنارے کا کھلا رکھنا واجب ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں حجامت نہ بنوانے کا مسئلہ تو صحیح حدیث سے ثابت اور اپنی جگہ درست ہے مگر اس میں تین شرطیں ملحوظ رہیں:

❶ یہ حکم صرف اس شخص کا ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو۔

❷ فرض واجب بلکہ سنت مؤکدہ بھی نہیں ہے صرف درجۂ استحباب میں ہے۔

❸ اس دوران ناخن اور بالوں کی صفائی پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے پائیں چالیس دن پورے ہونے پر بالوں کی صفائی واجب ہے۔

مستحب کی رعایت کرتے ہوئے واجب کا ترک جائز نہیں، ان شرطوں کی رعایت ضروری ہے ورنہ ایسا نہ ہو کہ ثواب لیتے لیتے کہیں گناہ کے مرتکب ہوجائیں۔

ایک اہم سبق:

شریعت کے اس حکم سے ایک اہم سبق بھی حاصل کیجئے وہ یہ کہ قربانی کرنے والے اگر مذکورہ بالا شرائط کی رعایت کرتے ہوئے دس دن تک حجامت

نہ بنوائیں تو ان لوگوں میں جنہیں ڈاڑھی منڈانے کی لت پڑی ہے شاید وہ اس نیکی کی برکت سے ڈاڑھی منڈانے کے گناہ سے ہمیشہ کے لئے باز آجائیں، کیونکہ جسے روز صبح اٹھتے ہی پھاوڑا چلانے کی عادت ہو اور وہ لگا تار دس دن تک اس گناہ سے باز رہے، دل میں بار بار تقاضا اٹھنے کے باوجود گناہ کے قریب نہ بھٹکے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اس بندے کی دستگیری فرمائے اور وہ اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے، دس دن کی ہمت ومقاومت ہمیشہ کے لئے کارآمد ثابت ہو۔ لیکن جنہیں توفیق نہیں ہوتی وہ قربانی کرنے بلکہ حج کر لینے کے باوجود بھی اس گناہ سے باز نہیں آتے، دس ذی الحجہ کو حجاج پہلے کنکریاں مارتے ہیں پھر قربانی کرتے ہیں پھر سر منڈا کر احرام کھولتے ہیں، وہاں یہ دیکھا کہ اکثر حاجی ان کاموں میں بہت جلدی کرتے ہیں، پروانہ وار کرتے ہیں ہر ایک چاہتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے فارغ ہو جاؤں۔ اس دھکا پیل میں بعض اوقات حادثے بھی ہوتے ہیں۔ لاکھوں کے ہجوم میں کسی کی ٹانگ ٹوٹ رہی ہے، کسی کی آنکھ پھوٹ رہی ہے، کسی کے گھٹنے پر چوٹ آرہی ہے، کسی کا سر زخمی ہو رہا ہے، بلکہ کسی کی جان جارہی ہے غرض ایک قیامت برپا ہے مگر اس کے باوجود ہر شخص کو ایک ہی دھن ہے کہ میں پہلے فارغ ہو جاؤں کتنا ہی سمجھائیے، نصیحت کیجئے مگر بات عقل میں نہیں آتی۔

ایک بار میں نے بعض ساتھیوں سے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیں۔ قربانی کے تین دن ہیں، آج نہ کی تو کیا نقصان ہے کل کر لیں گے، مگر نہیں مانے چلے گئے، بعد میں آکر بتایا کہ ایک کا گھٹنا ٹوٹ گیا، دوسرے کا یہ ہو گیا تیسرے کا یہ ہو گیا، میں نے کہا اچھا ہوا، ان لوگوں کی اس قدر جلد بازی کا کوئی سبب سمجھ میں نہ آتا تھا لیکن سوچتے سوچتے آج ایک بات ذہن میں آئی کہ جلدی کرنے والوں میں

اکثریت اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کی ہوتی ہے جنہیں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے، یہ لوگ جلد از جلد احرام کی پابندیوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تاکہ بغاوت کے آثار مٹنے نہ پائیں ۔

وہ آثار عداوت جو نظر آتے تھے چہرے پر
خدا کے گھر میں پھر پھر کر مزید ان کو ابھار آئے

بس اس فکر میں مرے جارہے ہیں کہ ٹانگ ٹوٹے یا سر پھوٹے یا جان ہی جاتی رہے جلد از جلد ڈاڑھی منڈا کر اللہ کی بغاوت اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت کا مظاہرہ کریں۔ صرف ایک رات ٹھہر کر صبح اطمینان سے احرام کھول لیں، یہ بات ان عاشقوں کی برداشت سے باہر ہے اگر ٹھہر گئے تو راتوں رات ڈاڑھی کے بال اتنے اتنے بڑھ جائیں گے۔ یوں انکے نعرے سنیں تو گویا عشق رسول میں مرے جارہے ہیں یارسول اللہ! یارسول اللہ! روضۂ اقدس پر پہنچ کر بھی یہی حال، آنسوؤں کے دریاؤں کے دریا بہارہے ہیں، عشق رسول میں گھلے جارہے ہیں، نعرے سنیں تو یوں محسوس ہو کہ گویا عشق میں فنا ہورہے ہیں بس ابھی مرے، ابھی مرے، لیکن صورت باغیوں والی سیرت باغیوں والی، مردوں کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں، عورتوں کے چہرے پر پردہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم سے بغاوت ہے لیکن ہیں عاشق۔ اگر اسکا نام عشق ہے تو نفاق کس چیز کا نام ہے؟ یاد رکھیے! اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دھوکے میں آنے والے نہیں۔ یہ عشق نہیں دھوکا ہے، نفاق ہے، اگر واقعۃً عاشق بننا چاہتے ہیں تو اس نفاق سے باز آجائیے اور سچے عاشقوں کی سی صورت وسیرت بنالیجیے۔

دس دن تک مستحب پر عمل کی برکت سے شاید واجب پر بھی عمل کی توفیق مل جائے وہ یہ سوچ کر کہ دس دن پھاوڑا چلائے بغیر گذر گئے آیندہ کے لئے بھی اس گناہ سے باز آجائے۔

دوسرا سبق:

اس کی ایک اور حکمت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں ڈال دی وہ یہ کہ اس دس روزہ پابندی سے یہ سبق دینا مقصود ہے کہ قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں مسلمان اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کر دے، جانور کی قربانی میں بھی یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں ایک ایک کر کے ذبح کر دیں۔ اب اس حکمت کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچیں جو مسلمان چہرے پر ڈاڑھی کے چند بال نہیں رکھ سکتا وہ اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی کیا خاک کرے گا؟ نفسانی خواہشات تو بہت بڑی بڑی ہیں، حب مال کی خواہشات، حب جاہ کی خواہشات، پھر ان کی بہت سی شاخیں ہیں، جو مسلمان اتنا نہیں کر سکتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں چہرے کے بال صرف دس دن کے لئے چھوڑ دے وہ خواہشات کو چھوڑنے کی بڑی بڑی قربانیاں کہاں دے گا؟ پھر یہ نادان صرف جانور کی قربانی پر خوش ہے یہ نہیں سوچتا کہ اصل مقصد تو خواہشات کو قربان کرنا تھا لیکن انہیں قربان کرنے کی بجائے ان کا غلام بنا ہوا ہے، صرف جانور ذبح کرنے سے تجھے کیا فائدہ پہنچا؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر بیان کروں گا، یہاں تک ایک اہم مسئلہ قدرے تفصیل سے بیان ہو گیا اور اس کی حکمت و مصلحت سامنے آگئی اب

سب حاضرین ایک دعاء دل سے کرلیں کہ یا اللہ! آج کے نادان مسلمان کے دل میں تیرے حبیب ﷺ کی صورت مبارکہ سے جو نفرت بیٹھ گئی ہے اپنی رحمت کے صدقے اس نفرت کو محبت سے بدل دے، یا اللہ! اس کے دل سے نفرت کا تخم نکال کر محبت کا تخم ڈال دے اور ایسی سچی محبت عطاء فرما جو اس کی صورت سے، سیرت سے اور ایک ایک اداء سے ٹپکتی معلوم ہو، پل صراط سے متعلق حدیث میں آتا ہے:

''وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اسے عین جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا پھر اس سے ہر شخص کو گذرنا ہوگا۔''

(مسلم)

میں نے پل صراط کا لفظ عوام کو سمجھانے کے لئے بولا ہے، ویسے یہ ترکیب صحیح نہیں۔

اس موقع کے لئے لوگوں نے ایک موضوع اور بے بنیاد حدیث بھی یاد کر رکھی ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار ہو کر پل صراط سے گذریں گے۔ قربانی کرنے والے دل میں بڑے خوش ہو رہے ہوں گے کہ ہم نے پل صراط پر اپنی سواری کا انتظام کرلیا ہے، بس دنیا میں جو موٹی سی قربانی کر دیں گے وہ پل صراط پر ہمیں اٹھا کر بھاگتی ہوئی گذر جائے گی، اس خوش فہمی میں نہ رہیے، اس کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کیجیے، کیا دنیا میں کبھی کوئی ایسی گائے بھینس دیکھی جو ایسی باریک اور تیز دھار کی جگہ سے گذر کر دکھا دے؟ آپ خود ایسی جگہ سے گذر نہیں سکتے گائے، بھینس کیا گذرے گی، اس کا گذرنا تو انسان سے کہیں زیادہ دشوار ہے، پل صراط عبور کرنا ان جانوروں کا کام نہیں، آپ کا کام ہے، لیکن آپ بھی کس چیز کے

سہارے اسے عبور کریں گے؟ ظاہر ہے کہ ایسی نازک اور دشوار گذار جگہ سے خود چل کر پار ہونا تو کسی انسان کی دسترس سے باہر ہے، آخر کونسی چیز یہ مرحلہ پار کروائے گی؟ بیان کا جو سلسلہ چلا آرہا ہے اس کی روشنی میں اسے سمجھئے کہ دنیا وآخرت کی ہر مشکل کا حل اتباعِ شریعت میں ہے، دنیا میں آپ کو جس صراطِ مستقیم پر چلنے کا مکلف بنایا گیا آخرت میں یہی پل صراط ہوگا، جس نے دنیا میں اسے عبور کرلیا وہ وہاں پہنچ کر بھی آسانی سے عبور کرلے گا اور جو یہاں ڈگمگایا وہ وہاں بھی پھسل جائے گا، پل صراط کی وہ دھار اور باریکی جس سے لوگ کانپتے ہیں یہیں دنیا میں ہے، جو خوش نصیب نفس وشیطان کی چالوں سے ہشیار رہا اور افراط وتفریط سے بچ کر ٹھیک صراطِ مستقیم پر گامزن رہا سمجھ لیجئے وہ پل صراط عبور کر گیا، اور جو بدنصیب افراط وتفریط کا شکار ہوکر دنیا میں صراطِ مستقیم سے منحرف ہوگیا اس کے لئے آخرت میں پل صراط عبور کرنا ممکن نہیں خواہ دنیا میں کتنے ہی جانوروں کی قربانی کردے اور خواہ کیسے ہی موٹے جانور ہوں، اصل چیز تقویٰ واحتیاط اور اتباعِ شریعت ہے، اتباع بھی ایسا جو افراط وتفریط سے یکسر پاک اور شریعت کے عین مطابق ہو، اسی اعتدال ومیانہ روی کی بدولت اس امت کو امتِ وسط کا لقب دیا گیا، خوب سمجھ لیجئے پل صراط الگ سے کوئی چیز نہیں۔ یہی شریعت کا راستہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت میں جسم عطاء فرمائیں گے جیسا کہ موت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

’’قیامت کے روز اسے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت وجہنم کے درمیان کھڑا کرکے ذبح کردیا جائے گا اور اعلان کردیا جائے گا کہ موت کو ذبح کردیا گیا لہٰذا اب کوئی شخص نہیں مرے گا، خواہ جنتی ہو جہنمی مرنے کا خیال دل

سے نکالدیں کہ موت کو موت دے دی گئی۔'' (متفق علیہ)

جزاء وسزا کی حقیقت:

قیامت کے روز جزاء وسزا میں کوئی چیز سامنے نہیں آئے گی یہی اچھے برے اعمال (جن کی حقیقت دنیا میں نظروں سے اوجھل ہے) اپنی اصلی صورت میں سامنے آجائیں گے۔اب جو مسلمان موافق ومخالف حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے پوری استقامت سے دین پر قائم ہیں جو دیندار مرد دنیا کے طعن وتشنیع بلکہ استہزاء وتمسخر کی پروا کئے بغیر پوری ڈاڑھی رکھتے ہیں اور جو باہمت خواتین اس بے دین معاشرے میں شرعی پردہ کی مکمل پابند ہیں، ہر طرف سے انہیں ملامت کی جاتی ہے، آوازیں کسی جاتی ہیں مگر اس طوفان مخالفت میں بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آتی، یہ حقیقت میں پل صراط عبور کر رہے ہیں۔ میں ڈاڑھی اور پردے کی مثال خصوصیت سے اس لئے دیتا ہوں کہ ڈاڑھی منڈانے اور پردہ نہ کرنے کا گناہ حقیقت میں کھلی بغاوت کا اعلان ہے اور اس بغاوت کی فضاء میں ڈاڑھی رکھ لینا اور شرعی پردہ کا اہتمام کرنا جہاد سے کم نہیں، یاد رکھئے جو مسلمان دنیا میں پورے طور پر احکام شریعت کی تعمیل کر رہا ہے وہ درحقیقت ایک ایسے راستے پر چل رہا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، یہ راستہ چلنا تلوار سے تیز اس معنی میں بھی ہے کہ جو لوگ گناہوں کے خوگر ہیں اور دین کے راستے پر نئے نئے چلنا شروع کرتے ہیں جنہیں گناہ چھوڑنے کی عادت نہیں ان کے لئے یہ راستہ چلنا گویا تلوار کی دھار پر چلنا ہے سالہا سال کی بغاوت کے بعد کوئی مرد ڈاڑھی رکھ لے تو وہ سمجھے گا بس اب قیامت آگئی، کسی عورت نے پردہ شروع کر دیا تو وہ بار بار سوچے گی ارے! لوگ کیا کہیں گے؟

رشتہ داروں کو کیا منہ دکھائے گی؟ کوئی حرام خوری سے باز آگیا تو اس بیچارے کو ایک ہی فکر سوار ہوگی کہ بھوکا مرجائے گا یہ نہیں سوچتا کہ شیطان ڈرا رہا ہے الشیطن یعدکم الفقر۔

اس قسم کے لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ برادری سے کٹ جائیں گے رشتہ داروں میں نکو بن جائیں گے بس اب جینا دوبھر ہو جائے گا، ایسے لوگوں کا اسلام پر چلنا واقعۃً تلوار کی دھار پر قدم رکھنا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ’’جنت مکارہ سے ڈھانپ دی گئی ہے اور جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے‘‘ (مسلم)

یعنی جنت میں لے جانے والے اعمال کانٹوں کی طرح سخت اور دشوار نظر آتے ہیں گویا جنت کا راستہ خاردار اور دشوار گذار راستہ ہے جس میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے چاروں طرف خاردار تار بلکہ یوں کہئے بجلی کے تار لگے ہیں ان پر چلنے والے سمجھتے ہیں کہ بس مرجائیں گے لیکن یہ ان کی بات ہے جو نئے نئے دین کی راہ پر آئے ہیں اور ابھی انجان ہیں لیکن جسے چاشنی لگ گئی اس کا حال نہ پوچھئے اس کے لئے یہ کانٹوں کی باڑھ پھولوں کی سیج ہے، ان کانٹوں میں بھی انہیں وہ لذت محسوس ہوتی ہے کہ باید وشاید، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ آگ آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکی بلکہ آگ آگ ہی نہ رہی گلزار بن گئی، تپش اور گرمی کی بجائے ٹھنڈک پہنچانے لگی، جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی حلاوت نصیب ہو جاتی ہے ان کے لئے کوئی مشکل نہیں رہتی انہیں تو عین پریشانی کے عالم میں بھی سرور.........ارے کیا بتاؤں سرور کا نام زبان پر آتے ہی منہ میں پانی آجاتا

ہے سرور کے نام میں ہی اتنی کشش ہے کیفیت کا تو کیا کہنا؟ ؎

سرور، سرور، سرور، سرور
بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

محبت، محبت، محبت، محبت
بڑا لطف دیتا ہے نام محبت

یا اللہ! جب تیری محبت کا صرف نام ہی اتنا لذیذ اور شیریں ہے تو حقیقت میں اس میں کتنی لذت ہوگی؟ ع

بڑا لطف دیتا ہے نام محبت

جن بندوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محبت پیدا فرمادی اور اس کے لطف و سرور سے وہ لذت یاب ہو گئے ان کے لئے دین کا یہ راستہ طے کرنا جس کو لوگ تلوار سے تیز سمجھ رہے ہیں اور اس پر چلنے سے خوف زدہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا ہی میں بہت آسان بلکہ لذیذ بنا دیا ہے آخرت میں جب یہ پل صراط پر پہنچیں گے تو ان پر کوئی خوف و ہراس طاری نہ ہوگا، لوگ تو کانپ رہے ہوں گے اور نفسا نفسی کا عالم ہوگا مگر یہ حضرات بے خوف و خطر اس سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ انہیں پل صراط دیکھ کر کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی بلکہ اسے دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی راستہ ہے جس پر ہم دنیا میں شب و روز چلتے رہے ہیں، صبر و سکون سے بلکہ ذوق و شوق سے ہم دنیا میں یہ راستہ چلتے رہے۔

پل صراط کو پار کرنے کا راستہ فقط ایک ہی ہے یعنی صراط مستقیم، اس کے سوا جتنے راستے ہیں وہ جہنم میں گرانے والے ہیں۔

﴿ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله﴾

(۶۔۱۵۴)

''اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ تو صرف ایک ہی ہے۔

اس سے ہٹ کر دائیں بائیں جو راستے نکلتے ہیں وہ سب شیطان کے راستے ہیں۔ یہاں دنیا میں جو لوگ شیطانی راستوں سے بچ کر صراط مستقیم پر چلتے رہے۔ وہ پل صراط پر بھی ایسے ہی امن وسکون سے گذر جائیں گے جیسے کوئی شخص روز مرہ کے مانوس راستہ پر بے فکری سے چلتا ہے، وہ پل صراط اسی صراط مستقیم کی حقیقی تعبیر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں ہم سب کو صراط مستقیم پہ چلنے کی توفیق عطاء فرمادیں اور اس کی دشواریوں کو لذیذ بنادیں۔

مسلمان کی خوش فہمی:

اس پوری تفصیل کو سامنے رکھ کر ذرا سوچئے کہ جو لوگ ایک موضوع اور من گھڑت حدیث سن کر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بس گائے، بھینس یا کسی بھی جانور کی قربانی کر دیں وہ جانور انہیں لے کر دوڑتا ہوا پل صراط سے گذر جائے گا۔ سوچئے یہ خیال کس حد تک درست ہے؟ ایک طرف تو ان لوگوں کی یہ خوش فہمی ہے کہ قربانی کی برکت سے ہی بیڑا پار ہو جائے گا مگر دوسری طرف قرآن وحدیث کے ذخائر ہیں ایک آدھ آیت یا حدیث نہیں بلکہ

قرآنی آیات کا ایک پورا ذخیرہ ہے صحیح احادیث کا بھی بڑا ذخیرہ ہے ان میں سے بہت سی آیات واحادیث میرے وعظ ''ہر پریشانی کا علاج'' میں بھی درج ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں جگہ جگہ اعلان فرمارہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ارشادات میں جابجا اس کا اعلان فرمارہے ہیں کہ نجات کا واحد راستہ اطاعت کا راستہ ہے، مالک کی نافرمانی چھوڑ دیجئے اس کے احکام پورے طور پر بجالایئے بس پل صراط بھی آپ کے لئے آسان اور آخرت کے باقی تمام مراحل بھی آسان، لیکن جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اس کے لئے نجات کا کوئی وعدہ نہیں بلکہ وہ دنیا وآخرت دونوں میں مبتلائے عذاب رہے گا، اس مضمون کی آیات تو بہت ہیں صرف ایک آیت پڑھ دیتا ہوں:

﴿ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيمة اعمىٰ﴾ (۲۰۔۱۲۴)

''اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

جس نے بھی میری نافرمانی کی میں نے یہ طے کرلیا ہے میرا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ اس کی زندگی تنگ کردوں گا۔ زندگی تنگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پریشان رہے گا ہمہ وقت پریشان، سکون تو اس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا بس پریشانی ہی اس کا مقدر ہے یہ تو ہوا دنیا کا انجام اور قیامت کے روز اسے اندھا کرکے اٹھاؤں گا۔ اس مضمون کی بے شمار آیات اور احادیث ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ مدار نجات صرف ایک چیز ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں اس کے بندے بن جائیں لیکن اس موضوع حدیث سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف قربانی کردینا ہی نجات کے لئے کافی ہے، ایک

جانور کی قربانی کردو وہ پل صراط سے تمہیں دوڑتا ہوا گذار دے گا، تن آسان لوگوں کو تو بڑا آسان اور سستا نسخہ ہاتھ آ گیا کہ دنیا میں من مانی کرتے رہو، دل میں جو مستی آئے کرتے رہو، گناہ پر گناہ کرتے چلے جاؤ بس سال بعد ایک موٹا تازہ جانور قربان کردو وہ تمہیں آرام سے پل صراط پار کرا دے گا، یہ من گھڑت مضمون اور کسی حدیث میں نہیں ملتا صحیح بخاری و مسلم سمیت حدیث کی تقریباً تمام کتب میں پل صراط کا ذکر پوری تفصیل سے موجود ہے ان میں یہ مضمون تو پوری وضاحت سے آیا کہ پل صراط کو جہنم پر نصب کیا جائے گا اور وہ بڑی نازک اور پھسلنے کی جگہ ہے اور اس پر لوہے کے کنڈے ہوں گے گذرنے والوں میں سے بعض لوگ پلک جھپکنے میں گذر جائیں گے بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی رفتار سے، بعض پرندے کی طرح اور بعض عمدہ گھوڑے کی طرح گذر جائیں گے، جبکہ بعض دوسرے لوگ رینگتے ہوئے گھسٹتے ہوئے اسے طے کریں گے اور کچھ لوگ جہنم میں گر جائیں گے، یہ تفاصیل احادیث میں ملتی ہیں مگر یہ کہیں نہیں کہ جانوروں پر سوار ہو کر جائیں گے۔

ایک حدیث مشہور ہے:

﴿سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم﴾

میں بتا چکا ہوں کہ یہ روایت موضوع[1] ہے اور اگر اس کا کوئی ثبوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا مطلب وہ لیا جائے گا جو اصول شریعت کے خلاف نہ ہو،

---

[1] عظموا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم ذکره امام الحرمین فی النهایة ثم الغزالی فی الوسیط ثم الرافعی فی العزیز قال ابن الصلاح هذا حدیث غیر معروف ولا ثابت فیما علمناه (کشف الخفاء صفحہ ۵۷ جلد ۲)

قرآن وحدیث کی بعض باتوں کا سمجھنا اس پر موقوف ہوتا ہے کہ اس مضمون کی دوسری آیات اور احادیث کو بھی سامنے رکھا جائے ورنہ کسی حدیث یا آیت کا ایسا مطلب لینا ہرگز جائز نہیں جو دوسری نصوص سے ٹکراتا ہو۔

اس روایت کا ظاہر اصول شریعت کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ ہر قسم کے خزانے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور دنیا کا مسلم اصول ہے کہ کسی کے خزانے سے کچھ نکالنا صاحب خزانہ کو راضی کئے بغیر ممکن نہیں، اور صراط مستقیم ہو یا جنت، جہنم ہوں یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملک ہیں لہٰذا پل صراط عبور کر کے جنت کے خزانوں تک پہنچنا بھی اس کی رضا کے بغیر ممکن نہیں۔

خلاف عقل ہونے کی دوسری وجہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ میں صرف تسبیح وتلاوت اور نفل عبادات سے راضی نہیں ہوتا میری رضا تو صرف اس صورت میں حاصل ہوگی کہ میری نافرمانی سے باز آجاؤ اور فرائض وواجبات کی پابندی کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان تو بہت بلند ہے دنیا کے کسی عام انسان کو بھی خوش کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے، کسی عام انسان سے آپ یہ سلوک کر کے دیکھ لیں کہ ایک طرف تو اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہیں، اسے ستاتے رہیں، اور اس کی عداوت ومخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ مگر دوسری طرف اس کے سامنے کھڑے ہوکر اس کی خوشامد بھی شروع کردیں اور اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیں، دیانتداری سے بتایئے کیا وہ ان جھوٹی تعریفوں سے خوش ہوگا یا اسے مکروفریب سمجھ کر مزید اشتعال میں آجائے گا؟ انسان کریں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیاں، حکم عدولیاں مگر رہیں اس زعم میں کہ اس ایک گائے کی قربانی ساری نافرمانیوں کا تدارک کردے گی، عذاب سے بچا

کر سیدھی جنت میں لے جائے گی یہ بات تو عقل کے سراسر خلاف ہے۔اور عقل میں تو یہ بات بھی آنے والی نہیں کہ ایسی باریک اور تیز چیز جس پر آپ خود نہیں چل سکتے اس پر گائے چل جائے بلکہ کہیں باریک اور تنگ سا راستہ ہو تو ہشیاری سے کام لے کر آپ خود تو اس پر چل جائیں گے لیکن گائے بھینس کبھی نہ چل سکے گی۔یقین نہ آئے تو تجربہ کر کے دیکھ لیجئے ایک فٹ چوڑا تختہ زمین پر رکھ دیں اور چل کر دیکھیں تو آپ احتیاط سے چل کر اس پر سے گذر جائیں گے لیکن گائے کو چلا کر دیکھیں تو کبھی نہ چل سکے گی۔بال جیسی باریک چیز پر تو آپ خود بھی نہیں چل سکتے آپ کی گائے کیسے چلے گی؟ ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اب حدیث کا مطلب سمجھیں، یہ اشکالات جب سمجھ میں آگئے تو حدیث کو سمجھنے میں آسانی ہوگی، درحقیقت قربانی کے حکم میں بندے کو یہ سبق دینا مقصود ہے کہ وہ اپنے مالک کے حکم کے سامنے اپنی خواہشات کو قربان کردے۔قربانی کر کے گویا بندہ یہ جتا رہا ہے کہ یا اللہ! میں نے تیری محبت میں اپنی تمام خواہشات پر چھری چلا دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ:

قربانی کے دنوں میں آپ نے سنا ہوگا اور بارہا سنا ہوگا کہ ائمہ کرام اور خطیب صاحبان حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں، [1] یہ قصہ اس کثرت سے بیان کیا جاتا ہے کہ آج بچے بچے کو یاد ہے خطیب صاحبان تو یہ قصہ مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ

[1] یروی المفسرون ھھنا فی قصة الذبح روایات منکرة لم یصح سندھا ولا متنھا (تفسیر القاسمی صفحہ ١٧ جلد ٦)

السلام نے خواب دیکھا کہ بیٹے کو قربان کر رہے ہیں خواب بیٹے کے سامنے بیان کیا وہ بھی قربان ہونے کو تیار ہوگئے، باپ بیٹا قربانی کے لئے چل دیئے، آگے چل کر یہ اندیشہ تھا کہ عین موقع پر کہیں ایسا نہ ہو کہ پدرانہ شفقت جوش مارے اور ابراہیم علیہ السلام قربانی سے رک جائیں لہٰذا حکم ہوا کہ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں اس قسم کی کئی موضوعہ روایات بیان کریں گے اور ان پر پورا زور خطابت صرف کردیں گے سننے والے بھی یہ باتیں سن سن کر جھومتے رہیں گے، لیکن اس سے آگے کی بات کوئی نہیں کہتا کہ اس عظیم قربانی کے پیچھے کیا حکمت کارفرما تھی اس کی حقیقی روح کیا ہے؟ یہ چیز بیان نہیں کی جاتی، اور بیان کرے کون؟ جو بھی کرے گا اسے معلوم ہے کہ اس کا اپنا عمل بھی اس کے خلاف ہے یہ حقیقت بیان کرکے وہ خود پھنس جائے گا اس لئے صرف ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بار بار دھراتے ہیں مگر جو اس کی اصل حکمت ہے اور اس سے جو سبق ملتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں، سنئے قصۂ ابراہیم علیہ السلام کی اصل روح تعمیل حکم ہے مالک کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردینا۔ مالک کا حکم ہوا کہ بیٹا قربان کریں بس بے چون وچرا قربانی پیش کردی پھر انہوں نے اپنی رحمت سے بیٹے کی بجائے مینڈھے کی قربانی کا حکم فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بھی فوراً تعمیل کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل کی یادگار رہتی انسانیت تک قائم رکھنے کے لئے تمام مسلمانوں کو قربانی کا حکم فرمادیا عید کا دن آتے ہی مسلمان اس حکم کی تعمیل میں لاکھوں کروڑوں جانوروں کا خون بہادیتے ہیں یہ سب تعمیل حکم کی روشن مثالیں ہیں، اصل چیز جس کا بندے سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ امتثال امر ہے مالک کے ارشاد کی تعمیل، ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہماری قربانی کی کیا ضرورت ہے، ان تک جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بس وہ تو یہی دیکھنا چاہتے ہیں کون ہے جو بے چون وچرا ہمارا حکم مان لیتا ہے اور کون ہے جو اس میں پس وپیش کرتا ہے بس اسی سے کھرے

کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔قربانی کی حقیقت اور روح یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے۔ بظاہر تو قربانی جانور کی کی جاتی ہے مگر درحقیقت اس کا مقصد یہ ہے کہ یا اللہ! ہم تیرے حکم کے بندے ہیں، تیرے احکام کی تعمیل میں ہم اپنی خواہشات نفسانیہ کو قربان کرتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہم اپنی جان تجھ پر قربان کرنے کو تیار ہیں۔

جب مسلمان اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کریں گے اور ذبح ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو ان میں شجاعت اور بہادری پیدا ہوگی۔ مسلمان کا کام جہاد کرنا ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کے لئے جو بھی رکاوٹ بنے اس کی ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کر کے دنیا کو فسق و فجور اور کفر کی ظلمت سے بچانا ہے۔ اگر مسلمان جانور کا خون ہی نہ دیکھ سکیں گے تو پھر یہ اللہ کے دشمنوں کو کیسے ذبح کریں گے؟ اللہ تعالیٰ تو فرمارہے ہیں:

﴿فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان ٥﴾
(۸.۱۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو بتا رہے ہیں کہ میرے اور اپنے دشمنوں کو کیسے ٹھکانے لگاؤ فرمایا ان کافروں کی گردنوں پر تلوار لگاؤ ان کی گردنیں اڑاؤ، اگر کہیں ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ دیئے تو اس سے تو ان کا کام تمام نہیں ہوگا انہیں ذبح کرو۔ جب قربانی کا جانور ذبح کیا کریں تو اللہ کے دشمنوں کو ذبح کرنے کا عزم بھی تازہ کر لیا کریں، واہ سبحان اللہ! کیسا مزا آئے گا پھر تو قربانی کی لذت دوبالا ہو جائے گی۔ اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاؤ اگر گردن تمہارے قبضہ میں نہ آئے تو:

﴿واضربوا منهم کل بنان﴾
دوسرے نمبر پر جوڑوں پر لگاؤ جوڑوں پر ایک ایک کر کے وار کرتے جاؤ یہاں تک کہ وہ تمہاری دسترس میں آجائے اور پھر اس کی گردن کاٹنا آسان ہوجائے۔ یہ ہے قربانی کی روح کہ خون دیکھ کر اللہ کی راہ میں جان لینے دینے کے جذبات پیدا ہوں لیکن آج کے مسلمان کے حالات تو کچھ ایسے ہیں کہ مجھے تو یہ خیال ہورہا ہے کہ کہیں یہ بات سن کر ہی دھوتی کی دھلائی کا قصہ نہ ہوجائے۔

دھوتی کی دھلائی کا قصہ:

بنیے بزدلی میں ضرب المثل ہیں۔ جب انگریزوں نے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تو متحد ہندوستان کی تمام اقوام کو فوج میں بھرتی کیا مگر بنیوں کو نہیں لیا، اس پر بنیوں نے اپنی قوم کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، انگریز افسر نے کہا کہ تمہاری قوم نہایت بزدل ہے اس لئے ہم کسی بنیے کو فوج میں نہیں لیتے۔ بنیوں کے پردھان نے جواب دیا کہ صاحب! آپ کو غلط اطلاعات ملی ہیں، بہادری میں ہم کسی بھی قوم سے پیچھے نہیں۔ انگریز افسر نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر امتحان کر لیتے ہیں کسی بنیے کو لاؤ۔ پردھان اپنی قوم میں سے سب سے بہادر بنیے کو خوب سمجھا بجھا کر اور یہ کہہ کر لایا کہ دیکھنا ڈرنا مت، پوری قوم کی عزت کا مسئلہ ہے۔ افسر نے اسے سامنے بٹھادیا اور ایک فوجی سے کہا کہ احتیاط سے اس کی ٹوپی کو نشانہ لگاؤ۔ فوجی نے نہایت ٹھیک نشانہ مار کر ٹوپی گولی سے اڑادی اور وہ بنیا اپنی جگہ ٹھیک بیٹھا رہا، افسر حیران ہوا اور

پردھان بڑا خوش کہ ہماری قوم کا سر فخر سے بلند ہوگیا۔ افسر نے کہا اسے ٹوپی کی قیمت دلوادو، بنیا کانپتا ہوا لرزتی زبان سے بولا کہ حضور دھوتی کی دھلائی بھی دلوا دو۔ ڈر کے مارے کم بخت کا پاخانہ نکل گیا۔

لیکن آج کا مسلمان تو بزدلی میں ان بنیوں سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گیا کیونکہ دھوتی کی دھلائی مانگنے والا بنیا تو آج ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، مساجد کو شہید کیا جارہا ہے، مسلمانوں کی عزت کو پامال کیا جارہا ہے، ایک ہندوستان ہی کیا دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالت ابتر ہے اور اس کی وجہ صرف اور صرف جہاد سے غفلت اور دوری ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سن لیجئے:

﴿عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: يوشك الامم ان تداعى عليكم من كل افق كما تداعى الاكلة الى قصعتها، فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذ؟ قال بل انتم يومئذ كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم، وليقذفن في قلوبكم الوهن، فقال قائل: يارسول الله وما الوهن؟ قال: حب الدنيا وكراهية الموت، وفي رواية حبكم للدنيا وكراهيتكم للقتال﴾ (رواه احمد وابو دائود وغيرهما)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب کافر قومیں ہر طرف سے تم پر متحد ہوکر یوں ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے

کھانے کے طشت پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کافروں کو یہ جرأت کیا اس وجہ سے ہوگی کہ ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟'' ارشاد فرمایا: ''نہیں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہوگی لیکن تم اس وقت جھاگ اور خس و خاشاک کی مانند ہوگے، اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے قلوب سے تمہارا رعب نکال دیں گے اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دیں گے۔'' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! بزدلی کا سبب کیا ہوگا؟'' رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔'' ایک روایت میں یوں ہے: ''تمہیں دنیا سے محبت اور قتال فی سبیل اللہ سے نفرت ہوجائے گی۔''

یادرکھئے! جب تک مسلمان جان لینے دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا اسے دنیا میں عزت ملے گی نہ ہی آخرت میں۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

دنیا میں ٹھکانے دو ہی ہیں آزاد منش انسانوں کے
یاتخت جگہ آزادی کی یاتختہ مقام آزادی کا

امت مسلمہ کی کامیابی اور عزت کا واحد حل جہاد ہے فرمایا:

﴿لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا بامو الھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون ○اعد اللہ لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلک الفوز العظیم○﴾

(۹_۸۸،۸۹)

''ہاں لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہوئے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور ان ہی کیلئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

جہاد میں نہ نکلنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں فرمایا:

﴿الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شیء قدیر○﴾

''اگر تم جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو سخت سزا دیں گے اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کریں گے اور تم اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو تو ہر چیز پر قدرت ہے۔''

• ترک جہاد کی وجہ سے پوری قوم کو کافروں کے ظلم وستم برداشت کرنے

پڑتے ہیں:

﴿واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب ٥﴾ (۸.۲۵)

''اور ایسے فتنہ (ترک جہاد کے وبال) سے بچو جو اپنی لپیٹ میں صرف ان لوگوں کو نہیں لے گا جنہوں نے وہ گناہ (ترک جہاد) کیا (بلکہ دوسرے معصوم بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی اس کی زد میں آئیں گی) اور تم یقین کرلو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سخت عذاب دیتے ہیں۔''

یہ تو میں نے چند آیات پڑھ دیں ورنہ پورا قرآن قتال فی سبیل سے بھرا ہوا ہے نکلو نکلو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دو اور میرے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ جان بھی انہوں نے ہی دی اور مال بھی ان ہی کا دیا ہوا اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ ہم نے مؤمنین کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا:

﴿ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التورته والانجيل والقران فمن اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم ٥﴾ (۹.۱۱۱)

''بلاشبہہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت

ملے گی، وہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں مسلح جہاد کرتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

کیسے سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کی جانیں اور مال اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں لگیں لیکن یہ خوب یاد رکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ سے مراد وہ بستر اٹھانے والی راہ نہیں بلکہ قتال فی سبیل اللہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قتل کرنا اور قتل ہونا ہے۔ میں بوقت بیعت یہ وعدہ بھی لیا کرتا ہوں کہ جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان یا مال قربان کرنے کی ضرورت پڑی تو بخوشی کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان اور مال قربان کرنا بہت بڑی تجارت ہے۔ بہت بڑی تجارت اللہ تبارک وتعالیٰ سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے وہی تیار ہوسکتا ہے جس نے اپنی خواہشات نفسانیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیا ہو مگر افسوس آج کے مسلمان کی حالت یہ ہے کہ جانور کی قربانی تو بہت ذوق وشوق سے کرتے ہیں مگر نافرمانیاں نہیں چھوڑتے ایسے کتنے ہی لوگ آپ کو نظر آئیں گے جو ہزاروں لاکھوں روپے کی مالیت کے جانور قربان کرتے ہیں مگر نفس کے پچھاوڑا چلانے کے تقاضے کو قربان نہیں کر پاتے، اپنے گھروں میں شرعی پردہ نہیں کرواتے اور حرام خوری تو اتنی کرتے ہیں کہ پاخانے کے ٹوکروں کے ٹوکرے کھا جاتے ہیں۔ یہاں ایک مسئلہ بھی سن لیجئے جو لوگ بینک، انشورنس اور دوسرے

سودی کاروبار کرتے ہیں ان کی قربانی کا گوشت حرام ہوتا ہے اور اگر کسی جائز آمدن والے نے ان حرام خوروں کے ساتھ مل کر قربانی کی تو چاہے چھ حصے جائز آمدن والوں کے ہوں اور ایک ہی حصہ حرام خور کا ہو وہ پورا گوشت حرام اور قربانی کسی ایک کی بھی نہیں ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں فہم دین عطاء فرمائیں، یہ بھی خوب سمجھ لیں کہ جہالت عذر نہیں کوئی یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہوسکتا کہ ہمیں تو مسئلہ کا علم ہی نہیں تھا۔ یہ مفتیان کرام کا کام نہیں کہ وہ لوگوں کے دروازوں پر جاجا کر مسائل بتایا کریں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرے۔ لوگوں کے حالات تو یہ ہیں قالب ہی نہیں بن رہا تو قلب کیا بنے گا بس جانوروں کی قربانی پر زور ہے، قربانی کی حقیقت کو سمجھیں، اللہ کرے کہ بات دلوں میں اتر جائے اور عمل کی توفیق ہو جائے۔ جب قربانی سے یہ سبق مل گیا اور تمام خواہشات کو قربان کر کے ایک اللہ کا ہو گیا تو بس یوں سمجھئے کہ پل صراط کا کٹھن مرحلہ اس نے دنیا میں طے کرلیا، جب پل صراط پر پہنچے گا تو وہاں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی، گھبراہٹ کیا معنی خوشی سے اچھلتا ہوا رقص کرتا ہوا گذر جائے گا، لیکن شرط وہی ہے کہ دنیا میں افراط وتفریط سے بچ کر نفسانی خواہشات سے دامن بچا کر صراط مستقیم پر چلتا رہا ہو۔ یہی تفسیر ہے امت وسط کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو امت وسط میں شامل فرمالیں۔

عجیب سوچ:

آج کے مسلمان کی عجیب سوچ ہے، دل میں یہ آرزو رکھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کر لے اور قیامت کے روز پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائے لیکن ساتھ ساتھ یہ کہ دنیا میں بھی کچھ کرنا نہ پڑے، ڈاڑھی کے چند بال رکھ

لینے کی زحمت نہ کرے، بس بیٹھے بٹھائے آخرت سنور جائے، بتایئے! اس حماقت کا کیا علاج؟ ڈاڑھی سے متعلق دو باتیں بار بار میرے دل میں کھٹکتی ہیں ان کا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ لوگ ہی سوچ کر کوئی جواب دیں، ایک تو یہ کہ جو مسلمان ڈاڑھی منڈواتے ہیں ان سے اس گناہ کا سبب دریافت کریں تو کہتے ہیں کہ لوگوں کے ڈر سے یہ گناہ کر رہے ہیں ڈاڑھی رکھ لیں تو وہ طعنے دیں گے، مُلّا مُلّا کہیں گے، اور بیویاں بھی روٹھ جائیں گی اس مجبوری سے ڈاڑھی منڈواتے ہیں، گویا ان لوگوں نے اخترت النار علی العار (میں نے عار سے بچنے کے لئے جہنم کو ترجیح دی) کا اصول اختیار کر لیا ہے، یہ عقدہ آپ لوگ ہی حل کر دیں مجھے تو بار بار سوچنے کے باوجود اس کا جواب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہیں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے مدعی مگر کام وہ کر رہے ہیں جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی اور ان کا غضب وغصہ یقینی ہے اور اندیشہ ہے جہنم کی آگ میں جلنے کا، اور یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟ عاجز اور فانی مخلوق کی ناراضی سے بچنے کی خاطر، وہ ناراضی بھی کوئی یقینی نہیں موہوم سی ہے صرف شک ہے اندیشہ ہے کہیں ناراض نہ ہو جائے، کیسی مت ماری گئی آج کے مسلمان کی؟ دوسری بات تو اس سے بھی عجیب تر ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ڈاڑھی رکھ لی مگر بڑھنے نہیں دیتے مٹھی سے کم رکھتے ہیں، وجہ پوچھئے تو ان کا بھی جواب وہی ہوگا جو ڈاڑھی منڈانے والوں کا ہے کہ لوگ چڑائیں گے مُلّا مُلّا کہیں گے ان کے طعنوں کے ڈر سے پوری ڈاڑھی نہیں رکھتے، ان بیچاروں کا معاملہ عجیب ہے نہ ڈاڑھی والوں میں ہیں نہ ڈاڑھی منڈوں میں، بلکہ یوں کہئے نہ مردوں میں نہ عورتوں میں، ''نیمے درون نیمے برون'' والا معاملہ ہے یہ ایک لحاظ سے ڈاڑھی منڈانے والوں سے بھی زیادہ قابل رحم ہیں، انہوں نے تو لوگوں کے طعنوں سے ڈر کر ڈاڑھی کا صفایا کر دیا اور اپنے خیال میں طعنوں سے بچ گئے، مگر یہ ذرا سی

ڈاڑھی رکھ کر بدنام بھی ہو گئے طعنے بھی سہ لئے اس کے باوجود ڈاڑھی کٹانے کے گناہ سے باز نہیں آرہے، آج کل دنیا کا دستور یہ ہے کہ کوئی صرف نام کی ذرا سی ڈاڑھی رکھ کر ایک انچ بلکہ آدھی انچ رکھ لے جب بھی لوگوں میں صوفی صاحب بلکہ مولانا صاحب کے لقب سے مشہور ہو جاتا ہے اور جو بدنامی یا رسوائی پوری ڈاڑھی رکھنے پر ہوتی ہے وہی بدنامی وہی رسوائی اس نام کی ڈاڑھی رکھنے پر بھی ہو جاتی ہے لوگ نہ پوری ڈاڑھی کو معاف کرتے ہیں نہ ادھوری کو، بس چہرے پر ذرا سے بال نمودار ہوتے ہی کوئی ''مُلّا'' کہے گا کوئی دریدہ دھن اس سے بھی بڑھ کر ''جنگلی'' کہے گا اور کوئی ''بکرا'' کہے گا غرض جتنے منہ اتنی باتیں، اب ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ نام کی ڈاڑھی رکھ کر ساری دنیا کے طعنے بھی سہ لئے گالیاں بھی سن لیں مگر شریعت کے مطابق ڈاڑھی پھر بھی پوری نہ رکھی، بتائیے اس گناہ بے لذت سے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ نے عجیب بات نقل فرمائی ہے کہ ایک طالب علم کو کسی بے دین نے چھیڑا ''او بکرے'' اس نے جواب دیا ایک بکرا دنیا بھر کے کتوں سے بہتر ہے، کیا عمدہ جواب دیا، اس طعنہ دینے والے مردود کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی، اس طالب علم کا یہ جواب یاد کر لیجئے، واقعی طالب علم تھا کہ ایسا مسکت جواب دیا:

﴿اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله﴾ [1]

ڈاڑھی سے متعلق کوئی بدزبانی کرے تو اسے یہی جواب دیجئے کہ ایک بکرا ایک مینڈھا دنیا بھر کے کتوں سے بہتر ہے۔ ان لوگوں سے کوئی ان کے اس فعل کی توجیہ پوچھے کہ ڈاڑھی رکھ کر بے دین لوگوں کی نظر سے بھی گر گئے ان کے

---

[1] اخرجه الترمذی و غیرہ عن ابی سعید الخدری مرفوعا وقال انه غريب (تمیز الطیب من الخبیث صفحہ ۱۳)

معتوب ٹھہرے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگاہ میں بھی محبوب بننے کی بجائے معتوب ٹھہرے کہ ذراسی رکھ کر پھر کٹانا شروع کردی، کسی کو اس کا فلسفہ سمجھ میں آجائے تو مجھے بھی ضرور بتادے، خالق اور مخلوق دونوں کی نظر سے گرے، آخر ہاتھ کیا آیا؟ یہ تو ناممکن ہے کہ اس نام کی ڈاڑھی سے خالق ومخلوق کو دھوکا دیکر دونوں کو راضی کرلیں۔ جونہی ڈاڑھی کے بالوں نے ذراسی کونپل نکالی ابھی صرف ڈاڑھی کا نام ہی ہوا کہ بے دین لوگوں کی جان پر بن گئی ہر طرف سے شور اٹھنا شروع ہوگیا کوئی ''بکرا'' کہہ رہا ہے کوئی ''مینڈھا'' کوئی ''جنگلی'' اور کوئی ''بدوی''، بھانت بھانت کی بولیاں شروع ہوگئیں اور جن لوگوں میں ذرا متانت ہو جو اس قسم کے کفریات نہ بکیں وہ بھی ''دقیانوس'' اور ''مُلّا'' کہنے سے نہیں چوکتے، ڈاڑھی کا صرف نام پیدا ہوتے ہی مخلوق کی طرف سے یہ سلوک ہوا لعن طعن کی بارش شروع ہوگئی، دوسری طرف اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ان کے حکم کے موافق پوری ڈاڑھی نہ رکھ لیں۔ تو یہ لوگ خالق ومخلوق دونوں کے معتوب ٹھہرے ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

ایک بے لذت بے فائدہ اور بیہودہ گناہ کی پاداش میں خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن رہے ہیں۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ رہی سہی ڈاڑھی بھی منڈوادیں، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوں کی بنسبت ان کے لئے پوری ڈاڑھی رکھنا آسان ہے۔

ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ جب ڈاڑھی رکھ ہی لی تو بڑی چھوٹی کا کیا فرق؟ اگر ایک انچ چھوڑ دی تو مشت میں کیا نقصان ہوجائے گا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ

کی ناراضی بھی مول لی نیکی برباد گناہ لازم۔

اصل بات یہ ہے کہ دل میں محبت نہیں یا اللہ! سب مسلمانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطاء فرما ایسی محبت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت کو ختم کردے گناہ چھڑوادے۔اوردل میں ایسا احساس بیدار کردے کہ تیری نافرمانی کرتے ہوئے شرم آنے لگے۔

ایام عید:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عید کے ایام میں بندوں کی ہدایت کے کئی سامان رکھے ہیں، اصلاح نفس کے کئی نسخے ان میں پوشیدہ ہیں، بڑے مجرب اور اکسیر نسخے، پہلا نسخہ تو وہی ہے جو تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ قربانی کی اصل روح اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنے نفس کے تمام تقاضوں کو قربان کردینا ہے اگر یہ کام آپ نے کرلیا تو قربانی کی حقیقت آپ نے پالی:

﴿لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم﴾ (۲۲.۳۷)

”اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“

ذرا سوچئے! قربانی آپ کس کے لئے کرتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے؟ اگر کوئی نام ونمود کے لئے قربانی کرتا ہے تو اس سے بات کرنا فضول ہے بس اس کے لئے تو دعاء ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہدایت دیں اور وہ اس شرک سے باز آجائے لیکن قربانی سے

جن کا مقصد فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا ہے ان میں بھی کتنی بڑی غفلت اور کوتاہی پائی جارہی ہے انہی لوگوں کو سمجھانا مقصود ہے۔ اگر واقعۃً آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی کررہے ہیں اور نام ونمود مقصود نہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ بھی تو سیکھیے وہ طریقہ یہی ہے جو قربانی کی ضمن میں تلقین کیا جارہا ہے کہ ہم تیرے بندے ہیں، ہمارا کام تیرے حکم کی تعمیل ہے، تو نے حکم دیا ہم نے جانور قربان کیے، اب تیرے حکم کی خاطر ہم اپنی نفسانی خواہشات کو بھی ایک ایک کرکے قربان کریں گے، دل میں یہ عہد کریں اور ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی کرلیں، ہر سال جب بھی قربانی کریں اس عہد کی تجدید کریں ہر قربانی کے ساتھ نیا عزم کرلیں اور دعاء بھی جاری رکھیں کہ یا اللہ! تو اپنی رضا کی خاطر تمام خواہشات قربان کرنے کی توفیق مرحمت فرما، یہ ہماری قربانی تو ایک نقل ہے اس نقل کو تو اپنی رحمت سے اصل بنادے۔ اور قربانی کی جو اصل حقیقت ہے وہ ہمیں عطاء فرمادے۔ یہ ہوا اصلاح نفس کا پہلا نسخہ۔

دوسرا نسخہ تکبیرات تشریق:

دوسرا نسخہ تکبیرات تشریق ہے سوچئے پانچ دن تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیرات کیوں کہی جاتی ہیں، سلام پھیرتے ہی ہر نمازی کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر......... یہ اللہ کی بڑائی بیان کی جارہی ہے کہ بڑائی صرف اسی ایک ذات کے لئے زیبا ہے باقی ہر چیز اس کے مقابلے میں چھوٹی ہے بلکہ ہیچ در ہیچ ہے۔ کسی بزرگ کا قصہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھے کہہ رہے تھے۔ ''نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ تیرا کہنا کیوں مانوں'' بیٹھے ایک ہی بات بار بار دھرارہے ہیں ''نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ تیرا کہنا کیوں مانوں'' بس اسی جملے کی رٹ لگائے چلے جارہے

ہیں۔لوگوں نے دیکھا تو پکڑ کر قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا کہ یہ شخص کفر بک رہا ہے، پہلے زمانے کے مسلمان نام کے مسلمان نہ تھے ان میں دینی غیرت تھی دین کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کرتے، حکومتوں میں بھی دین کی اتنی پاسداری تھی کہ سرعام کوئی دین کے خلاف اس قسم کی بات کرتا تو اسے پکڑ کر سزا دیتیں، اس بزرگ کی باتیں تو سراسر ارتداد کی تھیں، جس کی سزا قتل ہے، ایسے مجرم کو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں اس کے ناپاک وجود سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین کو پاک کرنا ضروری ہے، ان سے عدالت میں پوچھ گچھ کی گئی انہوں نے صاف صاف اعتراف کر لیا کہ یہ جملے واقعۃً میں نے کہے ہیں اور بار بار کہے ہیں مگر یہ لوگ جو مجھے پکڑ کر لائے ہیں میری بات کا مطلب نہیں سمجھے، یہ سمجھے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں گستاخی کے یہ جملے کہہ رہا ہوں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میرا نفس مجھ سے کسی گناہ کا تقاضا کر رہا تھا، میں اسے ڈانٹ رہا تھا کہ نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ تیرا کہنا کیوں مانوں۔

آج کے مسلمان کے نفسانی تقاضے تو معلوم ہی ہیں عورت ہے تو غیر محرم کو دیکھتے ہی اس کا نفس تقریر شروع کر دیتا ہے ارے یہ چچازاد ہے یہ پھوپھی زاد ہے، یہ ماموں زاد ہے، یہ خالہ زاد ہے، یہ تو بھائی ہے، بھائی سے کیا پردہ، بہنوئی سے تو لپٹ جاتی ہے، شادی ایک بہن کی ہوتی ہے مگر پردہ سب کا اتر جاتا ہے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کے متعلقین میں سے ایک کی شادی ہوئی تو سالیوں کا بھی پردہ اتر گیا، ایک سالی نئے کپڑے پہن کر بن ٹھن کر آ گئی اور بھائی جان بھائی جان کی رٹ لگانا شروع کر دی، مگر انہوں نے گرج کر جواب دیا ہٹ جاؤ میرے سامنے سے ورنہ تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔ یہ ہے دینی غیرت، کوئی عالم نہیں، بزرگ نہیں، ایک عام مسلمان تھے مگر کیسا کھرا جواب دیا۔ یا اللہ! تو ہر

مسلمان کے دل میں ایسی غیرت پیدا فرمادے۔

اہل اللہ کی کیفیت:

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ان حضرات کے ہاں گناہ کیا ہیں جنہیں یہ گناہ سمجھتے ہیں اور ان سے استغفار کرتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ ہمہ وقت انھیں استحضار رہتا ہے، کوئی لمحہ غفلت میں نہیں گذرتا اگر اس حضوری کی کیفیت میں ذرا سی کمی آجائے اور دل کسی دوسری طرف متوجہ ہونے لگے تو یہ سمجھتے ہیں بہت بڑا گناہ صادر ہوگیا، پہاڑ ٹوٹ پڑا اس سے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت ومحبت کا جو باغ ان کے دل میں لگا ہوا ہے جس کی بہار سے دل کی دنیا آباد ہے اس پورے چمن سے ایک خلال بھی کم ہوجائے تو سالک کے دل پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹنے لگتے ہیں کہ ہائے یہ کیا ظلم ہوگیا؟ باغ سے ایک خلال کی کمی بھی ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اس ذرا سی کمی پر تڑپ جاتے ہیں، سمجھتے ہیں باغ دل ویران ہوگیا استغفار میں لگ جاتے ہیں کہ محبوب نے ہم سے نظر پھیر لی وہ ہم سے روٹھ گیا اسی کو یہ حضرات گناہ سمجھتے ہیں۔ سو وہ بزرگ اپنے نفس سے مخاطب تھے کہ مردود تو دنیا کے خیالات میں الجھا کر میری توجہ میرے مالک سے ہٹانا چاہتا ہے تیری یہ بات کبھی نہ مانوں گا ”نہ تو میرا اللہ تبارک وتعالیٰ نہ میں تیرا بندہ، تیری بات کیوں مانوں“ میں بات تو اس مالک حقیقی کی مانوں گا جس کا میں بندہ ہوں تیری بات کیسے مان لوں۔

تکبیرات تشریق میں ایک ہی سبق بار بار دہرایا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی کا حکم نہیں چل سکتا جیسے وہ

خود بہت بڑا ہے، اسی طرح اس کا حکم بھی بہت بڑا ہے، اب زبان سے اس کا اقرار کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کو مقدم رکھتا ہے مثلاً خواہشات نفس کا غلام ہے یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں برادری کی بات مقدم رکھتا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور بڑائی نہیں بلکہ اسی کی بڑائی ہے جس کی یہ اطاعت کر رہا ہے جس کا غلام ہے خواہ زبان سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی رٹ لگاتا رہے اگر واقعۃً دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کبھی نہ کرتا، یہ ہے تکبیرات تشریق کی حقیقت۔ اس میں غور کیجئے قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید اور عظمت وکبریائی کا بیان ہے اذان میں بھی بار بار اس کی کبریائی کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی بار بار اعلان ہوتا ہے، اور یہ اعلان کن لوگوں کے سامنے ہوتا ہے، جو پہلے سے مسلمان ہیں اور ان چیزوں پر ان کا ایمان ہے انکا وہ اقرار کرتے ہیں، توحید رسالت تو ایمان کے بنیادی جزء ہیں انہیں یہ دل سے مانتے اور زبان سے ان کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بار بار اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جارہا ہے اس کی حکمت کیا ہے؟

اذان کی حکمت:

اس کی حکمت یہ ہے کہ آواز بار بار کان میں پڑے اور کان سے گذر کر دل کے دروازے کھول دے اور اس کے اندر اتر جائے زبان اور کان کا دل سے رابطہ ہے انسان جو بات زبان سے کہتا ہے وہ دل میں اترتی ہے اور کان میں جو بات پڑتی ہے وہ بھی دل میں اتر جاتی ہے اگر بات آہستہ کہے گا تو وہ صرف زبان کے

راستہ سے دل میں اترے گی اور زور سے کہے گا تو کان کے راستہ سے بھی دل میں اترے گی اس لئے پانچوں نمازوں کے بعد سب لوگ مل کر بلند آواز سے تکبیرات تشریق کہتے ہیں کہ زبان اور کان دونوں راستوں سے یہ آواز دل میں اترے اگر دل پر غفلت کے تالے نہیں پڑے تو ضرور اس پر اثر ہوگا اللہ کی بڑائی اس میں اترے گی اگر تالے پڑ چکے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعاء کیجئے:

﴿اللھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک﴾

ترجمہ: ''یا اللہ! اپنے ذکر کی چابی سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دے''۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب کے دلوں کے تالے کھول دیں۔

﴿اللھم افتح مسامع قلبی لذکرک﴾

ترجمہ: ''یا اللہ! اپنا ذکر سننے کیلئے میرے دل کے کان کھول دے''۔

سر کے کان تو ہر وقت کھلے ہیں یونہی دل کے کان بھی ذکر کی خاطر کھل جائیں۔ سو تکبیرات تشریق ہوں یا اذان ہو یا اقامت ان میں بار بار مسلمانوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ نفس کے بندو، کان کھول کر سن لو کہ ان میں کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں بندگی کے لائق فقط وہی ایک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو بہت بڑا ہے، بہت بڑا ہے، تمہیں تو فکر رہتی ہے کہ فلاں عزیز ناراض ہو جائے فلاں رشتہ دار روٹھ نہ جائے انسانوں کی دل پر ایسی ہیبت سوار ہے کہ یہ ناراض ہو گئے تو دنیا میں جینا مشکل ہو جائے گا، بس موت آجائے گی، یہ نہیں سوچتے کہ ڈرنے کی لائق تو صرف ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے مگر چونکہ دل میں اس کی عظمت نہیں اس

لئے مخلوق کا خوف دل پر سوار ہے سوچئے! قرآن مجید میں ایک ایک مضمون کو بار بار کیوں دھرایا جاتا ہے؟ صرف اس لئے کہ بات بندوں کے دل میں بیٹھ جائے ان کے ذہن نشین ہوجائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام بھی اذان میں، اقامت میں، نماز میں، ہر جگہ اس لئے بار بار زبان سے کہلوایا جارہا ہے، کانوں سے سنوایا جارہا ہے کہ کسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت دل میں اتر جائے، دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی آگئی اس کی محبت پیدا ہوگئی اس کا معیار کیا ہے؟ یہ بات سن لیجئے اور یاد کرلیجئے اللہ تبارک وتعالیٰ کرے کہ یاد رہ جائے، کہنے کو تو ہر شخص کہدے گا کہ اس کا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سے لبریز ہے اس کے عشق میں مرا جارہا ہے مگر اس دعوے میں سچائی کس قدر ہے؟ اس کا تھرمامیٹر لیجئے اور خود فیصلہ کرلیجئے تھرمامیٹر یہ ہے کہ جو شخص محبت کا مدعی ہے اس کے عمل اور کردار کو دیکھئے کہ اس دعوے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی بھی چھوڑ رہا ہے یا نہیں؟ اگر نافرمانی سے باز آگیا تو دعوے میں سچا ہے۔ واقعۃً اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور بڑائی اس کے دل میں اتر گئی ہے اور اس درجہ اتر گئی، کہ اس کا اثر اس کے عمل سے ظاہر ہوگیا جب گناہ چھوڑ دیئے فرائض وواجبات کی پابندی شروع کردی تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت دل میں آگئی اس سے تعلق جڑ گیا اس محبت وتعلق کو مزید جس قدر چاہیں ترقی دیتے چلے جائیں اس کی کوئی انتہاء نہیں، یہ دو چیزیں ہوگئیں ایک تو بندے کا اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنا یہ ہے ''سیر الی اللہ'' اس کی تو انتہاء ہے، بندے نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دی اس کی بندگی اختیار کرلی بس یہاں پہنچ کر ''سیر الی اللہ'' کی انتہاء ہوگئی وصول الی اللہ ہوگیا، اس کے بعد عبادت ومجاہدہ کرتے ہوئے جو ترقی کی منزلیں طے کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت ومحبت میں مزید رسوخ پیدا کرے گا یہ ''سیر فی اللہ'' ہے، اس کی کوئی انتہاء نہیں، سیر الی اللہ کی راہ تو مختصر سی ہے گناہ چھوڑ دیئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں لگ گیا بس یہ راہ طے ہوگئی اللہ تبارک وتعالیٰ تک رسائی ہوگئی اس سے آگے سیر فی اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقام شروع ہوتا ہے اس کی کوئی انتہاء نہیں اس کا کوئی کنارہ نہیں اس کی حسی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص کو تجارت کا شوق ہے، کہیں سے تھوڑی سی رقم لے کر تجارت شروع کر دی تو یہ دنیا کی اصطلاح میں اب تاجر بن گیا لیکن وہ تاجر کہلانے کے باوجود کاروبار کو یہیں روک نہیں دیتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے اور مسلسل بڑھائے چلا جاتا ہے، چند سینکڑوں سے تجارت کی ابتداء کی تھی لیکن تجارت کرتے کرتے ہزاروں کا مالک بن گیا لیکن اس پر بس نہیں کرے گا بلکہ حرص اور بڑھے گی کہ کاروبار مزید ترقی کرے اور لاکھوں پتی بن جائے، لاکھوں کا مالک بن کر پھر کروڑوں کی حرص شروع کر دے گا، اسی طرح مرتے دم تک یہ بھوک بڑھتی چلی جائے گی، فرض کریں کوئی کنگال اور مفلس انسان بھوکا مر رہا ہو دوسرے ہی دن اچانک کروڑ پتی بن جائے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ یہ کم ہے کچھ اور ملنا چاہئے ابھی ضرورت پوری نہیں ہوئی لیکن اگر کوئی عقل مند ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے عقل سلیم کی نعمت دی ہے اور اس نے اس طرح تجارت شروع کی جس سے دو وقت کی روٹی ملنے لگی تو وہ کہے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے ضرورت پوری ہوگئی وہ بھی اگرچہ بے دین لوگوں کی طرح حرص نہ کرے گا مگر اتنا تو ضرور کہے گا مال اگر بڑھ جائے تجارت میں ترقی ہو جائے تو حرج کیا ہے؟ غرض کسی ایک حالت پر قانع نہ ہونا اور زیادہ کی حرص رکھنا ایک فطری بات ہے، جب دنیائے دوں کا یہ حال ہے کہ اس کا طالب کبھی سیر نہیں ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا طالب کیسے سیر ہوسکتا ہے وہ جوں جوں ترقی کرے گا اس کی حرص بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

مولانا رومی رحمہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ؎

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دون
صبر چون داری زنعم الماحدون
اے کہ صبرت نیست از فرزندوزن
صبر چون داری زرب ذوالمنن

جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کی چاشنی نصیب ہوجاتی ہے انہیں کبھی صبروقرارنہیں آسکتا ان کا اضطراب اور بے چینی و بے قراری بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

نہ گویم کہ برآب قادر نیند
کہ بر ساحل نیل مستسقیند

ان کی یہ بے قراری اور بے تابی فراق کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے وصل کے نتیجے میں ہوتی ہے وصال محبوب کے بعد اضطراب پہلے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اس طرح ان کے درجات قرب بلند سے بلند تر رہتے چلے جاتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب فرشتے ان کے لئے مزید ترقی درجات کی دعائیں کرتے رہتے ہیں،ارشاد ہے:

﴿الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین امنوا ربنا وسعت کل شئی رحمة وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم﴾

(۴۰.۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دو فرشتے نہیں بلکہ ملائکہ کی پوری ایک جماعت کے ذمہ لگا دیا ہے اور وہ ملائکہ بھی عام قسم کے نہیں بلکہ ملائکہ مقربین کی وہ جماعت ہے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہے ان کا مستقل وظیفہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ مؤمنین کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقرب ملائکہ کو اس پر متعین فرما دیا کہ عرش کو اٹھائے دن رات ہمارے ان بندوں کے لئے دعاء کرتے رہیں جو اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی توبہ بھی کچے تاگے کی طرح نہیں کہ آج کی اور کل توڑ دی بلکہ ان کی صفت یہ ہے واتبعوا سبیلک کہ توبہ کرنے کے بعد پھر وہ پکے سچے مسلمان بن گئے۔

اپنی توبہ پر مضبوطی سے قائم رہے اور تیرے راستہ پر سیدھے چلتے رہے ان کے لئے مقرب فرشتوں کی دعاء رہتی ہے ایک تو مغفرت کی دعاء اور دوسری یہ دعاء:

﴿ربنا وادخلهم جنت عدن التي وعدتهم ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذريتهم انك انت العزيز الحكيم ○ وقهم السيات ومن تق السيات يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم﴾ (۴۰.۸،۹)

”اے ہمارے رب اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا

آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل فرما دیجئے اور ان کے ماں
باپ اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہوں ان کو بھی داخل فرما
دیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں اور انکو تکالیف
سے بچائیے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس
پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

یہ آخری دعاء تو بڑی ہی عجیب ہے پہلی دعاء تو یہ تھی کہ یا اللہ! ان بندوں کی مغفرت فرما یہ دعاء تو قبول ہوئی اللہ نے مغفرت کر دی بلکہ مغفرت تو توبہ ہی سے ہوگئی پھر یہ دعاء بار بار کیوں کی جارہی ہے؟ بظاہر تو اس کا کوئی فائدہ نہیں لیکن اس تکرار دعاء میں ایک بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان مقرب بندوں کے درجات بلند کرنا چاہتے ہیں اس لئے مقرب فرشتوں کو حکم فرما دیا کہ ان کے لئے دعاء پر دعاء کرتے چلے جائیں کہ ان کی مغفرت بھی ہو جائے اور درجات میں بھی ترقی ہو دعاء کا یہ آخری حصہ بھی عجیب ہے: وقھم السیات یا اللہ! جب تو نے ان بندوں کی بخشش کر دی اب یہ تیرے ہوگئے اور تو ان کا ہوگیا دنیا میں نفس وشیطان کی دست برد سے تو نے ان کو بچا ہی لیا تو آخرت کی سیئات سے بھی بچالے، دنیا کی سیئات تو گناہ اور نافرمانیاں تھیں ان سے تو نے بچالیا آخرت کی سیئات، جہنم کے طرح طرح کے عذاب، طرح طرح کی تکالیف اور سب سے بڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی ہے ان سے بھی بچالے۔ حاملین عرش مؤمنین کی لئے یہ دعائیں کرتے ہیں یہ آیتیں پڑھتے وقت بالخصوص سوچا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہمارے لئے کیسی کیسی دعائیں کرتے رہتے ہیں، یہ سوچ کر تعلق مع اللہ میں ترقی کرتے چلے جائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

محبت کا معیار:

بات یہ چل رہی تھی کہ تکبیرات تشریق کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت دلوں میں اتاری جارہی ہے، جن کے دلوں پر مخلوق کی ہیبت سوار ہے مخلوق کے خوف سے خالق کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی کو سوچیں اور اس کی نافرمانی سے باز آجائیں، اگر کوئی شخص نافرمانی چھوڑے بغیر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی اس کے دل میں آگئی، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے تو وہ دھوکے میں مبتلا ہے یہ نفس وشیطان کا خطرناک دھوکا ہے یاد رکھئے! ایک دل میں ایک ہی ذات کی محبت اور معصیت جمع نہیں ہوسکتے، یہ ناممکن اور محال ہے کہ انسان کو کسی سے محبت بھی ہو، اور وہ اس کا نافرمان بھی ہو، خالق اور مخلوق کا معاملہ تو دور کی بات ہے مخلوق میں بھی آپ اس کی مثال نہیں دکھا سکتے، دنیا میں تلاش کیجئے کہیں ڈھونڈے سے بھی اس کی مثال نہ ملے گی کہ کسی ایک انسان کو دوسرے انسان سے محبت ہو لیکن ساتھ ساتھ عداوت بھی ہو محبت کا دم بھی بھرتا رہے اور اس کی ایذاء رسانی کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔

لیکن آج کا مسلمان صرف زبانی دعووں اور کھوکھلے نعروں کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا چاہتا ہے صورت اور سیرت سے دشمنی ٹپک رہی ہے لیکن دعویٰ یہ کہ عشق میں مرے جارہے ہیں۔

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

محبت کا بالکل ابتدائی درجہ جس کے بغیر محبت کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا یہ ہے کہ محب اپنی رضا کو محبوب کی رضا میں فنا کر دے، صرف اپنی ہی رضا نہیں بلکہ دنیا بھر کی رضا محبوب کی رضا میں فنا کر دے، یہ محبت کی ابتداء ہے آگے اس کی کوئی انتہاء نہیں ؎

عبث ہے جستجو کر محبت کے کفارے کی
کہ اس میں ڈوب جانا ہی ہے اے دل پار ہو جانا

نہ گویم کہ بر آب قادر نیند
کہ بر ساحل نیل مستسقیند

میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں پانی پر قدرت نہیں پانی پر قدرت تو پوری حاصل ہے دریائے نیل کے کنارے پر بیٹھے ہیں مگر سیری نہیں ہو رہی گویا استسقاء کے مریض ہیں، شراب محبت کے جام پہ جام چڑھائے چلے جا رہے ہیں بلکہ مٹکوں پہ مٹکے پیے جا رہے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے، پیاس ہے کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے، محبت ان کا جزء زندگی بن چکا ہے، اس کے بغیر وہ دنیا میں جی نہیں سکتے، محبوب کا نام لینا چھوڑ دیں تو ان کی جان ہی نکل جائے، محبوب کی یاد ان کے لئے زندگی کا سامان اور محبوب سے غفلت موت کا سامان ہے ان کی کیفیت یہ ہے ؎

دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا
میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

پھیر لوں رخ پھیر لوں ہر ماسوا سے پھیر لوں

میں رہوں اور سامنے بس روئے جاناں نہ رہے

ماھیان را بایبوست جنگہاست
گرچہ درخشکی ہزاران رنگہاست

ان اللہ تبارک وتعالیٰ والوں کی مثالیں بھی بڑی عجیب ہوتی ہیں، آپ سمندر سے کوئی مچھلی پکڑ لیں اور اس کے سامنے تقریر کریں کہ ارے تم بے وقوف ہو، تمہاری مت ماری گئی کہ دن رات کھارے پانی میں پڑی سڑ رہی ہو، چلو ہمارے ساتھ ہم تمہیں دنیا بھر کی رنگینیاں دکھائیں، تمہیں سیر وتفریح کروائیں اور انواع واقسام کے کھانے کھلائیں ایر کنڈیشنڈ محلوں میں بٹھائیں اور تمہیں شہروں میں گھمائیں، بنی اسرائیل کی مچھلیاں (بے پردہ عورتیں) دکھائیں غرض تقریر کر کر کے اپنا مغز نچوڑ دیجئے مگر وہ اس پر تیار نہ ہوگی وہ تو یہی کہے گی کہ نا بھائی! ہم یہیں ٹھیک ہیں ہمیں پانی ہی میں رہنے دو، یہ دنیا بھر کی رنگینیاں تمہیں مبارک ہوں ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں، اگر کسی ظالم نے زبردستی پکڑ کر باہر نکال ہی دیا تو وہ بیچاری تڑپ تڑپ کر جان دے دے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے جن بندوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اور وہ اس کی لذت سے آشنا ہوگئے ان کے سامنے دنیا بھر کی رنگینیاں کوئی وقعت نہیں رکھتیں وہ تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے لو لگائے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں اگر ذرا سی دیر کے لئے توجہ ہٹ گئی تو بس ہماری جان نکل جائے گی۔

تکبیرات تشریق کی حکمت ومصلحت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کا سکہ نہیں بیٹھا اور مخلوق کی عظمت ان کے دلوں میں

سمائی ہوئی ہے ان کی زبان سے بار بار اللہ اکبر اللہ اکبر کہلوا کر اور کانوں سے سنوا کر ان کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کا سکہ بٹھایا جا رہا ہے۔ اور جن کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی آ چکی ان کو اس سے اور ترقی ہوگی اور یہ مقام جسے نصیب ہوگیا اس سے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام چھوڑے سے بھی نہ چھوٹے گا۔

اب تو چھوڑے سے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر تن مو سے ذکر ترا اے میرے خدا
مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا اے میرے خدا

وہ تو سوچتا ہے کہ جس پاک نام کی برکت سے یہ دولت ملی ہے اسے کیسے چھوڑ دے۔

مقام شکر:

رسول اللہ ﷺ رات بھر نفلوں میں کھڑے رہتے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو بخشے بخشائے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے انتہائی مقرب ہیں پھر اس قدر محنت ومجاہدہ کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿افلا اکون عبدا شکورا﴾ (بخاری)

''میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔''

جس اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یہ مقام عطاء فرمایا اس کا شکر اداء کر رہا ہوں۔

جس محسن کی بدولت اتنا اونچا مقام نصیب ہوا اسے چھوڑنا ناممکن ہے، اس دوست کا ساتھ تو قبر میں اور حشر میں بلکہ جنت میں بھی نہیں چھوٹ سکتا، چنانچہ اہل جنت سے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿واخر دعواھم ان الحمدللہ رب العلمین﴾ (۱۰۔۱۰)

اہل جنت اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے کرتے ہر تھوڑی دیر کے بعد کہیں گے الحمدللہ رب العالمین ان کی گفتگو کا اختتام الحمدللہ رب العالمین پر ہوگا یہ گویا ان کی غذاء ہے یہ سلسلہ جنت میں بھی رہے گا، ذکر محبوب کی چاٹ لگ جائے تو چھوڑے سے بھی نہیں چھوٹتی۔

یا اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطاء فرما، ذکر کی حلاوت ولذت عطاء فرما، ذکر کی مستی عطاء فرما، ایسی مستی عطاء فرما کہ دنیا بھر کی خواہشات اور رنگینیاں اس کے سامنے ماند پڑ جائیں۔

خلاصۂ بیان:

قربانی سے مسلمان کو کیا سبق ملتا ہے؟ خلاصہ ذہن نشین کر لیجئے اور بار بار سوچتے رہیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سب سے محبوب چیز کی قربانی پیش کی ہمیں بھی حکم دیا گیا کہ ان کی نقل اتاریں اس لئے سال بہ سال اس نقل کی تجدید کرتے ہیں یہ گویا اس کا عملی مظاہرہ ہے کہ اللہ

تبارک و تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت میں مسلمان بڑی سے بڑی چیز قربان کرنے کو تیار ہے لیکن قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان اس حقیقت کو بھی سوچے کہ جو نقل اتار رہا ہے اور جس چیز کا عملی مظاہرہ کر رہا ہے، آیا واقعۃً حال بھی یہی ہے؟ کیا دنیا کی ہر چیز پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کو غالب کر چکا ہے؟ اور قربانی کا مقصد پورا کر چکا ہے؟ جب اس چیز کو بار بار سوچیں گے اور نفس کا محاسبہ کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت دل میں آئے گی اور گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا آج مسلمان کی حالت یہ ہے کہ قربانی کرتے کرتے سالہا سال گذر گئے لیکن دل سے گناہوں کی محبت نہیں نکلی، ڈاڑھی منڈانے سے محبت، حرام خوری سے محبت، تصویر سازی سے محبت، غیبت کرنے اور سننے سے محبت، عورتیں ہیں تو انھیں بے پردگی سے محبت اور محبت بھی جنون کی حد تک، بازاروں میں تفریح گاہوں میں اور سڑکوں پر گھومتی پھرتی دعوت نظارہ پیش کر رہی ہیں، گویا آرزو لئے پھر رہی ہیں کہ ہر مرد انھیں دیکھے بلکہ قریب آکر سونگھے بالخصوص دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی اور چاروں تخم (چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد) تو ہر وقت نظارہ کرتے رہیں اگر گھر میں بیٹھے دو چار گھنٹے گذر گئے اور کسی نے دیکھا نہیں تو بے تاب ہو جاتی ہیں اور پھر سے بن ٹھن کر نکل پڑتی ہیں کیا ٹھکانہ ہے اس بے حیائی کا؟ یہ ہے قربانی کرنے والے مسلمان کی زندگی کا نقشہ۔ نفسانی خواہشات سے ایسی محبت اور ایسا عشق کہ گویا وہی اللہ ہیں۔

﴿افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ الایۃ﴾ (۴۵۔۲۳)

''سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا اللہ اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔''

نفس کا محاسبہ کریں اور خاص طور سے ان قربانی کے ایام میں سوچیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں نفسانی خواہشات کو قربان کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کر رہے تو دیانتداری سے بتایئے کہ آپ نے نقل کہاں اتاری؟ اور سوچئے کہ محبت کس کی غالب ہے؟ کہنے کی حد تک تو ہر کوئی کہہ دے گا کہ اللہ کی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، لیکن اگر آپ بیوی بچوں کی محبت میں یا والدین اور احباب واقارب کی مروت میں مغلوب ہو کر گناہ کر لیتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ ان اغیار کی محبت اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پر غالب ہے، قربانی کے ذریعے اس عاشق صادق کی نقل اتار رہے ہیں، جس نے اپنی سب سے محبوب چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قربان کی آپ کی اس نقل کا کوئی اثر کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ اس چیز کو سوچیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء بھی کریں کہ یا اللہ! اس نقل کو اصل بنا دے ایسی مؤثر بنا دے کہ اس کی برکت سے تیری محبت دنیا کی ہر محبت پر غالب آ جائے اور تمام گناہ چھڑوا دے۔

بیان کا دوسرا حصہ تکبیرات تشریق سے متعلق تھا کہ یہ گناہ چھڑوانے کا ایک اہم نسخہ ہے تکبیرات تشریق نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں کی شام تک ہر نماز کے بعد کہی جاتی ہیں مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت آ جائے اسی مقصد کے تحت اذان میں، اقامت میں، پانچوں نمازوں میں غرض قدم قدم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا اعلان ہوتا ہے، یہ اعلان زبان سے بار بار کروایا جاتا ہے کانوں میں سنوایا جاتا ہے کبھی آپ نے سوچا کہ یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کا اعلان روزانہ کتنی بار ہوتا ہے؟ روزانہ صرف اذان میں تیس بار اقامت میں بھی تیس بار، اور فرض نمازوں میں تقریباً نوے بار یہ اعلان ہوتا ہے۔ وتر اور سنن ونوافل الگ ہیں ان کا حساب خود لگا لیجئے، یہ ایک

قیمتی نسخہ ہے گناہ چھڑوانے کا، دن رات میں مسلمان سے اتنی بار اعلان کروایا جارہا ہے کہ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے اتنی کثرت سے کہلوانے کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی دل میں اتر جائے اور مسلمان اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی کو مان کر اس کی نافرمانی سے باز آجائے۔ لیکن اتنی کثرت سے کہنے اور سننے کے باوجود بات دل میں اثر کیوں نہیں کرتی؟ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اتنی کثرت سے کہنے سننے کے بعد مسلمان کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت ایسی بیٹھ جائے کہ وہ گناہ کا تصور بھی نہ کر سکے اور گناہ کا خیال آتے ہی لرز جائے، مگر اس کے باوجود مسلمان پر اس کا اثر نہیں ہوتا کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ اس نے اس نسخۂ اکسیر کو گناہ چھڑوانے کا نسخہ سمجھا ہی نہیں، اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے دل میں خیال تک نہیں گذرتا کہ اس سے مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی دل میں بٹھانا ہے، مسلمان کے سامنے یہ مقصد ہی نہیں، چلئے اگر اس نیت سے نہ کہے صرف خالی الذہن ہو کر کہے تو بھی یہ جملہ اثر کئے بغیر نہ رہے گا لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ مسلمان نے دل میں فیصلہ کر رکھا ہے کہ زبان سے اللہ اکبر کا اعلان کرتا رہے گا لیکن گناہ ایک بھی نہیں چھوڑے گا، اور مرتے دم تک نہیں چھوڑے گا۔ جب طے ہی کر رکھا ہے تو نسخہ کیا اثر کرے گا؟ یہ تو میں بارہا بتا چکا ہوں کہ اصلاح قلب کے جتنے نسخے ہیں ان کے استعمال کرنے کے تین طریقے ہیں ایک تو یہ کہ استعمال کرتے وقت نسخے کا اصل مقصد بھی ذہن میں حاضر رہے، مثلاً تکبیرات تشریق کہتے ہوئے دل میں اس نیت کا استحضار ہو کہ یا اللہ! اپنی بڑائی میرے دل میں بٹھا دے، ایسی صورت میں تو اصلاح کا نسخہ بہت مؤثر اور جلد نافع ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ کہ خالی الذہن ہو کر استعمال کرے، مثلاً تکبیرات تشریق کہتا

چلا جارہا ہے مگر یونہی غفلت اور بے خیالی میں، اس صورت میں بھی فائدہ ہوگا لیکن دیر سے، تیسری صورت یہ کہ نسخہ استعمال کررہا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی طے کر رکھا ہے کہ اس کی مخالفت ہی کرتا رہے گا اور گناہ ایک نہیں چھوڑے گا، تو یہ یوں سمجھئے کہ نسخہ استعمال ہی نہیں کررہا، دھوکہ دے رہا ہے اس لئے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا، تکبیرات تشریق کو اگر نسخہ سمجھ کر بتائی گئی ہدایات کے مطابق استعمال کیا جائے تو ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہر قسم کے گناہ چھوڑانے کے لئے نسخۂ اکسیر کیمیاء تاثیر ثابت ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے مؤثر بنائیں۔

اہم مسائل

آخر میں تین اہم مسئلے سن لیجئے ایک تو یہ کہ تکبیرات تشریق خواتین پر بھی واجب ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ مردوں کی طرح خواتین پر بھی یہ تکبیریں واجب ہیں بالفرض واجب نہ بھی ہوں تو بھی ذکر اللہ میں فائدہ ہی ہے، اللہ کا نام جتنا بھی لیا جائے بہتر ہے، دنیا میں بھی تو بہت سے کام ایسے ہیں جو ضروری نہیں ہوتے مگر یہ سوچ کر آپ کرلیتے ہیں کہ ان کا کرنا بہرحال بہتر ہے اور فائدہ سے خالی نہیں، اسی طرح تکبیرات تشریق بھی اگرچہ ایک قول کے مطابق خواتین پر واجب نہیں تاہم کہہ لینے میں فائدہ ہی ہے کوئی نقصان تو ہے نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ مرد تو یہ تکبیریں بلند آواز سے کہیں گے لیکن خواتین آہستہ کہیں۔ یہاں بھی وہی پردے کا مسئلہ آگیا تکبیرات

تشریق کہہ کر خواتین اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت بیان کر رہی ہیں مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ میرا نام بھی آہستہ لیں، جب اتنی بڑی نیکی کے موقع پر بھی عورت کا آواز بلند کرنا جائز نہیں، تو عام گفتگو میں عورت کا آواز بلند کرنا اور غیر محرم مردوں کو سنانا کیوں کر جائز ہوگا؟ خود سوچیے، بعض خواتین کی طرف سے یہ بات سننے میں آتی ہے کہ ہم تکبیرات تشریق کہنا چاہتی ہیں مگر کہنا وقت پر یاد نہیں رہتا، بھول جاتی ہیں، یہ کوئی عذر نہیں بلکہ غفلت اور کوتاہی ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ انہیں مختلف کپڑوں کے رنگ تو بیس بیس سال تک بھی نہیں بھولتیں کسی عورت کی شادی کو پچاس سال گذر جائیں بڈھی ہوجائے اور قبر کے کنارے پہنچ جائے جب بھی اسے یاد ہوگا کہ اس کی شادی پر کتنے جوڑے تیار ہوئے تھے؟ اور کس قسم کے تھے؟ ہر ایک کی تفصیل الگ الگ یاد ہوگی، بلکہ دوسری خواتین کے جوڑوں کی تفصیل بھی انہیں یاد رہتی ہے کہ فلاں فلاں تقریب میں فلاں فلاں خواتین آئی تھیں، انہوں نے اس قسم کے جوڑے پہنے ہوئے تھے، ہر کپڑے کا رنگ ایسا، اس کی زمین ایسی، پھول ایسے اور پتیاں ایسی ایسی تھیں اور یہ کہ کپڑے کی بنائی کٹائی ایسی ایسی تھی، اس قسم کی واہیات باتیں تو عمر بھر نہیں بھولتیں اور ہر وقت از بر رہتی ہیں لیکن اگر کوئی چیز بھول جاتی ہیں تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام ہے، سال بعد صرف پانچ دن آتے ہیں ان میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لینے کی توفیق نہیں ہوتی اصل بات یہ ہے کہ دل میں اہمیت نہیں اس لئے بار بار بھول جاتی ہیں، اگر دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی اہمیت آجائے تو کوئی لمحہ بھی غفلت میں نہ گذرے۔

تیسرا اہم مسئلہ تکبیر کہنے کا طریقہ ہے یہ بھی سمجھ لیجئے عام لوگ تو پہلی راء کو جزم دیکر یوں پڑھتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یہ طریقہ صحیح ہے لیکن قراء حضرات

اس راء کو پیش دے کر یوں پڑھتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یہ طریقہ غلط ہے درحقیقت قاری صاحبان کو غلط فہمی ہوگئی یہ قراءت کا مسئلہ ہے ہی نہیں، لیکن یہ حضرات اسے کھینچ تان کر زبردستی اپنا مسئلہ بنالیتے ہیں، تکبیر کہنے کا ایک آسان سا طریقہ یہ ہے جیسے عام لوگ پڑھتے ہیں، دوسرا طریقہ جو زیادہ بہتر ہے یہ کہ پہلی راء کو زبر دے کر آگے لفظ اللہ سے ملادیں یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔

دوسری غلطی یہ کہ تکبیرات تشریق کی آخری تکبیر میں بھی بعض قاری صاحبان راء پر پیش پڑھتے ہیں جبکہ صحیح یہ ہے کہ اس راء پر بھی جزم پڑھا جائے خواہ کوئی وقف کرے یا ایک سانس میں ملا کر پڑھے دوسری راء کا بھی یہی حکم ہے کہ اس پر بھی بہرصورت جزم پڑھیں گے، خلاصہ یہ کہ تکبیرات تشریق میں اللہ اکبر چار بار کہا جاتا ہے، پہلی راء کو زبر دیکر آگے لفظ اللہ سے ملائیں، دوسری راء کو ہرحال میں جزم دیں، تیسری کو زبر دے کر آگے لفظ اللہ سے ملائیں چوتھی کو ہرحال میں جزم دیں، اب پوری تکبیر سن لیجئے:

﴿اَللّٰہُ اَکْبَرَ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ﴾

وصل اللھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک

محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین،

والحمدللہ رب العلمین

گلستان دل

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ:۔ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام:۔ گلستان دل

بمقام:۔ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت:۔ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد:۔ صفر ۱۴۲۱ھ

مطبع:۔ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر:۔ کتاب گھر ناظم آباد۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

''گلستان دل'' کا پس منظر

حضرت اقدس دامت برکاتہم نے وعظ مذکور کے اٹھارہ سال بعد اسّی برس کی عمر میں اس وعظ کا پس منظر خود تحریر فرمایا جو ہدیۂ ناظرین ہے:

زحمت ذریعۂ رحمت بن گئی:

اللہ تبارک وتعالیٰ بسا اوقات اپنے کسی بندہ کو کسی بہت بڑے انعام سے نوازنا چاہتے ہیں تو اسے کسی تکلیف وزحمت میں مبتلا فرما دیتے ہیں، جو درحقیقت کسی بہت بڑی رحمت کا پیش خیمہ ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ بنانا منظور ہوا تو بطور پیش خیمہ بھائیوں کے ذریعہ کنویں میں پھنکوادیا، اس شانِ ربوبیت کو حضرت یوسف علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿ان ربی لطیف لما یشاء انه هو العلیم الحکیم۝﴾ (۱۲. ۱۰۰)

ترجمہ: ''بے شک میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے، بے شک وہی ہے خبردار حکمت والا۔''

میں نے دارالعلوم دیوبند میں جہاد کی تربیت پائی تھی اور بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں مہارت حاصل کرلی تھی، دارالعلوم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک میں نے یہ مشق جاری رکھی اور طلبہ کو بھی جہاد کی تربیت دیتا رہا، مگر یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو جہاد کی خدمت لینا منظور تھا، اس طرف لگانے کی یہ تدبیر پیدا فرمادی کہ باسٹھ سال کی عمر ہونے پر ضعف اعصاب کے عوارض میں مبتلا کردیا، اور بغرض علاج روزانہ تفریح کے لئے نکلنے کا معمول جاری کروادیا، پھر چند ہی روز بعد یہ خیال دل میں ڈالا کہ خدمات دینیہ کے اوقات سے جو وقت کاٹ کر تفریح میں لگاتا ہوں وہ تربیت جہاد میں کیوں نہ لگاؤں، قلب وقالب دونوں کی تفریح وتقویت کے لئے جہاد جیسی کوئی چیز نہیں، دین کا بہت اہم فریضہ بھی اور جسم وجان دونوں کی تفریح وتقویت کا سامان بھی، چنانچہ میں نے پھر سے جہاد کی مشق اور طلبہ کو جہاد کی تربیت دینے کا سلسلہ شروع کردیا۔ جس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عوارض جسمانیہ سے ایسی شفاء کلی عطاء فرمادی کہ گویا یہ عوارض کبھی ہوئے ہی نہیں تھے، اور بہت بڑا کرم یہ کہ پوری دنیا میں جہاد کا کام لے رہے ہیں، اپنی رحمت سے اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

ان ربی لطیف لما شاء۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سب مسلمانوں کو بالخصوص علماء کرام ومشائخ عظام کو جہاد کا فرض اداء کرنے میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ترک جہاد پر دنیوی واخروی عذاب سے بچنے کی فکر عطاء فرمائیں، غفلت کی صورت میں عوام کی بے التفاتی کا وبال اور عذاب بھی ایسے مشائخ پر ہوگا:

﴿ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمة عما کانوا یفترون﴾ (۲۹۔ ۱۳)

ترجمہ: ''اور وہ یقیناً اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور بروز قیامت اپنی منگھڑت باتوں کے بارے میں ضرور سوال کئے جائیں گے۔''

ان کا علم کمال نہیں بلکہ ان پر وبال ہے ۔

من این علم و فراست با پر کاہی نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مرد غازی را
بفیر نرخ این کالا بگیری سود مند افتد
بضرب مؤمن دیوانہ وہ ادراک رازی را

''میں ایسے علم و فراست کو جو مرد غازی کو تیغ و سپر سے بیگانہ کر دے خشک گھاس کی ایک پتی کے عوض بھی خریدنے کو تیار نہیں۔ اگر تو دنیا بھر کے خزانے لٹا کر بھی اس دولت کو حاصل کر لے تو بھی یہ سودا سستا ہے، مؤمن دیوانہ کی ضرب سے ان مولویوں کو بھی ایک سبق پڑھا دو جو بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔''

جو علماء و مشائخ فریضہ جہاد چھوڑ کر اپنے مدارس اور خانقاہوں میں دبکے بیٹھے ہیں ذرا یہ سوچیں کہ اگر کفر کی یلغار کو نہ روکا گیا تو کیا ان کے مدارس اور خانقاہیں قائم رہ سکیں گی؟ بے شک یہ ادارے خدمات دینیہ کے ذرائع ہیں لیکن اسی وقت جب کہ حکومت الٰہیہ قائم ہو اور اس کی سرحدیں دشمنان اسلام کی دست درازیوں سے محفوظ رہیں، اللہ کرے ان علماء و مشائخ کو اتنی عقل آجائے کہ کب قلم چلانے کا وقت ہے اور کب تلوار، اگر انہیں یہ حقیقت سمجھ نہیں آ رہی اور ان کے دلوں سے غفلت کے پردے نہیں اترتے تو خوب یاد رکھیں اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں تباہ کر کے مجاہد علماء اور مشائخ پیدا فرمائیں گے۔

﴿وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم٥﴾ (۴۷.۳۸)

ترجمہ: ''اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے سوا دوسری قوم بدل لیں گے پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔''

واللہ ھوالموفق وھو المستعان ولا حول ولا قوۃ الابہ.

رشید احمد

۱۷، رمضان ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

گلستان دل

(۸، ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

﴿الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۝﴾ (۱۳۔ ۲۸)

مسلمان کا دل کسی چمن سے کم نہیں:

چند ماہ سے تفریح کے لئے باہر نکلنے کا معمول بنایا ہے۔ صبح روزانہ اور عصر

کے بعد صرف جمعرات کو۔ اسی وقت سے مجھے ایک اشکال تھا، وہ یہ کہ میں ہمیشہ ایک شعر پڑھا کرتا تھا کبھی کبھی مجلس میں بھی سنایا کرتا تھا، اور اس کے مطابق اپنے کچھ قصے بھی سناتا، مگر اب جو باہر جانے کا معمول بنایا ہے، یہ اس شعر اور سابقہ قصوں کے سراسر خلاف ہے۔ شعر یہ ہے۔

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو وسمن درا
توز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درا

یعنی اگر تیرے دل میں یہ ہوس پیدا ہو کہ باغ کی سیر کو جاؤں تو یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ سرو اور سمن خوبصورت درخت ہیں جو باغوں میں لگائے جاتے ہیں۔ اگر سرو وسمن کی سیر وتفریح کی ہوس پیدا ہو تو یہ ظلم کی بات ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ۔

توز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود تجھے غنچے سے کم نہیں پیدا فرمایا، تو خود غنچہ ہے بس دل کی طرف متوجہ ہوجا، دل کا دروازہ کھول، آگے چمن ہی چمن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتوں کی بارش، انوار وبرکات، جنت کی نعمتیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال وجمال اور ان کی قدرت کے کرشمے، ان چیزوں کو سوچئے، ان کا مراقبہ کیجئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑا چمن تو اپنی دل میں ہی رکھ دیا ہے اس کو چھوڑ کر باہر سرو وسمن کی سیر کو نکل جائیں، ظلم نہیں تو کیا ہے؟۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت، اس کا استحضار اور اس کی طرف توجہ ہو تو

یہ چیز اسے اتنی فرصت ہی کہاں دے گی کہ اپنے چمن سے نکل کر دنیا کے کسی چمن کا رخ کرے۔

دل کی اصلاح کے لئے ایک عجیب دعاء:

ایک عجیب دعاء ہے ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ میں جب کوئی دعاء بتاتا ہوں تو دل میں اسی وقت دعاء کی نیت کرلیا کرتا ہوں، آپ بھی نیت کرلیا کریں۔ یا اللہ! اس دعاء کو ہماری کیفیت بنادے، حال بنادے، دعاء یہ ہے:

﴿اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل ھمتی وھوای فیما تحب وترضی﴾

کیا عجیب دعاء ہے، یاد کرلیجئے الفاظ کو یاد کرنا مشکل ہو تو ترجمہ ہی یاد کرلیں، روزانہ مانگا کریں، ترجمہ سنئے:

ترجمہ: ''یا اللہ! میرے دل کے وساوس وخطرات کو خیالات وواردات کو اپنا خوف اور اپنا ذکر بنادے۔ خیالات آئیں تو صرف تیرے خوف وخشیت کے اور تیری یاد کے اور یا اللہ! میری ہمت، میرا مقصود اصلی جس کی طلب وفکر میں سرگرداں رہوں وہ اعمال اور وہ احوال بنادے جن پر تو راضی ہو۔ بس یہی ایک فکر مجھ پر سوار کردے، اسی کو میرے دل کی کیفیت بنادے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، آخری گھڑی آپہنچی لیکن اس وقت ان کے خیالات کیا ہیں؟ فکر کس چیز کی لاحق ہے؟ سنئے:

﴿ام کنتم شھدآء اذحضر یعقوب الموت اذقال لبنیہ ماتعبدون من بعدی﴾ (۲۔ ۱۳۳)

ترجمہ: آج کوئی زندگی سے مایوس ہو جائے اور موت کے آثار شروع ہوں تو اس کی وصیت کیا ہوتی ہے؟

’’فلاں کو اتنا مال دیدینا، فلاں سے اتنا وصول کر لینا، بیوی کا خیال رکھنا، بچوں سے ایسا سلوک کرنا۔‘‘

بس یہی فکر کہ بیوی بچوں اور مال و دولت کا کیا ہوگا؟ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو جمع کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ماتعبدون من بعدی﴾ (۲۔۱۳۳)

’’میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟‘‘

غور کیجئے! ذرا سوچئے! چل چلاؤ کا وقت ہے انتہائی نازک گھڑی ہے، مگر اس وقت بھی ایک ہی خیال، ایک ہی فکر سوار ہے، اور وہ بھی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اولاد ہی کے لئے کہ میرے بعد ان کے دین کا کیا ہوگا؟ جب کوئی چیز ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے، دل میں اتر جاتی ہے تو ہر وقت اسی کا دھیان رہتا ہے، اور وہی دھن رہتی ہے، زندگی میں بھی، مرتے دم بھی، ہر موقع پر ذہن اسی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی یہی کیفیت بنا دیں۔

انسان کا دل کب بنتا ہے؟

ظہر کے بعد سے جواب تک بارش ہو رہی ہے اسے دیکھ کر ایک ہی خیال میرے دل پر چھایا ہوا ہے:

﴿اللهم اجعل القرآن العظيم ربیع قلبی﴾

ترجمہ: ''یا اللہ! قرآن مجید کی ہدایت کو ہمارے دلوں کے لئے ربیع کی بارش بنادے۔''

جیسے ربیع کی بارش سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے، ایسے ہی قرآن مجید کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندگی عطاء فرما، اپنی محبت ومعرفت سے لبریز فرما، ان کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے؟ بارش برسا کر زمین میں پانی کے خزانے محفوظ فرمادیئے:

﴿وانزلنا من السمآء مآء بقدر فاسکنه فی الارض﴾ (۱۸.۲۳)

ترجمہ: جہاں ضرورت پڑی کنواں کھودا، نل لگایا، ٹیوب ویل نصب کیا، حسب ضرورت اس خزانے سے پانی باہر کھینچ لائے، یہ سب بارش ہی کا پانی ہے، تجربہ بتاتا ہے کہ جس سال بارش نہیں ہوتی زمین کے اندر کا پانی خشک ہوجاتا ہے۔

اگر حفاظت کا یہ قدرتی نظام نہ ہوتا اور انسان کو ازخود حفاظتی انتظام کرنا پڑتا دیگوں میں، مٹکوں میں اور مختلف برتنوں میں بھر کر رکھتے تو کتنی سخت تکلیف ہوتی؟ اول تو یہ کہ اتنے سارے برتن اور اس قدر حفاظتی سامان کہاں سے لاتے؟ پھر مقدور بھر خزانہ جمع بھی کرلیتے تو وہ رکھے رکھے چند دن میں خراب ہوجاتا، حفاظت کے لئے دوائیں ڈالنے کی ضرورت پڑتی جن سے ذائقہ بھی بدل جاتا اور صحت کے لئے بھی مضر:

﴿وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السمآء مآء فاسقینکموه ومآ انتم له بخزنین۝﴾ (۱۵.۲۲)

انسان کو پانی کا خزانہ جمع کرنے کی مصیبت میں ڈالنے کی
بجائے زمین ہی کے اندر ڈیپ فریزر لگا دیا، نہ ضیاع کا خطرہ، نہ
بگڑنے کا اندیشہ، جب چاہیں، جتنا چاہیں اسی سرکاری خزانے
سے پانی حاصل کرلیں، ٹھنڈا، میٹھا، مزیدار اور صاف وشفاف۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

چون زمین راپا نباشد جود تو
ابر را راند بسوئے او دو تو

میرے مالک! تیری وہ رحمت، تیرا وہ کرم کہ زمین کے پاؤں نہیں جو چل کر سمندر تک جا کر یا دریا پر پہنچ کر پانی پیے، انسانوں اور جانوروں کے تو پاؤں ہیں، پرندوں کے پر ہیں، سب چل کر یا اڑ کر پانی حاصل کر لیتے ہیں، مگر زمین بیچاری عاجز کیسے جائے؟ لیکن قربان جایئے اس کے عجز پر تیری رحمت نے وہ دستگیری فرمائی کہ بادلوں کو حکم دیدیا کہ جاؤ بے دست وپا زمین پر اتنے برسو اتنے برسو کہ اس کے اندر اس کی رگوں میں پانی رچ جائے اور اتنا رچ جائے، اتنا رچ جائے کہ صرف خود ہی سیراب نہ ہو بلکہ دوسری ساری مخلوق بھی اس سے سیراب ہو، عاجزی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور ان کی دستگیری اس طرح متوجہ ہوتی ہے۔ جب انسان کا دل دل بن جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اس میں سما جاتی ہے تو پھر اسے اپنی سوچ سے ہی کبھی فراغت نہیں ہوتی، اپنے ہی دل کی رنگینیاں ختم نہیں ہوتیں، ہر وقت انہی کی سیر وتفریح میں محو رہتا ہے، دنیا کے چمن اور سرو وسمن سے بے نیاز ہو جاتا ہے ؎

بناشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

چمن کی دیوار کو نقاش کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، اس لئے کہ مصنوعی نقش ونگار وہیں بنائے جاتے ہیں جہاں قدرتی نقش نہ ہوں، کاغذی پھول وہیں سجائے جاتے ہیں جہاں اصلی پھول ناپید ہوں، جس کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا باغ لگ گیا اسے باہر سیر وتفریح کی کیا حاجت؟ وہ اپنے باغ دل کی سیر وتفریح کیوں نہیں کرتا؟ الحمد للہ! مجھ پر بچپن ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ کرم رہا کہ سیر وسیاحت کی کبھی دل میں خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی، اپنے دل میں تو کچھ تھا یا نہیں بہر حال بیرونی سیر وتفریح کو دل کبھی نہ چاہا۔

انسان جب خود سدھرنا چاہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی دستگیری ہوتی ہے:

جب میں دار العلوم دیوبند میں پڑھتا تھا، اس زمانہ میں ایک بار حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کسی جلسے میں لاہور تشریف لے گئے، دار العلوم سے بہت سے طلبہ ساتھ تیار ہوگئے، دیکھا دیکھی میں نے بھی تیاری کر لی، اسٹیشن پر پہنچ کر ٹکٹ بھی خرید لیا، پلیٹ فارم پر بیٹھ کر سوچنا شروع کیا کہ کیوں جا رہے ہو؟ لاہور جانے میں فائدہ کیا ہے؟ سوچنے پر دو چیزیں سمجھ میں آئیں:

1. سیر وتفریح اور لاہور دیکھنے کا شوق، لاہور اس وقت تک دیکھا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ذہن میں آیا کہ لاہور یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ لو، وہاں جانے کی کیا ضرورت؟ بازار ہوں گے، دورویہ دوکانیں ہوں گی، ان میں بتیاں جل رہی ہوں گی، سامان رکھا ہوگا، لوگوں کا ہجوم ہوگا، خریداری کا ہنگامہ ہوگا، بس یہی کچھ ہوگا اور کیا؟ دنیا کے سب شہر ایک ہی جیسے ہوتے ہیں، کوئی خاص فرق

نہیں ہوگا، آخر لاہور جا کر کرنا کیا ہے؟ چلئے سیر تو یہیں بیٹھے بیٹھے ہوگئی۔

❷ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان سننا۔

اس پر سوچا تو دل میں یہ جواب آیا کہ یہاں ہر وقت حضرت اقدس کے ساتھ رہتے ہو، کتنے زیادہ بیان سنتے ہو، ان پر کتنا عمل کیا؟ اگر یہیں بیٹھے ان کے فرمودات وارشادات کو سوچو، سمجھو، دل میں اتارو اور عمل شروع کردو تو وہاں جانے کی کیا حاجت؟ بس وہیں سے واپس ہوگیا۔

دیوبند سے دہلی کیا دور ہے؟ بہت سے طلبہ دیوبند سے دہلی جایا کرتے تھے لیکن مجھے وہاں رہتے ہوئے کبھی خیال تک نہ آیا کہ ہم بھی دہلی دیکھ لیں، اگر دیوبند سے کہیں گئے بھی تو صرف تھانہ بھون اور وہ بھی پیدل چل کر، سیدھے تھانہ بھون گئے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں شرکت کی اور واپس سیدھے دیوبند پہنچ گئے، راستے میں کسی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی۔

ایک بار دیوبند جا رہا تھا، دیوبند کا اسٹیشن آنے سے کچھ پہلے نیند آگئی، جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ دہلی کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں، خیال آیا کہ غیر اختیاری طور پر جب پہنچ ہی گئے، قدرت لے ہی آئی تو چلو دہلی دیکھ ہی لیں، وہاں طبیہ کالج کے ایک صالح طالب علم سے تعارف تھا، سوچا پہلے انہی کے ہاں چلا جائے، وہاں جا کر سوچیں گے کہ کیا کریں؟ عبرت کی بات ہے، جب انسان خود سدھرنا چاہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت دستگیری فرماتی ہے، غیب سے مدد پہنچتی ہے، چونکہ مجھے سیر وتفریح کا کوئی شوق نہ تھا، غیر اختیاری طور پر ریل گاڑی نیند کی حالت میں آگے لے گئی۔ قدرت کی دستگیری دیکھئے، جیسے ہی پلیٹ

فارم سے باہر نکلا اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری رہنمائی کے لئے صالح صورت کے ایک نوجوان کو بھیج دیا جن سے کوئی تعارف نہ تھا۔ پوچھنے لگے:

''کہاں سے آئے؟ کیسے آئے؟

میں نے سارا قصہ بتادیا، کہنے لگے:

''طیبہ کالج جاکر کیا کریں گے میرے ساتھ چلیں۔''

میں بلاچون وچرا ان کے ساتھ ہولیا۔

سارا دن مجھے ساتھ لئے اپنے ذاتی کاموں میں پھرتے رہے کبھی کہیں، کبھی کہیں، جب شام ہوئی تو مجھے مدرسہ میں لے گئے۔

رات وہاں گزاری، علی الصبح وہاں سے چلے، اسٹیشن پہنچے اور وہاں سے دیوبند آگئے، ہماری زندگی تو یوں گزری ہے کہ دلی پہنچنے کے بعد بھی دلی نہ دیکھی، اس وقت میری عمر اکیس سال تھی، اس عمر میں سیر دہلی کا یہ حشر کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لغویات سے بچا کر کام کی جگہ پہنچادیا۔ بس اس شعر کے مطابق زندگی گزری۔

ستم ست۔گر ہوست کشد کہ بسیر سرو دمن درا
توز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درا

ضرورت کی بہت سی چیزیں خود انسان کے بدن میں ہیں:

مگر شب وروز مسلسل انتھک دماغی محنت میں انہماک اور جسمانی ورزش بالکل چھوڑ دینے کی وجہ سے عمر کے تریسٹھویں مرحلہ پر پہنچ کر زندگی میں بہت سے تغیرات آگئے، عمر کا تریسٹھواں سال چل رہا ہے، یہ اس طریقہ سے بیٹھنا

(دایاں پاؤں بائیں ران پر رکھ کر) بھی انہی تغیرات میں سے ہے، ورنہ مجھے ایسی نشست سے بہت نفرت تھی، کسی کو اس نشست میں دیکھ کر بہت انقباض ہوتا تھا، یوں بیٹھنا تو درکنار کبھی چارزانو بھی نہیں بیٹھا تھا، چھوٹوں کی مجلس میں شاید کبھی چارزانو بیٹھنے کی نشست اختیار کی ہو، برابر کے علماء کی مجلس میں چارزانو کبھی نہیں بیٹھا، مگر معمولات زندگی میں توازن نہ رکھنے کی وجہ سے تریسٹھویں سال کے تغیرات نے یہ بھی کر دکھایا، بیٹھے بیٹھے ٹانگوں میں درد شروع ہو جاتا ہے، دایاں پاؤں سو جاتا ہے، رمضان المبارک سے پہلے تکیہ لگا کر بیٹھنا شروع کیا یا تکیہ کی بجائے منبر سے ٹیک لگا لیتا، پھر خیال آیا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ جب سلطنت چھوڑ کر نکلے تو صرف تین چیزیں ضرورت کی ساتھ لیں:

ایک پیالہ، کھانا بھی اسی میں، پینا بھی اسی میں آج کے انسان کو ایک وقت کھانے کے لئے تین چار پلیٹیں درکار ہیں، پھر پانی کی لئے گلاس الگ اور چائے کے لئے پیالی الگ۔ دوسری چیز سونے کے لئے تکیہ، تیسری چیز ڈول رسی وضوء وغیرہ کے لئے۔

یہ چیزیں ساتھ لیں اور چل دیئے، راستے میں ایک جگہ دیکھا کہ ایک شخص لیٹا ہوا ہے اور تکیہ کی بجائے بازو سر کے نیچے لے رکھا ہے، سوچا کہ تکیہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بدن ہی میں لگا دیا ہے، اس بیرونی تکیہ کی کیا ضرورت؟ اسے وہیں پھینک دیا کہ زائد از ضرورت ہے۔

آگے چلے تو دیکھا کہ ایک شخص چلو سے پانی پی رہا ہے، سوچا کہ پیالہ بھی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدن ہی میں لگا دیا ہے، اسے بھی وہیں چھوڑ دیا۔

آگے چلے تو دیکھا کہ ایک ہرن کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا اندر دیکھ رہا ہے، سمجھے کہ یہ پیاسا ہے، مگر پانی تک رسائی سے عاجز، رب العٰلمین کی شان ربوبیت کے مشاہدہ کا انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد ہرن نے آسمان کی طرف دیکھا تو کنوئیں کا پانی اوپر آ گیا، ہرن پانی پی کر چلا گیا پانی وہیں اوپر ہی رکا رہا، ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کنوئیں کے پاس گئے تو پانی نیچے چلا گیا، آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ! ابراہیم نے تو تیری خاطر سلطنت کو چھوڑ دیا اس کے باوجود اس کی قدر ہرن کے برابر بھی نہیں کہ اس کے لئے تو کنوئیں کے تلے سے پانی اوپر آ گیا اور ابراہیم پہنچا تو اوپر آیا ہوا پانی نیچے چلا گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ ہرن کے پاس ڈول رسی نہیں ابراہیم کے پاس ڈول رسی ہے، آپ نے یہ جواب سن کر ڈول رسی کو بھی پھینک دیا کہ یہ بھی بیکار ہے۔

یہ قصہ اس پر یاد آیا کہ زندگی بھر ٹیک نہیں لگائی مگر عمر کے تریسٹھویں مرحلہ پر پہنچ کر ٹیک لگانے پر مجبور ہو گئے، نشست میں تکیے سے بھی سخت نفرت تھی اور اس عمر تک نہیں لگایا تھا۔ دارالافتاء میں دو چھوٹے تکیے رکھے ہیں، وہ بھی ابھی تھوڑا عرصہ ہوا اس مقصد سے رکھوائے کہ کبھی کوئی بڑے عالم یا بزرگ تشریف لائیں تو اس وقت کام آئیں، اس سال ان کو خود استعمال کرنا شروع کیا، کچھ روز لگایا تو ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ سامنے آ گیا کہ ممکن ہے اپنے جسم کے تکیے ہی سے کام چل جائے، ذرا تجربہ کر کے دیکھیں، چنانچہ پاؤں اٹھا کر ران پر رکھ لیا، الحمد للہ! اس سے کام چل گیا، تکیہ لگانے کی ضرورت نہ رہی۔ (پھر

جہاد کی برکت سے ران پر پاؤں رکھنے کی بھی ضرورت نہ رہی جس کی تفصیل شروع میں ''پس منظر'' کے تحت ہے)

غرضیکہ اپنی زندگی الحمدللہ! یوں گزر گئی کہ سیر وتفریح کے نام سے بھی وحشت رہی، دہلی پہنچنے کے بعد بھی اسے نہ دیکھا، لاہور کا ٹکٹ خرید کر واپس کر دیا۔

خلاف طبع واقعہ سے بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے:

حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری کے لئے لاہور جایا کرتا تھا، اسی دوران ایک بار لاہور کی سیر ہوگئی، لیکن وہ بھی کیسے؟ ایک بار بوقت عشاء حاضری ہوئی، ایک طالب علم سے کہا کہ حضرت کو میری حاضری کی اطلاع کر دیں، انہوں نے کہا کہ حضرت تو معذور ہیں اور ہیں بھی اوپر۔ اس لئے انہیں اطلاع کرنا مناسب نہیں، البتہ ان کے صاحبزادے کو اطلاع کر دیتا ہوں، لیکن صاحبزادے نہ آئے، شاید وہ طالب علم انہیں اطلاع کرنا بھول گئے یا وہ آنا بھول گئے، بہرحال میں نے رات طلبہ کے کمرے میں گزاری، صبح کو صاحبزادے آئے تو میں نے بتقاضائے محبت ان سے شکایت کی، وہ بہت نادم ہوئے اور افسوس ظاہر کرنے لگے، اپنی ندامت مٹانے کے لئے مجھے تفریح کروانے لے گئے، وہ تو خوش تھے کہ اسے سیر کروا رہا ہوں مگر انہیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزر رہی تھی، دل پر کیسی کیسی عبرتوں کی گاڑی چل رہی تھی۔

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے

گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے

شاہی قلعہ میں لے گئے وہ مقام دکھایا جہاں بادشاہ بیٹھ کر فیصلے کیا کرتا تھا، بڑی عبرت حاصل ہوئی، کہاں وہ وقت کہ بادشاہ، شہزادے، شہزادیاں، شاہی بیگمات، شاہانہ کروفر، رعب ودبدبہ، شاہی جلال، کہاں تو وہ منظر اور کہاں یہ منظر کہ آج کوے بول رہے ہیں۔

وہ مسجد جس میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھتے تھے اس میں دو رکعتیں پڑھیں اور اس سوچ میں مستغرق ہوگیا کہ آہ! کہاں گئے یہ جبال علم۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
مٹے ناميوں کے نشاں کیسے کیسے

دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی، دنیا کی حقیقت سامنے آگئی۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ وبو نے
کبھی غور سے یہ بھی دیکھا ہے تو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

غرضیکہ صاحبزادے نے مجھے سیر کروائی، اپنے زعم میں بڑے خوش ہوں گے کہ آج اسے لاہور دکھادیا، مگر مجھ پر کیا بیتی کچھ نہ پوچھئے۔

تفریح کبھی ظلم ہوتی ہے اور کبھی عبادت:

الغرض شروع سے اب تک تفریح سے متعلق یہ کیفیت رہی اور یہ شعر ورد زبان رہا۔

ستم ست گر ہوست کشد کہ بسیر سرو وسمن درا
توز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درا

مگر اب روزانہ فجر کے بعد تفریح کے لئے جاتا ہوں، ہر جمعرات کو شام کو جاتا ہوں، بہت دنوں تک اشکال رہا کہ حالت موجودہ حالت سابقہ کے خلاف ہوگئی اور اس شعر کے بھی خلاف۔ گو کہ رفع تعارض میں کچھ دن لگ گئے مگر الحمدللہ! قلب مطمئن تھا کہ یہ سلسلہ جو شروع کیا ہے غلط نہیں صحیح ہے اور موجب ثواب ہے بالآخر غور وفکر کے بعد جواب یہ ملا:

ستم ست گر ہوست کشد، جملہ کی ابتداء ہی میں جواب موجود ہے وہ یہ کہ سیر وتفریح کے لئے اگر ہوس کھینچے تو یہ ظلم ہے اور اگر ہوس نہیں کھینچ رہی بلکہ دینی ضرورت اس کی داعی ہے تو یہ عبادت ہے اور موجب ثواب ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کا سبب ہے، اگر انسان تفریح کے لئے نکلے اور نیت یہ ہو بلکہ ضرورت کا تقاضا یہ ہو کہ اگر ایسا نہیں کرتے تو قوی جواب دے جائیں گے، صحت برقرار نہیں رہے گی اور خدمت دین سے محروم ہو جائیں گے تو یہ تفریح ہوس نہیں بلکہ تقاضائے دین ہے، اس پر ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ اجر ملے گا، اگر اس دینی تقاضے کی باوجود تفریح نہیں کریں گے تو یہ نعمت صحت کی ناقدری وناشکری ہوگی اور خدمت دین سے محرومی کا باعث، جس پر آخرت میں گرفت ہوگی۔

دنیا کی ہر چیز ذریعہ آخرت کی یاد تازہ کرتے رہنا چاہئے:

میں طلبہ سے کہتا رہتا ہوں کہ جب بھی میرے ساتھ تفریح کے لئے نکلیں تو ایک بار یہ ضرور سوچ لیا کریں کہ کیوں نکل رہے ہیں؟ یہ نیت کرلیا کریں کہ تفریح سے مقصد یہ ہے کہ دین کا کام زیادہ کرسکیں، ویسے تو شروع میں ایک بار نیت کرلینا کافی ہے مگر روزانہ ہی یہ نیت کرلیا کریں تو نور علیٰ نور۔

آپ سے کہتا ہوں کہ روزانہ نیت کرلیا کریں تو یہ دن میں ایک بار نیت ہوگی مگر اپنی نیت تو بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ ہر وقت یہی رہتی ہے، جتنی دیر وہاں باغ میں رہنا ہوتا ہے باغ کا منظر دیکھ دیکھ کر جنت کی ہوس بڑھتی رہتی ہے، دل چاہتا ہے بس ابھی اڑ کر پہنچ جائیں، سوچتا ہوں کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے باغوں میں یہ مزا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہاں جو باغ اہل جنت کے لئے لگائے ہوئے ہیں ان میں کیا مزا ہوگا کیسی رونق ہوگی۔ ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ دنیا میں جب کبھی مسرت کا موقع یا مقام دیکھنے میں آئے تو اس سے آخرت کی طلب تیز ہو، اس کی تڑپ بڑھ جائے کبھی کبھار باہر نکلنا ہوتا ہے تو بعض لوگ خواہش کرتے ہیں کہ ہمارا مکان بن رہا ہے ذرا ایک نظر دیکھتے جائیں، میں دیکھ کر ان سے یوں کہا کرتا ہوں:

”اس سے بدرجہا بہتر اور بہت جلد اور بڑی آسانی سے بنے والا مکان نہ بتادوں“؟

وہ متوجہ ہوجاتے ہیں تو کہتا ہوں:

اس چھوٹے سے مکان پر آپ نے کتنی محنتیں، کتنی کاوشیں برداشت کیں، کتنے انجینئر آئے، کتنے نقشے تیار کیے گئے، پھر پیسہ کتنا بہایا؟ اس ساری تگ ودو میں وقت کتنا خرچ ہوا؟ ایک طرف اس کو سوچئے، دوسری طرف یہ کہ ایک بار دل سے متوجہ ہوکر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور یوں فریاد کیجئے:

"یا اللہ! میں بہت بڑا گنہگار ہوں، مجرم ہوں، لیکن باغی مجرم نہیں اقراری مجرم ہوں، تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، میرے تمام گناہ معاف فرمادے، اور میری پوری زندگی اپنی مرضی کے مطابق بنادے، اس بگڑے ہوئے ماحول ومعاشرہ میں تو ہی حفاظت فرما، اپنا بندہ بنالے۔"

ان جملوں میں کیا دیر لگی؟ کیا خرچ ہوا؟ لیکن یقین کیجئے: بیٹھے بٹھائے جنت حاصل کرلی، محلات کے مالک بن گئے، بس متوجہ ہونے کی دیر ہے۔

جنت جتنی ضروری ہے اتنا ہی اس کا حصول آسان:

جو چیز جتنی زیادہ ضروری ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسی قدر اسے آسان اور سہل الحصول بنادیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا، جہنم سے نجات اور جنت کا حصول انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے، رب کریم نے اسے اتنا ہی آسان بنادیا، آپ بازار میں ہوں یا مسجد میں، کارخانے میں ہوں یا دفتر میں، رات میں ہوں یا دن میں، صبح میں ہوں یا شام میں، خلوت میں ہوں یا جلوت میں، پھر باوضوء ہوں یا بے وضوء بلکہ حالت جنابت ہی میں کیوں نہ ہوں، بیت الخلاء ہی میں کیوں نہ بیٹھے ہوں، کپڑے اتارے ہوئے ہوں، بالکل ثلاثی مجرد خماسی مزید فیہ، غرض جس حال میں بھی ہوں، دل کو متوجہ کیا اور پہنچ گئے، ان کا دروازہ ہر وقت

کھلا ہوا ہے، بس ذرا سی دل کی توجہ ادھر کر دی اور پہنچ گئے، کسی تیز سے تیز تر ہوائی جہاز میں بھی اڑ کر کہیں پہنچنا چاہیں تو تھوڑا بہت وقت ضرور لگے گا، مگر یہاں بس رخ ادھر پھیرا اور اسی لمحہ میں پہنچ گئے، ذرا سوچئے تو سہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں پہنچنا کتنا آسان ہے، کیا ٹھکانا ہے ان کی رحمت کا۔ مگر مسلمان نے اس کرم کی کیا قدر کی انہوں نے اپنی رحمت کا دروازہ کھول رکھا ہے مگر یہ نالائق بندہ پھر بھی نہ پہنچا۔ کسی بھنگی چمار کو بہت بڑا بادشاہ مژدہ سنائے کہ میں نے تم پر اپنا دربار کھول رکھا ہے، جب چاہو، جس حال میں چاہو آسکتے ہو مگر بھنگی پھر بھی نخرے کرے، کیسا نالائق بھنگی ہے۔

ایک بت پرست اپنے بت کے سامنے سالہا سال سے بیٹھا وظیفہ جپ رہا تھا ''یا صنم یا صنم'' ''اے بت اے بت'' ایک بار بھول کر زبان سے نکل گیا ''یا صمد'' فوراً آواز آگئی ''لبیک یا عبدی'' میرے بندے میں حاضر ہوں'' اس نے اٹھایا ڈنڈا اور بت کو پاش پاش کر دیا، نالائق! تجھے پکارتے پکارتے زندگی گزر گئی مگر تو اب تک خاموش بیٹھا ہے اور مالک کا نام ایک بار بھولے سے زبان پر آ گیا تو فوراً جواب مل گیا، بس بت کو تہس نہس کر دیا اور مسلمان ہو گیا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس نے تو صرف ایک بار پکارا اور نقد جواب مل گیا مگر ہم تو سالہا سال سے نمازیں پڑھ رہے ہیں، ذکر کر رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکار رہے ہیں، ایک بار بھی جواب نہیں ملا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کا دل سنتا ہے، کافر کے کانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے سنوا دیا کہ وہ ہدایت پا جائے، جو پہلے ہی سے مسلمان ہے اس کے دل کے کان سن رہے ہیں سر کے کان سنیں یا نہ سنیں۔ دل

کے کان کیسے سنتے ہیں؟ اس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور اس کے وعدوں پر اسے وہ ایمان کامل اور یقین مستحکم حاصل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس میں بال برابر بھی تزلزل نہیں پیدا کرسکتی، سو جب دل کے کان سن رہے ہیں تو سر کے کان نہ بھی سنیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ سر کے کانوں کے سننے میں تو مغالطہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہنے والا کچھ کہہ رہا ہے اور یہ کچھ سن رہا ہے، مگر دل کے کانوں کی سماعت میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوسکتی۔

دین دار بننے والوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں:

مسلمان کا یقین ایسا مستحکم اور مضبوط ہے کہ پوری دنیا مل کر اس میں ذرہ برابر شبہہ پیدا نہیں کرسکتی، فرمایا:

﴿تتنزل علیهم الملئکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدونo﴾ (۴۱۔۳۰)

اللہ کے بندوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں بشارتیں دیتے ہیں کہ تم پر کوئی غم نہیں، کوئی فکر نہیں، خوش رہو۔ یہ فرشتوں کا نزول کب ہوتا ہے؟ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جنت میں نازل ہوں گے اور بعض نے فرمایا کہ مرتے وقت، مگر حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ واقعۃً بندہ بن جاتا ہے تو اسی وقت دنیا ہی میں اس پر فرشتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور کیسے نہ ہو؟ دنیا پاگل کہتی ہے، دیوانہ کہتی ہے، احباب واقارب حتیٰ کہ والدین تک مخالف ہو جاتے ہیں، مگر یہ اللہ کا بندہ جواب دیتا ہے ۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے

مد نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

ساری دنیا مخالف ہے، ناراض ہے، پرواہ نہیں، بس ایک مالک راضی رہے، یہ حوصلہ آخر کہاں سے پیدا ہوا؟ اگر اس دل کو فرشتے نہیں تھامے ہوئے تو یہ ہمت کیسے پیدا ہوئی؟۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نصرت کے لئے تو میدان بدر میں فرشتے نازل ہوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہیں۔ فرشتے پہلے ایک ہزار پھر تین ہزار نازل کیے گئے اس کے بعد پھر پانچ ہزار فرشتوں سے نصرت کا وعدہ نازل ہوا، حالانکہ ایک ہی فرشتہ کافی ہوسکتا تھا، صرف ایک ہی فرشتہ بھیج دیا جاتا تو وہ پورے لشکر کو تہس نہس کردیتا پہلی امتوں کی بستیوں کو ایسے ہی ہلاک کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے پوری بستی زمین سمیت اٹھائی اور آسمان کے قریب لے جاکر الٹی پٹخ دی۔ ایک فرشتے کی جب اتنی طاقت ہے، تو ہزاروں فرشتوں کی قوت کا کیا اندازہ ہوگا؟ یہ ہزاروں فرشتے صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اعزاز واکرام کے لئے نازل فرمائے، ورنہ اتنی بڑی تعداد کی کیا ضرورت تھی؟ اب سوچنے کی بات ہے کہ جو جماعت اللہ تبارک وتعالیٰ کی اتنی محبوب ومقرب ہے کہ پوری امت اس کے سامنے ہیچ، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بھی ان حضرات کو نصیب، ان کی مدد کو تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہزاروں فرشتے بھیج رہے ہیں، اور جب کہ چودہ صدیاں گزر گئیں ایک مسلمان بیچارہ ضعیف وناتواں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا زمانہ دور، کیا اللہ تبارک وتعالیٰ

اسے ایسے ہی چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں، یہ ان کی رحمت نے، ان کے کرم سے بعید ہے، بہت ہی بعید، یہ بیچارہ تو بہت کمزور ہے، زیادہ مستحق ہے، اس وقت اگر پانچ ہزار فرشتے اتر سکتے تھے تو اب اس کے لئے تو بیس ہزار اتریں گے اور اتر رہے ہیں، اگر فرشتے نازل نہ ہوتے تو آج مسلمان کے دل میں یہ قوت کہاں سے پیدا ہوتی؟ یہ تنہا اور نہتا پورے شیطانی لشکروں کے سامنے یوں کیسے سینہ سپر ہوتا؟ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیبی مدد اس کے ساتھ ہے، فرشتے نازل ہو ہو کر اس کے دل کو تھامے ہوئے ہیں۔

دعاء

اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو اپنے بندے بنالیں، سچے اور پکے مسلمان بنادیں، قوت قلب عطاء فرمائیں۔ فکر آخرت عطاء فرمائیں، آخر میں پھر اس دعاء کو دہرا لیجئے۔

اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک
واجعل
ھمتی وھوای فیما تحب وترضی
وصل اللھم وبارک وسلم علی عبدک
ورسولک
محمدوعلی الہ وصحبہ اجمعین
والحمدللہ رب العلمین

کشف کی حقیقت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ :- فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام :- کشف کی حقیقت

بمقام :- جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی

بوقت :- بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد :- رجب ۱۴۲۲ھ

مطبع :- حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر :- کتاب گھر ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۶۳۲۱، فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

کشف کی حقیقت

(رمضان ۱۴۱۴ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم،

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم،

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقونo (۶۔۱۵۳)

ترجمہ: آج ایک بہت اہم اور بہت ضروری مضمون پر بیان کرنے کا ارادہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ پورے طور پر کہلوادیں، نافع

بنائیں، اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، اس کی تاکید کرتا ہوں کہ اسے زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔ مضمون یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں کشف کے ذریعے لیلۃ القدر کا علم ہو جاتا ہے کہ فلاں تاریخ کو ہوگی۔ آج اس کے بارے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

کشف کے فسادات:

ایسا کہنے میں کتنے فسادات ہیں وہ نمبروار بتاتا ہوں:

❶ کشف حجت نہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ کشف حجت نہیں، حجت نہ ہونے کا مطلب یہ کہ کشف کوئی دلیل شرعی نہیں کہ اس کی بناء پر انسان کوئی کام کرنے لگے۔ کشف خود صاحب کشف ہی کے لئے حجت نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کیسے دلیل بن سکتا ہے۔ جسے کشف ہوا اس کے لئے بھی وہ حجت نہیں یعنی ضروری نہیں کہ صحیح ہو غلط بھی ہو سکتا ہے۔ کشف کے غلط ہونے اور اس میں التباس واشتباہات واقع ہونے کی کئی وجوہ ہیں ان میں سے ایک قوت متخیلہ کا تصرف بھی ہو سکتا ہے، دماغ میں جو خیالات ہیں وہی منکشف ہو جاتے ہیں سامنے آنے لگتے ہیں۔

❷ اولیاء اللہ تبارک وتعالیٰ سے اعتماد اٹھ جانا:

دوسرا فساد ہے تعارض، تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک بزرگ کو کشف ہو گیا

کہ اکیسویں تاریخ لیلۃ القدر ہے، کسی دوسرے کو کشف ہو گیا کہ بائیس میں ہے، کسی کو ہو گیا تئیس میں، اس طرح دس بزرگوں کو الگ الگ راتوں کے بارے میں کشف ہو گیا انہوں نے اپنے اپنے حلقے میں دعویٰ بھی کر دیا لوگوں کو بتا دیا، اس طرح عوام کا بزرگوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا کہ فلاں بزرگ فلاں رات میں کہتے ہیں اور فلاں بزرگ فلاں میں، فلاں فلاں میں یہ سارے ایسے ہی ہیں کوئی صحیح نہیں، صحیح مشائخ اور اکابر اولیاء اللہ پر بھی اعتماد نہیں رہے گا، اور ان سے اعتماد اٹھ جانے کی وجہ سے عوام کا دین برباد ہوگا بے دینی پیدا ہوگی۔

③ کشف کی آڑ میں شریعت سے انحراف:

عوام بلکہ بہت سے خواص کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ وہ کشف کو دلائل شرعیہ پر ترجیح دیتے ہیں حتی کہ نصوص قرآن پر بھی۔ قرآن، حدیث، فقہ اور اجماع امت سے کوئی مسئلہ ثابت ہو تو بھی یہ کشفی لوگ اپنے کشف کے زور سے سارے اسلام کو رد کر دیتے ہیں، یہ گمراہی بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے بہت سے فاسق وفاجر بلکہ ملحدین، دین میں الحاد پیدا کرنے والے، دین کو برباد کرنے والے ایسے ہیں جو کشف کے حوالے سے طرح طرح کی ایسی باتیں بناتے رہتے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ شریعت کے خلاف ہیں، سو اگر یہ دروازہ کھول دیا گیا کہ لیلۃ القدر کے بارے میں فلاں بزرگ کو کشف ہوا ہے تو وہ گمراہ کشفی جو پہلے سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں دین میں فتنے برپا کر رہے ہیں ایسی باتوں سے انہیں تقویت ملے گی۔ لوگ یہ تو نہیں سمجھیں گے کہ کہاں کشف غلط ہو سکتا ہے، کہاں یقیناً غلط ہے، اس کی نوعیت کیا ہے، عوام تو اس میں فرق نہیں کر سکتے۔ کوئی اپنے کشف سے طرح طرح کے شعبدے دکھا رہا ہے دنیا کو برباد کر رہا ہے

اور کسی نے کہہ دیا کہ کشف ہوا ہے فلاں تاریخ میں لیلۃ القدر ہے تو لوگ یہی کہیں گے کہ دیکھئے فلاں بزرگ بھی تو کشف سے بتا رہے ہیں، اس سے عقائد خراب ہوں گے، پہلے سے ہی عقائد خراب ہیں اور زیادہ تباہی مچے گی۔

۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تفوق:

لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف نہیں ہوا بلکہ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا تھا مگر کچھ لوگ مسجد میں جھگڑنے لگے ان کے تنازع کی نحوست سے اللہ نے یہ خیر اٹھالی وہ علم اللہ نے سلب فرمالیا پھر فرمایا کہ شاید اللہ کی طرف سے اس کا علم نہ ہونے میں بہتری ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیلۃ القدر کا علم نہیں دیا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ القدر کی کچھ ایسی علامات بیان فرمائی ہیں جو رات گذرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں مگر یہ علامات یقینی نہیں اس لئے کسی رات کے لیلۃ القدر ہونے کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو علم نہ ہوا اب اگر کوئی کشفی کہتا ہے کہ اسے لیلۃ القدر کے بارے میں کشف ہوا ہے یا ہوتا رہتا ہے تو یہ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تفوق یعنی بڑے ہونے کا دعویٰ ہے، بظاہر اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کچھ تاویل تو ہوسکتی ہے کہ اس کا مقصد بڑا بننا یا بڑے ہونے کا دعویٰ کرنا نہیں مگر بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کسی کو یہ بدگمانی ہو بھی سکتی ہے کہ یہ کشفی خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا بنا رہا ہے۔

۵ کشف کے بارے میں اہل فن کا اجماع:

اس پر اہل فن کا اجماع ہے کہ کشف زیادہ تر اغبیاء کو ہوتا ہے یہاں اہل فن سے مراد کون لوگ ہیں، طبیب باطن، دل کے امراض کا علاج کرنے والے، بندوں کے دلوں سے دنیا کی محبت کھرچ کر اللہ سے ملانے والے، جو حضرات اس فن کے ماہر ہوتے ہیں انہیں طبیب روحانی، معالج روحانی، طبیب قلب کہا جاتا ہے، اہل فن سے میری مراد یہ ہے۔ یہ ماہرین فن اس پر متفق ہیں کہ کشف زیادہ تر اغبیاء کو ہوتا ہے، غبی اسے کہتے ہیں جس کا ذہن نہ ہو کند ذہن، کم عقل، پاگل ایسے لوگوں کو کشف زیادہ ہوتا ہے اس پر ماہرین فن اکا اجماع ہے یعنی سب کا بالاتفاق یہ فیصلہ ہے کہ اغبیاء کو کشف زیادہ ہوتا ہے۔ ذہین کو یا تو کشف ہوتا ہی نہیں یا ہوتا ہے تو بہت کم، اس کی وجہ یہ ہے کہ کشف کے لئے یکسوئی اور ارتکاز توجہ ضروری ہے، یکسوئی اور ارتکاز توجہ پر کشف موقوف ہے۔ ذہین شخص میں جلد یکسوئی پیدا نہیں ہوتی اس کے ذہن میں تو قد ہوتا ہے، ذہن چلتا پھرتا رہتا ہے، برا ہے تو برائی کی طرف نیک ہے تو اللہ کی شئون کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا کیا شانیں ہیں، کیا کیا رحمتیں ہیں اللہ کے بندے اسے سوچتے رہتے ہیں، کبھی مسائل شرعیہ حدود شرعیہ اور کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کی باتیں، ترقی کی باتیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات کی باتیں، ان کے ذہن میں سکون نہیں ہوتا ذہن چلتا رہتا ہے، اس کے برعکس غبی کے ذہن میں جمود ہوتا ہے، نیم پاگل میں اس سے بھی زیادہ اور مکمل پاگل میں اس سے بھی زیادہ، غبی لوگوں کے ذہن میں ذکاوت نہیں ہوتی، ذہن میں حرکت نہیں ہوتی جمود ہوتا ہے، خمود ہوتا ہے، اس لئے ان میں ارتکاز توجہ اور یکسوئی بڑھتی ہے، ذہن ادھر ادھر چلتا ہی نہیں اس لئے یکسوئی

رہتی ہے۔ قاعدہ تو بتا دیا کہ پاگلوں کو کشف زیادہ ہوتا ہے اب اس کی دو مثالیں بتاتا ہوں۔

پاگلوں کے کشف کی دو مثالیں:

پہلی مثال:

ایک مثال تو خود حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید کی ہے کہ وہ رات کو کمرے کے دروازے، کھڑکیاں، روشن دان سب بند کر کے ذکر کر رہے تھے تو انہیں آسمان کے ستارے نظر آنے لگے، یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ میں پہنچ گیا ولی اللہ بن گیا، شیخ کو اس حالت کے بارے میں لکھا تو آپ نے تنبیہ فرمائی کہ تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے کسی طبیب سے علاج کرواؤ۔ دیکھئے! اسے کتنا بڑا کشف ہوا کمرا بند ہے اندھیرا ہے دروازے بند ہیں، کھڑکیاں بند ہیں، روشن دان بھی بند ہیں، کشف ہو رہا ہے ستارے نظر آ رہے ہیں، طبیب باطن نے فرمایا پاگل ہو رہے ہو دماغ کے کسی طبیب سے علاج کرواؤ۔

دوسری مثال:

دوسرا قصہ یہیں پیش آیا، یہاں ایک طالب علم کو ٹائیفائڈ ہو گیا تو انہوں نے سر کو خوب اچھی طرح کپڑے سے باندھ لیا، یہ جہالت کی بات ہے پرانے زمانے کی جہالتیں اب تک چلی آ رہی ہیں کہ بخار میں سر پر کپڑے باندھو، رضائیاں لو، ان مولوی صاحب نے جب سر کو کپڑے سے خوب لپیٹ لیا تو بخار

چڑھ گیا دماغ پر جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرنے لگے دوسرے طلبہ نے مجھے بتایا میں انہیں دیکھنے گیا تو وہ کمرے کے روشن دان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس میں پرندہ بیٹھا ہوا ہے کدھر سے آ گیا، میں نے کہا کہ اس میں تو کوئی پرندہ بھی نہیں تو وہ جلدی سے چشمہ لگا کر کہتے ہیں وہ ہے تو۔ انہیں کشف ہو رہا تھا دماغ پر بخار چڑھ گیا، ہذیان ہو گیا، پاگل ہو گیا تو اسے کشف ہونے لگا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات میں کہیں نظر سے گذرا ہے کہ کتیا کو بچہ دینے کی حالت میں کشف ہوتا ہے، اس لئے کہ تکلیف کی وجہ سے اس کی پوری توجہ اسی طرف مرتکز ہوتی ہے، اس وقت اس کے ذہن میں انتشار نہیں ہوتا، صرف ایک ہی طرف ارتکاز توجہ اور پوری یکسوئی ہوتی ہے اس لئے اسے اس وقت کشف ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ کشف غبی لوگوں کو، پاگلوں کو، احمقوں کو زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ یکسوئی اور ارتکاز توجہ کے سوا کشف ہو نہیں سکتا اور ذہین شخص میں یکسوئی مشکل سے پیدا ہوتی ہے، ارتکاز نہیں ہوتا اس کا ذہن جاری رہتا ہے۔

نعمت کی ناشکری:

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھیں کہ اگر کوئی شخص کشف کا دعویٰ کرتا ہے پھر فرض کر لیں کہ واقعۃً ہوا بھی ہے تو وہ اپنے بارے میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ احمق ہے، غبی ہے، نیم پاگل ہے، شاید کبھی پاگل ہو بھی جائے تفصیل بتا دی نا تو جو بھی کہے گا کہ اسے کشف ہوتا ہے یا ہوا ہے تو وہ اپنی اس غباوت کو، حماقت کو، کم عقلی کو، ذہن کے جمود اور خمود کو لوگوں پر ظاہر کر رہا ہے، اگر واقعۃً غبی ہے تو عیب کی بات

لوگوں پر ظاہر کرنا جائز نہیں عیب کو چھپائے، لوگوں کو کیوں بتاتا پھرتا ہے کہ میں نیم پاگل ہوں یا غبی ہوں یا پاگل ہونے کا اندیشہ ہے، ہاں اگر پہلے سے اس لئے بتاتا ہے کہ اس کا علاج کروا دیا جائے تو اور بات ہے اور اگر غبی نہیں تو نعمت ذہن کی ناقدری کرتا ہے، ذہن کتنی بڑی نعمت ہے نعمت عظمی اتنی بڑی نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطاء فرمائی تجھے ذہین بنایا اور نالائق تو کشف کا دعویٰ کر کے اتنی بڑی نعمت کی ناقدری کر رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر اداء کرنے کی بجائے ناشکری کر رہا ہے اور لوگوں کو بتا رہا ہے کہ تو غبی ہے، اللہ نے ذہین بنایا اتنی بڑی نعمت دی مگر تو لوگوں میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ تو احمق ہے، غبی ہے، اللہ نے تجھے ذہن کی نعمت نہیں دی، عقل کامل کی نعمت نہیں دی یہ بہت بڑی ناشکری ہے۔

❻ توجہ الی اللہ میں نقصان:

جتنی دیر کوئی یکسوئی پیدا کرنے اور توجہ کو مرتکز کرنے کے لئے بیٹھے کہ اس سے بذریعہ کشف لیلۃ القدر معلوم ہو جائے، کشف حاصل کرنے کے لئے مراقبے میں بیٹھا ہوا ہے، توجہ کو مرتکز کر رہا ہے یکسوئی پیدا کر رہا ہے اتنا وقت توجہ الی اللہ میں کیوں نہیں لگاتا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ کرے، عبادت کی کمیت، کیفیت، تعلق مع اللہ، اللہ کی محبت، اللہ کا عشق بڑھانے کی کوشش کرے، اتنا اونچا مقام چھوڑ کر مراقبے میں بیٹھا ہوا ہے کہ کشف کے ذریعے لیلۃ القدر کا پتا چل جائے۔ غور کیجئے کہ اپنا فائدہ کر رہا ہے یا نقصان؟ اتنا اونچا درجہ چھوڑ کر، توجہ الی اللہ اور اس میں ترقی کو چھوڑ کر کشف پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔

گرو کشفیوں سے زیادہ ماہر:

بہت سے گرو اس شعبدہ بازی میں کشفیوں سے زیادہ ماہر ہیں، اس وقت بطور مثال ان کے تین قصے بتاتا ہوں:

❶ افلاطون:

افلاطون مشہور اشراقی گزرا ہے، ارتکاز توجہ یعنی مسمریزم کا مشاق تھا، شہر سے بہت دور پہاڑ کے غار میں رہتا تھا اس سے ایک بار بادشاہ نے کہا ہم آپ کے لئے شہر ہی میں خلوت اور راحت کا انتظام کر دیتے ہیں، افلاطون نے کہا کہ میری سلطنت آپ کی سلطنت سے بھی بہت بڑی ہے، مشاہدہ کرنا چاہیں تو مع فوج کے میری دعوت قبول کیجئے، بادشاہ نے دل لگی کے طور پر دعوت قبول کر لی، افلاطون کی جائے رہائش کے قریب پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران کہ بہت وسیع سڑکیں ہیں، ہر سڑک پر بہت شاندار استقبالیہ دروازہ ہے، ہر دروازے پر چوبدار سپاہی سلام کر رہا ہے، آگے چل کر شاندار محلات میں اترے، بہت پر تکلف ضیافت کھائی، رات میں ہر فوجی کو الگ کمرے میں ٹھہرایا گیا، اور شب باشی کے لئے ایک حسینہ پیش کی گئی، صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ کمر سے لگا ہوا ہے، اور حسینہ کی بجائے بستر پر بغل میں گھاس کا پولا ہے، اور کپڑے نجس ہو رہے ہیں، یہ سب کچھ افلاطون نے خیالی مشق کا کرشمہ دکھایا تھا۔

❷ میز میں روحیں حاضر کرنے والا:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک بار کچھ لوگ ایک

کافر کو لائے، وہ ایک اعجوبہ دکھاتا تھا بہت بڑا اعجوبہ، لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں ورنہ ہمارے تو ایمان میں ہی شبہہ پڑ جائے گا کہ یہ کافر ہو کر ایسے کام کیسے کر لیتا ہے۔ وہ کافر کیا کرتا تھا کہ میز پر ہاتھ رکھتا پھر وہ جو سؤال کرتا تو میز کا پایا ہلتا تھا اس سے سؤالوں کا جواب ہو جاتا تھا مثلاً اس سے پوچھا کہ جمعہ کی نماز میں مسجد میں کتنی صفیں تھیں؟ جتنی صفیں پوری تھیں اتنی بار وہ پایا پورا اوپر اٹھا۔ ایک صف ادھوری تھی تو تھوڑا سا اٹھا یعنی اتنی صفیں پوری ہیں اور ایک صف پوری نہیں، لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا، وہ کہتا تھا کہ میز کے اندر روح آجاتی ہے وہ بتاتی ہے یعنی وہ روح عالم الغیب ہے ایسا ایسا شرک، وہ تو تھا ہی مشرک کافر، وہ ایک شعبدہ اور بھی دکھاتا تھا کسی سے کہتا کہ میز پر ہاتھ رکھو پھر ہاتھ اٹھاؤ میز اس کے ہاتھ کے ساتھ ساتھ اوپر آجاتی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح کو حاضر کرو، روح آنے کی علامت یہ تھی کہ میز کا پایا تھوڑی سی حرکت کرتا تھا جب پایا ہلا تو اس نے کہا کہ روح آگئی ہے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اشعار پڑھے تو وہ پایا ایسے ہلنے لگا جیسے حافظ صاحب کی روح کو وجد آرہا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ بہت حیران ہوئے، حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ آج چلے جائیں کل آئیں پھر اس کی حقیقت بتاؤں گا۔ فرمایا میں نے اسی وقت اس لئے نہیں بتایا کہ اگر اسی وقت بتاتا تو وہ بات تو ہوتی زبانی میں نے سوچا کہ اس کا توڑ عمل سے کر کے دکھاؤں جیسے یہ کہہ رہا ہے میں بھی ویسے ہی کر کے دکھاؤں اس کے بعد جب بات کروں گا تو لوگوں کی سمجھ میں آئے گی اگر میں صرف زبانی کہتا جب کہ وہ کر کے دکھا رہا تھا تو اتنا اثر نہ ہوتا، لوگ واپس چلے گئے۔ فرمایا میں نے میز پر ہاتھ رکھے بغیر ہی اس پر توجہ ڈالی تو وہ ویسے ہی اٹھ رہی تھی ویسے ہی اوپر جا رہی تھی پھر مدرسے سے ایک چھوٹے سے بچے کو بلوایا اتنا

چھوٹا کہ میز کو اٹھا ہی نہ سکے اس سے کہا کہ میز پر ہاتھ رکھو پھر ہاتھ اوپر اٹھاؤ اس نے ایسا کیا تو میز ہاتھ کے ساتھ اوپر کو اٹھنے لگی۔ پہلے اپنے طور پر اس کی مشق کر لی دوسرے دن جب وہ لوگ آئے تو فرمایا کہ دیکھو پہلے میں کر کے دکھاتا ہوں اس کے بعد اس کی حقیقت بتاؤں گا۔ فرمایا کہ یہ تو کسی سے ہاتھ رکھواتا ہے میں ہاتھ رکھے بغیر ہی اٹھاؤں گا۔ چنانچہ ہاتھ رکھے بغیر ہی میز اوپر کو جانے لگی، پھر چھوٹے سے بچے کو بلا کر اس سے کہا کہ میز پر ہاتھ رکھو پھر ہاتھ اٹھاؤ بچے نے ہاتھ رکھ کر اٹھایا تو اس کے ہاتھ کے ساتھ میز بھی اوپر اٹھ رہی ہے۔ جب کہ وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بھی میز کو نہ اٹھا سکے۔ اس طرح اس کا عملی توڑ کرنے کے بعد سمجھایا کہ یہ توجہ کا اثر ہے، جو کافر بھی کر سکتے ہیں، اس میں تو اسلام ہی ضروری نہیں چہ جائیکہ وہ کوئی بزرگ ہو، مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میز پر توجہ ڈالنے کی وجہ سے اللہ کی طرف جو توجہ رہتی تھی اس میں کمی آگئی حالانکہ میز کی طرف توجہ کرنے کا مقصد لوگوں کے ایمان کی حفاظت تھا دینی مقصد تھا، بے مقصد یا عوام کو فریب دینے کے لئے تھوڑا ہی کی تھی لوگوں کے دین کی حفاظت مقصود تھی، اس کے باوجود فرمایا کہ مجھے قلب میں کدورت محسوس ہونے لگی وہ صفائی نہیں رہی، پھر مسلسل کئی روز کوئی خاص ورد جاری رکھا اور توجہ الی اللہ کی دوبارہ مشق کی تو کئی دنوں کے بعد وہ حالت عود کر آئی جو پہلے تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی توجہ مرتکز کرنے اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے مراقبہ کرے کہ کشف کے ذریعے لیلۃ القدر کا علم ہو جائے تو وہ فائدے کی بجائے اپنا نقصان کر رہا ہے اللہ کے بندے! اتنے میں اللہ کی طرف توجہ کرو، یہ بھی اگر چہ توجہ الی اللہ کے ذریعے تلاش کر رہا ہے مگر اصل کی طرف سے توجہ ہٹا کر ادھر توجہ کیوں کر رہا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ

رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو لوگوں کا دین بچانے کے لئے کیا تو بھی دل میں کدورت محسوس ہوئی وہ حالت نہ رہی تو جس کی ایسی کوئی ضرورت بھی نہیں اس سے کتنا بڑا نقصان ہوگا۔

❸ جاپانی بابا:

ایک بار تبلیغی بھائیوں نے بتایا کہ ہم تبلیغی دورے پر جاپان گئے وہاں لوگوں نے کہا کہ یہاں پہاڑ کے غار میں ایک گرو رہتا ہے جو بہت عجیب کرتب دکھاتا ہے۔ ہم اسے دیکھنے چلے گئے، ہماری خواہش پر اس نے یہ کرتب دکھایا کہ ہم سے کہا کہ آپ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو وہ مجھ سے دور اتنے قدم کے فاصلے پر کھڑا ہو جائے رخ دوسری جانب کر لے پشت میری طرف کر لے میں ہوا میں ہاتھ کا اشارہ کروں گا تو وہ وہاں منہ کے بل گر جائے گا تجربہ کر لو۔ ہم نے ایک بہت طاقت ور آدمی کھڑا کیا، گرو نے اسے دو تین بار متنبہ کیا خبردار! گرنا نہیں، خبردار! مضبوط ہو جاؤ، خبردار! مضبوط ہو کر کھڑے ہو گرنا مت، پھر گرو نے اشارہ کیا تو وہ شخص گر گیا۔ پھر گرو نے کہا کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس کی حقیقت نہیں اور آپ لوگوں کی پیشانی میں مجھے نور نظر آرہا ہے۔ وہ گرو کوئی بزرگ نہیں تھا کافر تھا، یہ کشفی لوگ بھی توجہ کے اثر سے ایسے شعبدے دکھا رہے ہیں، کسی پر توجہ ڈالتے ہیں تو وہ لوٹ پوٹ ہو رہا ہے کسی کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگتا ہے۔

کسی نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا:

''میرا دل جاری کر دیجئے۔''

آپ نے فرمایا:

''یہ کیا مشکل ہے، بس ایک تھپڑ لگا دوں تو دل جاری ہو جائے گا، دھڑ دھڑ کرنے لگے گا۔''

رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے لیلۃ القدر کا علم نہ ہونے میں حکمت ہے اور یہ اس کے خلاف بیٹھ کر توجہ مرتکز کر رہا ہے، یکسوئی پیدا کر رہا ہے، مراقبہ کر رہا ہے، اصل چیز تو یہ ہے کہ اللہ کی طرف توجہ رہے بس یہی لیلۃ القدر ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی از شب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

اللہ کے بندے! اگر تجھے کچھ قدر ہو، اللہ کے ساتھ محبت اور اس کا کچھ شوق ہو تو تیرے لئے ''ہر شب شب قدر است'' ہر رات شب قدر ہے۔ شاعر نے تو ہر رات فرمایا حقیقت یہ ہے کہ ہر لمحہ شب قدر ہے ہر لمحہ، انسان ایک ایک لمحے کو شب قدر بنا سکتا ہے، پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اس سے راز و نیاز کی باتیں شروع کر دے اس کے لئے وہی شب قدر ہے۔

ابن فارض رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت ابن فارض رحمہ اللہ تعالیٰ کو وفات کے وقت جنت دکھائی گئی تو یہ کہتے ہیں۔

ان کـــان مـــنـــزلتـــی فـــی الـحـب عـنـدکـم

مــاقــد رأیــت فــقــد ضیعــت ایــامــی

میرے اللہ! تجھ سے محبت میں میرا درجہ اگر تیرے ہاں یہی ہے کہ جنت کی تجلی نظر آ گئی اگر تیرے ہاں میری محبت کا یہی درجہ ہے تو پھر میں نے تو اپنی ساری عمر ہی ضائع کر دی۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب دعاء ہے۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یارب طلبگار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میرے سر پر
میسر ہو اے کاش دیدار تیرا

اتنا بلند مقام ہوتے ہوئے تواضع کا یہ عالم۔

نہ بخشے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

یہ ہوتے ہیں مرد یہ ہوتے ہیں، میں نے جو ساری عمر گزار دی کھپا دی تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اگر اس کا یہی نتیجہ ملا کہ کشف ہو گیا، تجلی ہو گئی تو میں نے تو ساری عمر ہی ضائع کر دی۔

بزرگی کا معیار:

رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ ایک بار حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ

سے کوئی مسئلہ پوچھنے گئیں تو معلوم ہوا کہ وہ عبادت کے لئے دریا پر تشریف لے گئے ہیں، وہاں پہنچیں تو دیکھا کہ دریا پر مصلی بچھا کر نماز پڑھ رہے ہیں، تو حضرت رابعہ بصریہ نے اوپر جا کر ہوا میں مصلی بچھالیا، حضرت حسن بصری سمجھ گئے کہ یہ مجھے جتا رہی ہیں کہ ایسی کرامات کوئی کمال نہیں، انہوں نے پانی پر سے مصلی لپیٹا اور باہر کنارے پر آگئے تو یہ ہوا سے اتر آئیں اور کہا:

''اگر بر ہوا پری مگسی باشی، وگر بر آب روی خسی باشی، دل بدست آرتا کسی باشی۔''

اگر آپ پانی پر چلنے لگے تو تنکا بن گئے، تنکا بھی تو تیرتا رہتا ہے ڈوبتا نہیں، پانی پر تنکے جتنی دیر پھر بھی نہیں رہ سکیں گے۔ اور اگر ہوا میں اڑنے لگے تو مکھی بن گئے پھر بھی مکھی جتنی دیر نہیں اڑ سکو گے، اگر کوئی ان چیزوں کو بزرگی کا معیار سمجھتا ہے تو تنکا اور مکھی اس سے بڑے بزرگ ہیں۔ دل بدست آرتا کسی باشی۔ مرد بنو مرد، مرد کیسے بنو گے کہ دل پر اللہ کے قانون کا ضابطہ رہے، دل کبھی کسی حال میں بھی اللہ سے غافل نہ ہونے پائے اس کے اشاروں کا منتظر رہے کہ میرا مالک مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام اگرچہ بہت بلند ہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی چھوٹوں سے بھی کوئی کام کی بات کہلوا دیتے ہیں۔

سب سے بڑی کرامت:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک شخص دس برس رہا، وہ دیکھتا رہا کوئی کرامت ہے یا نہیں، دس برس میں اس نے کوئی کرامت نہیں دیکھی، تو واپس جانے لگا۔ حضرت نے اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں

نے دس برس میں آپ کی کوئی کرامت بھی نہیں دیکھی آپ نے فرمایا کہ اتنی طویل مدت میں کبھی میرا کوئی قول یا عمل شریعت کے خلاف دیکھا؟ اس نے کہا: ''نہیں۔'' فرمایا: ''بس اس سے بڑی کوئی کرامت نہیں۔''

﴿الا ستقامة فوق الف کرامة﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ دین پر استقامت عطاء فرمادیں ایسی استقامت کہ دنیا کی کوئی قوت اس میں سرموفرق نہ پیدا کرسکے، دنیا کی کوئی قوت، کوئی طمع، کوئی خوف، کوئی محبت اللہ کی رضا کے خلاف پر آمادہ نہ کرسکے، اسے کہتے ہیں ''استقامت'' الاستقامۃ فوق الف کرامۃ، اللہ تبارک وتعالیٰ دین پر استقامت عطاء فرمادیں تو یہ ہزاروں کرامتوں سے بڑی کرامت ہے، ہزاروں کرامتوں سے بڑی کرامت۔

حاصل یہ کہ جو کشفی کہتے ہیں کہ انہوں نے مراقبہ کیا تو کشف ہوگیا یا مراقبے کے بغیر ہی کشف ہوگیا، یہ اپنے بارے میں لوگوں کو بتارہے ہیں کہ ہم غبی ہیں، نیم پاگل ہیں۔ پھر اگر تو غبی ہے، نیم پاگل ہے تو بھی اتنا وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ کرلے، وہی یکسوئی، وہی ارتکازِ توجہ اپنے مالک کی طرف کرلے۔

فہم دین بہت بڑی نعمت:

کئی بزرگوں کے کشف میں تعارض ہوگیا تو اس سے لوگوں کا دین تباہ ہوگا اس پر ایک قصہ سن لیں لطیفہ ہے لطیفہ۔ علماء کی ایک مجلس میں مجھے مشورے کے لئے بلایا گیا وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ مجلس میں ایک ناجنس پیر صاحب بھی

ہیں۔ مجلس کی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد وہ پیر صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے استخارہ کیا ہے اس میں یہ نکلا ہے کہ آپ میری دعوت قبول کریں۔ میں نے کہا کہ میں نے ابھی ابھی استخارہ کرلیا ہے اس میں یہ نکلا ہے کہ ہرگز قبول نہ کروں، دونوں کے استخارے پر عمل ہوگیا، دعوت کرنا آپ کے اختیار میں تھا آپ نے اس پر عمل کرلیا۔ اور میں نے اپنے استخارے کے مطابق انکار کردیا، اہل مجلس علماء یہ لطیفہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

استخارے کی بہت اہمیت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿من شقوة ابن ادم ترکه استخارة اللّٰه﴾

(مجمع المسانید لابن کثیر جلد ٥، رقم ٣٢٤١ والترغیب والترھیب صفحه ٤٧٩ جلد ٢)

کوئی انسان اہم کاموں میں اپنے رب سے استخارہ کرنا چھوڑ دے یہ اس کے لئے محرومی اور خسارے کی بات ہے۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿ماخاب من استخار وماندم من استشار﴾ (طبرانی)

جس نے استخارہ کرلیا وہ بھی خسارے میں نہیں رہتا اور جس نے اہل مشورہ سے مشورہ کرکے کام کیا تو وہ اپنے کیے پر پریشان نہیں ہوگا، بشرطیکہ جن سے مشورہ لے ان میں اہلیت ہو اور سب سے بڑی اہلیت یہ ہے کہ دیندار ہو۔ استخارے کی اتنی اہمیت اس لئے بتا رہا ہوں کہ انہوں نے استخارہ کیا، استخارہ کوئی کشف جیسی چیز نہیں اس کی تو بہت اہمیت ہے پھر میں نے بھی استخارہ کرلیا تو دونوں جانب بہت اہم چیزیں ہیں جن کا آپس میں تصادم ہوا ٹکراؤ ہوا، مگر اس

موقع پر اگر تصادم اور مخالفت ہوگئی تو اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں اس لئے کہ اولاً تو انہوں نے استخارے کا طریقہ ہی غلط اختیار کیا، استخارہ تو اپنے بارے میں ہوتا ہے دوسرے کے بارے میں نہیں ہوتا، انہیں چاہئے تھا کہ استخارہ یوں کرتے کہ میں فلاں کی دعوت کروں یا نہ کروں، انہوں نے استخارہ ایسے کرلیا کہ فلاں میری دعوت قبول کرے یا نہ کرے یہ ان سے غلطی ہوئی۔ استخارے کے اس غلط طریقے میں بھی جتنا ان کے اختیار میں تھا اس پر عمل ہوگیا، دعوت کرنا ان کے اختیار میں تھا انہوں نے کردی، میرا دعوت کو قبول کرنا تو ان کے اختیار میں نہیں تھا وہ تو میرے اختیار میں تھا میں نے اپنے استخارے کے مطابق قبول کرنے سے انکار کردیا، اگر وہ صحیح طریقے کے مطابق یوں استخارہ کرتے کہ دعوت کروں یا نہ کروں، پھر ان کے استخارے میں دعوت کرنا نکل آتا اور میرے استخارے میں دعوت قبول نہ کرنا نکلتا تو بھی اس تعارض میں کوئی حرج نہ ہوتا وہ اپنے استخارے کے مطابق دعوت کردیتے اور میں اپنے استخارے کے مطابق قبول نہ کرتا، دونوں کا اپنے اپنے استخارے پر عمل ہوجاتا۔

کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے ایک دو لمحے میں میں نے فوراً استخارہ کیسے کرلیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استخارہ دلیل شرعی کی بناء پر یقیناً بلاشک وشبہ اصطلاحی استخارے سے بدرجہا زیادہ قوی ہے، میں دلیل شرعی کی بناء پر سمجھ رہا تھا کہ ان کی دعوت قبول کرنے میں عوام کے دین کو نقصان پہنچتا، اسے میں نے استخارہ کہا، استخارہ کے لغوی معنی مراد لے لئے، استخارہ کے لغوی معنی ہیں اللہ سے خیر طلب کرنا، انہوں نے نفل پڑھے ہوں گے پھر دعاء پڑھی ہوگی پھر معلوم نہیں کتنی بار کیا ہوگا اور میں نے وہیں کے وہیں فوراً جواب دے

دیا، جب انہوں نے دعوت کا کہا تو فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں اس کے عدم جواز کی دلیل شرعی ڈال دی، اس میں اللہ کی طرف سے خیر تو ہوگی ہی اللہ نے خیر عطاء فرمادی کہ اس دلیل کے مقابلے پر ہزاروں استخارے بھی کیوں نہ ہوتے رہیں مگر ہمارا استخارہ یہ ہے کہ قبول نہ کریں۔ مشہور ہے ع

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے ع

در کار شر حاجت ہیچ استخارہ نیست

بلکہ کار شر میں تو استخارہ جائز ہی نہیں اس لئے یوں کہنا چاہئے ع

در کار شر رخصت ہیچ استخارہ نیست

کشف میں تعارض اور استخاروں میں تعارض میں دو وجہ سے فرق ہے:

ایک یہ کہ استخارے کی تو شرعی اہمیت ہے جبکہ کشف کی تو کوئی ایسی اہمیت نہیں وہ تو صاحب کشف کے لئے ہی حجت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر استخارے میں تعارض ہوگیا تو ہر ایک اپنے استخارے پر عمل کرلے اس میں کچھ بھی حرج نہیں۔ جب کہ کشف میں تعارض ہوگیا تو لوگوں کے دین کو نقصان پہنچے گا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو میز پر توجہ ڈالی تھی اس میں بھی یہ فرق سمجھ لیں کہ وہاں میز پر توجہ ڈالنا فرض تھا۔ لوگوں کو کفر سے بچانا فرض ہے اس غرض سے انہوں نے میز پر توجہ ڈالی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ قلب میں وہ صفائی، وہ روشنی محسوس نہیں ہوتی تھی جو اس سے پہلے تھی پھر کچھ تدابیر اختیار فرمائیں تو

حالت سابقہ عود کر کے آئی۔ وہاں یہ کام کرنا فرض تھا اس کے باوجود قلب پر خراب اثر پڑا جب کہ لیلۃ القدر کے بارے میں کشف کی طرف توجہ کرنے کی کچھ بھی اہمیت نہیں یہ کوئی فرض تھوڑا ہی ہے بلکہ ایسا کرنے میں دینی نقصان کے خطرات ہیں، اس لئے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو غیر کی طرف توجہ کی کشف کی طرف توجہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا وہ کام تو ان پر فرض تھا۔

کشف باعث غفلت:

کسی بزرگ کو کشف ہو گیا کہ لیلۃ القدر فلاں رات میں ہے، کشف ہو گیا یا ارتکاز توجہ کر کے، مراقبے کر کے کھینچ کھینچ کر کشف کو لایا کہ فلاں رات میں لیلۃ القدر ہے اس میں اس کا اپنا بھی نقصان اور جن جن لوگوں کو وہ خبر دے گا سب کا نقصان ہے کہ باقی راتیں غفلت میں سو سو کر گزار دیں گے لوگ اسی لئے تو جاگتے ہیں کہ لیلۃ القدر مل جائے شاید آج ہو تو خوب جاگو، شاید آج ہو خوب کچھ کر لو کمیت زیادہ نہیں ہو پاتی تو کیفیت ہی سہی متوجہ ہو جاؤ، اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ ہو سکتا ہے کہ آج کی رات لیلۃ القدر ہو جیسا کہ میں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا پھر اٹھا لیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا علم اٹھ جانے میں اللہ کی حکمت ہے اس میں فائدہ ہے۔ محدثین اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ اللہ کے بندے ہر رات میں عبادت کریں گے اگر پتا چل جائے کہ فلاں رات ہے تو اس میں عبادت کر لیں گے اور باقی راتوں میں سوتے رہیں گے، جب یہ احتمال ہو گا کہ شاید آج ہو، شاید آج ہو، شاید آج ہو، ایسے ہر رات کے بارے میں احتمال رہے گا کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں گے کوئی رات غفلت میں نہیں گزاریں گے جب

کہ کشف کی وجہ سے صاحب کشف بھی اور جو جو کشف کے بارے میں سنے گا سب کے سب دوسری راتیں غفلت میں گزار دیں گے، کتنا بڑا نقصان ہوا مزید بریں یہ کہ کشف غلط بھی ہوسکتا ہے اگر یہ کشف غلط ہوا تو اور بھی زیادہ نقصان ہوگا، اس کے کشف میں آج کی رات تھی درحقیقت وہ آئندہ کل کی رات ہے، اس طرح جو لیلۃ القدر نہیں تھی اس میں عبادت کرتے رہے، اگرچہ اس سے کوئی نقصان بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوا لیکن یہ سمجھ کر کہ لیلۃ القدر میں تو عبادت کرلی دوسری رات جو واقعۃً لیلۃ القدر ہے وہ سو کر گزار دی، کتنا بڑا نقصان ہوا۔

۸ کشف پر عمل سے خطرہ کفر:

ضعیف حدیثوں کا درجہ کشف سے ہزاروں ہزاروں گنا زیادہ ہے، کشف تو کسی شمار میں ہے ہی نہیں ضعیف حدیثیں پھر بھی دلائل شرعیہ میں سے ہیں ان کا درجہ کشف سے بہت زیادہ ہے اس کے باوجود بعض اکابر علماء نے لکھا ہے کہ فضائل کے بارے میں ضعیف حدیثوں پر زیادہ عمل کرنے کی کوشش کرنے میں کفر پر مرنے کا خطرہ ہے، اسے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکابر اولیاء اللہ میں سے کسی سے نقل فرمایا ہے۔ کفر کا خطرہ اس طرح ہوتا ہے کہ بسا اوقات بوقت موت انکشافات ہوتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اشیاء کے حقائق منکشف فرما دیتے ہیں، کوئی کسی ضعیف حدیث میں کسی عمل پر بہت بڑے اجر وثواب کی بشارات پڑھتا سنتا رہا، اس کے مطابق عمل کرتا رہا اور عمر بھر یہ عقیدہ پکا کرتا رہا کہ فلاں عمل کا اتنا ثواب، اتنا ثواب، اتنا ثواب، پھر مرتے وقت حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں تھا اس عمل میں اتنا ثواب نہیں یا کچھ بھی نہیں تو شیطان اسے قرآن، احادیث اور پورے اسلام کے بارے میں بہکائے گا کہ یہ ہے تیرا

اسلام، ساری زندگی ٹکریں لگا لگا کر مشقتیں اٹھا اٹھا کر گزار دی یہاں تو خزانہ ہی خالی ہے کچھ بھی نہیں، جیسے اس ایک بات میں تیرا عقیدہ غلط نکلا تو عمر بھر سمجھتا رہا کہ کوٹھیاں بھر پڑی ہیں مگر یہاں تو خزانہ بالکل خالی ہے کچھ بھی نہیں ایسے ہی اسلام کے سب وعدے، بشارتیں اور سارے احکام غلط ہیں سارے کا سارا اسلام ایسا ہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ کفر پر مرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ حفاظت فرمائیں، جب احادیث ضعیفہ کے بارے میں اکابر اولیاء اللہ نے یہ فرمایا کہ ان پر عمل کرنے سے اتنا سخت خطرہ ہے تو کشف تو ان احادیث ضعیفہ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اگر کوئی کشفی کشف دیکھتا رہا اور لوگوں کو بتاتا رہا کہ آج لیلۃ القدر ہے:

﴿خیر من الف شهر﴾

آج کی رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے، کشف پر عمل کرتا رہا لوگوں کو بھی بتاتا رہا لوگ بھی اس کے کشف پر عمل کرتے رہے مگر مرتے وقت منکشف ہوا کہ اس میں تو کچھ بھی نہیں تھا، تو اس کے ایمان کا کیا ہوگا، سو جیسے ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں خطرہ کفر ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کشف پر عمل کرنے میں ہے۔

۹ خطرہ عجب:

کشف کی باتیں کرنے سے اور ان کی تشہیر سے خطرہ عجب ہے، یہ خیال ہونے لگے گا کہ ہم اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ ہمیں کشف ہوتا ہے حالانکہ کشف تو حمقاء کو ہوتا ہے، اغبیاء کو ہوتا ہے، مجانین اور پاگلوں کو ہوتا ہے مگر زمانے کی ہر چیز الٹی ہوگئی تا ہر چیز الٹی جو کام اغبیاء کا ہے اسے معیار ولایت سمجھا جانے لگا حالانکہ

وہ اس کا معیار ہے کہ اس کی عقل صحیح نہیں، تھرمامیٹر ہے عقل کامل نہ ہونے کا لوگوں نے اسے ولایت کاملہ کا تھرمامیٹر بنالیا اور یہ بھی خود کو بہت بڑا ولی اللہ سمجھنے لگا پھر لوگوں کو بتاتا بھی ہے اور لوگ بھی کہتے ہیں سبحان اللہ! ہمارے حضرت جی صاحب کشف ہیں، بہت بڑے بزرگ ہیں، بڑے ولی اللہ ہیں۔ استقامت جو اصل معیار ہے اس سے لوگوں کی نظر ہٹ کر کشفوں پر جانے لگے گی گمراہی پھیلے گی۔

⓾ مسلمانوں میں انتشار کا باعث:

کشف شائع کرنے سے عام مسلمانوں کی دو جماعتیں بن جائیں گی، ایک جماعت کہے گی کہ ہمارے حضرت صاحب جیسا دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں دیکھئے کتنے بڑے بڑے کشف ہوتے ہیں ان کے کشف پر لگ کر دین برباد کر بیٹھیں گے اس کی تفصیل ہو چکی۔ دوسری جماعت مخالفت کرے گی کہ یہ تو اپنا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے، تشہیر کے لئے ایسے دعوے کر رہا ہے کہ یہ کشف ہوا، یہ کشف ہوا، اس فریب سے مریدوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے، مرید زیادہ سے زیادہ ہو جائیں، بٹیر پھانسنا چاہتا ہے۔ اس طرح دو فریق پیدا ہو جائیں گے اگر صحیح طریقے پر رہتا کشف کی طرف توجہ نہ کرتا کبھی ہو بھی گیا تو اسے دلیل اور حجت شرعیہ نہ سمجھتا دوسروں کو نہ بتاتا تو عام مسلمانوں میں انتشار پیدا نہ ہوتا۔

⓫ اکابر علماء و مشائخ:

اہل حق علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی کشف کا سہارا نہیں لیتا، کشف کا

ڈھنڈورا پیٹ کر اپنی پیری نہیں چمکاتا، لوگوں کو گمراہ نہیں کرتا، قرآن، حدیث اور سلف صالحین کے صراطِ مستقیم سے ہٹا کر کشف کے اتباع کی تعلیم نہیں دیتا، کوئی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اسے کشف کے ذریعے لیلۃ القدر کا علم ہے کہ کون سی رات ہے۔

یہ بے دین، گمراہ، جاہل صوفیوں اور جعلی پیروں کے فریب ہیں کہ انہیں کشف کے ذریعے لیلۃ القدر یا اور کسی چیز کا یقینی علم ہو جاتا ہے۔ بعض گمراہ پیر تو اس حد تک الحاد پھیلا رہے ہیں کہ وہ ہر کام براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھ کر کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شیاطین کے شر سے امت کی حفاظت فرمائیں، کئی گمراہ پیر اپنا تعلق اکابر علماء دیوبند سے بتا کر اپنی دوکان چمکا رہے ہیں جو کھلی تلبیس ابلیس اور شیطانی فریب ہے، ایسے جعلی پیروں، انسان نما شیطانوں سے بہت ہشیار رہیں۔

اے بسا ابلیس روئے آدم است
پس بہر دستے نباید داد دست

''بہت سے شیطان انسانی صورت میں ہیں اس لئے ہر کسی پر لٹو نہیں ہو جانا چاہئے۔''

میں بہت تاکید سے وصیت کرتا ہوں کہ کشفوں میں پڑنے کی بجائے سیدھے سیدھے اللہ کے بندے بنیں جو طریقہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا وہ کافی ہے۔

اس وقت تک اکابر دیوبند کے سلسلے کی امتیازی شان یہ رہی ہے کہ جہاں

کسی نے کشف کے دعوے کئے اس کی گمراہی کا فیصلہ سنا دیتے ہیں، یہ حقیقت درجہ شہرت میں درجہ تواتر میں ہے کہ جو صحیح سلسلے ہیں وہ کشف کا سہارا نہیں لیتے وہ کشف کی باتیں ہی نہیں کرتے اور جہاں کشف کی باتیں چلیں تو وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ یہ کوئی گمراہ ہے اور پھر جب تحقیق ہوتی ہے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ واقعۃً بہت بڑا گمراہ ہے، گمراہ لوگ جال کے طور پر ابتداء ہی کشف سے کرتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امتحان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت فرمایا کاغذ قلم لاؤ میں ایک بہت اہم وصیت لکھ دوں، ایسی ضروری بات ہے کہ اس کے بعد تم لوگ کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے ایسی اہم بات بتانے والا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ قرآن کافی ہے، جو کچھ قرآن میں آگیا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وہی ہدایت کافی ہے، بعض لوگوں نے لکھوانا چاہا کسی روایت میں ان کا نام نہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ ابھی پختہ نہیں تھے، غیر معروف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ نے ان کی تائید نہیں کی، نہیں لکھوایا فرمایا کہ قرآن کافی ہے، اللہ کی کتاب ہمارے پاس ہے وہی کافی ہے، مشہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے بھی ان ناپختہ لوگوں کی تائید نہیں کی لکھوانے کا نہیں کہا۔ سب خاموش رہے۔ اس پر شیعہ لوگوں نے ہنگامے شروع کردیے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہ کے لئے خلافت لکھوانا چاہتے تھے عمر نے نہیں لکھنے دیا اس نے گمراہ کردیا، ان کے اعتراضات کے جواب کے بارے میں میری مکمل

مفصل مدلل تحریر ہے وہ بات تو ہے لمبی ابھی اس بارے میں مختصر سی بات بتادوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تو وہیں تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں ڈر گئے؟ ادھر تو کہتے ہو کہ وہ اتنے بہادر اتنے بہادر پھر حضرت عمر سے ڈر کر کیوں خاموش رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ! معاذ اللہ!!! شیعہ مردودوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ڈر گئے، اگر کوئی ایسی ضروری بات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصرار فرماتے کہ نہیں ضرور قلم کاغذ لاؤ پھر بھی نہ لاتے تو حضرت عمر کو ڈانٹتے کہ کیوں نہیں لانے دیتے، ان کے خیال میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ! حضرت عمر سے ڈر کر خاموش ہوگئے۔ اس وقت یہ بات ضمناً آگئی بتانا یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے جو مضمون چل رہا ہے اس کی تائید کے لئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ در حقیقت لکھوانا کچھ نہیں تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دین میں تصلب اور مضبوطی کا امتحان مقصود تھا۔ قرآن مجید سامنے ہے قرآن میں اللہ کا اعلان ایک دو ماہ قبل ہو چکا ہے:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ (۵۔۳)

میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کردی میں نے دین کو مکمل کردیا اور میں نے تمہارے لئے اس دین کو پسند کرلیا دین کی نعمت بالکل مکمل کردی، اللہ تبارک وتعالیٰ تو یہ اعلان فرمارہے ہیں پھر اور کیا چیز رہ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ اگر ان میں پختگی ہے تو کہیں گے کہ اللہ نے جو اعلان فرمایا دیا ہمیں اس پر اعتماد ہے اس نے جو دین نازل فرمادیا وہی کافی ہے اب کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہی، اور اگر ان میں پختگی

نہیں آئی تو کہیں گے کہ ہاں ہاں کچھ اور بھی مل جائے، جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوگیا، خاموش ہوگئے اگر مشہور اور بلند پایہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی کہتے کہ ہاں کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف ہوتی کہ انہیں اللہ تبارک وتعالٰی کے اعلان پر اعتماد نہیں، دین کے کامل ہوجانے پر ایمان نہیں، یہ تو میری زندگی ہی میں اور چیزوں کے منتظر ہیں تو میرے بعد کوئی بھی آکر کہے گا کہ یہ ہے، یہ ہے، یہ ہے، یہ کشف ہے، وہ کشف ہے، اور ایسا ہوگیا، ایسا ہوگیا تو یہ سب اس پر ایمان لے آئیں گے اس طرح تو یہ سب برباد ہوجائیں گے۔

یہ میں نے اس لئے بتایا کہ یہ حقیقت پختگی کے ساتھ ذہنوں میں اتارنے، راسخ کرنے اور مضبوط کرنے کی کوشش کریں کہ دلائل شرعیہ کے مقابلے میں کشف کی کوئی حیثیت نہیں، کشفیوں کے فریب سے بچیں دلائل شرعیہ دیکھیں سیدھے سیدھے اللہ کے بندے بنو کشفوں کی طرف توجہ نہ کرو جو ادھر توجہ کرے گا اسے شیطان عجیب عجیب قسم کے کشف دکھا دکھا کر گمراہ کردے گا، شیطان بھی گمراہ کرے گا اور نفس بھی گمراہ کرے گا، بہت سے لوگ ایسے ہی منگھڑت کشف بنا بنا کر لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں اس لئے کشف کی جڑیں کاٹو۔ صحیح ایمان کے امتحان میں وہی لوگ کامیاب ہیں جو حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرح یہ یقین رکھیں کہ انہیں دلائل شرعیہ کے بعد کسی کشف وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تبارک وتعالٰی سب مسلمانوں کو صراط مستقیم کی ہدایت دیں، ایمان کامل عطاء فرمائیں، نفس وشیطان کے مکاید وتلبیسات

سے حفاظت فرمائیں۔

کشف غلط ہونے کے قصے:

پہلے بتا چکا ہوں کہ بہت سے کشف غلط بھی ہوتے ہیں اور ان سے نقصان بھی پہنچتے ہیں، اس بارے میں چند قصے سن لیں:

پہلا قصہ:

تقریباً چالیس سال پہلے ایک کشفی صاحب نے مجھے براہ راست بلا واسطہ اپنا کشف بتایا۔ کہ اس سال ایام حج میں امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ اس لئے میں اس سال ضرور حج کے لئے جاؤں گا امام مہدی سے بیعت کروں گا، میں ''امام مہدی'' ان کے قول کے مطابق کہہ رہا ہوں جیسے وہ کہہ رہے تھے ویسے ہی بتا رہا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ اپنے بارہویں امام کو ''امام مہدی'' کہتے ہیں جو بقول ان کے مسلمانوں سے ڈر کر ''غار سرمن رأہ'' میں چھپا ہوا ہے، شیعہ کے اس عقیدے سے امتیاز کے لئے مسلمان اپنے صحیح مہدی کو ''امام مہدی'' کی بجائے حضرت مہدی، کہا کریں۔ اس کے بعد تقریباً تیس سال تک تو مہدی ظاہر ہی نہیں ہوا، تیس سال بعد ظاہر ہوا تو حکومت سعودیہ نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان (بشمول پاکستان) میں ایک نجدی آ جائے ایک نجدی تو سب وجدیوں کو درست کر دے سب کا دماغ صحیح کر دے۔ جو مہدی چودہویں صدی کے آخر میں مکہ میں ظاہر ہوا اور حکومت سعودیہ نے اسے بھی اور اس کے چیلوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا اگر کہیں

خدانخواستہ پیدا ہوجاتا پاکستان میں تو یہاں تو سارے ہی مہدوی بن جاتے سب پیچھے لگ جاتے کہ امام مہدی علیہ السلام تشریف لے آئے۔

اس قصے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

1. ان کا کشف غلط ثابت ہوا۔ وہ تو کہہ رہے تھے کہ مہدی اسی سال ظاہر ہوں گے مگر کوئی نکلا ہی نہیں اور تیس سال بعد نکلا بھی تو مہدی کی بجائے گدھا نکلا شیطان ابلیس نکلا، غنیمت ہے کہ حکومت سعودیہ نے اس فتنے پر قابو پالیا۔
2. یہ بزرگ جنہیں کشف ہوا تھا اگر یہ اس سال وہاں گئے ہوتے تو یہ تو جلدی سے اس کے مرید ہو ہی جاتے سوچتے کہ کشف نے تیس سال کے بعد کام کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بچالیا، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

دوسرا قصہ:

تقریباً تیس سال پہلے ایک کشفیہ عورت کو کشف ہوا کہ چند دنوں میں ہندوستان فتح ہوجائے گا اس کے ایک بوڑھے مرید نے ڈاڑھی کو خضاب لگالیا کہ چند دنوں کے اندر پورا ہندوستان فتح ہوجائے گا، دلی پر اسلام کا جھنڈا لہرائے گا، ہندوستان پر اسلام کی حکومت ہوجائے گی، بوڑھے مرید نے کہا کہ میں نے خضاب اس لئے لگایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے مجاہدین کی فہرست میں شمار کرلیں۔ ڈاڑھی کو سیاہ خضاب لگانا تو بالکل حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’سیاہ خضاب لگانے والا جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔‘‘

(احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان)

جنت سے اتنی دور رکھا جائے گا کہ خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ یہاں بھی دو باتیں:

❶ کشف غلط ہوگیا، کشفیہ کہہ رہی تھی کہ چند دنوں کے اندر ہندوستان فتح ہوجائے گا جب کہ تیس سال گزرنے کے بعد بھی فتح نہیں ہوا۔

❷ کشفیہ کے مرید نے اس کے کشف پر عمل کرکے کتنا بڑا کبیرہ گناہ کرلیا، کتنا نقصان پہنچا۔

تیسرا قصہ:

یہ قصہ تو چند سال پیشتر کا ہے سب کو اس کا علم ہوگا ہی، عام اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ایک شیعہ عورت کو کشف ہوا کہ ان کے امام مہدی انہیں سمندر میں بلارہے ہیں۔ وہ شاید ستر یا سو مردوں اور عورتوں کو لے کر سمندر میں کودگئی سب غرق ہوگئے تباہ ہوگئے۔ کاش کہ پاکستان کے سب شیعہ کو لے جاتی، باقی جو شیعہ رہ گئے اللہ کرے ان سب کو ایسا کشف ہوتا رہے باری باری اور جلدی جلدی ایک دو مہینے میں سارے ہی غرق ہوجائیں۔

یہ تین قصے تو ہوگئے کشف کے غلط ہونے کے بارے میں دوسری بات یہ بتائی تھی کہ کشف پاگلوں کو زیادہ ہوتے ہیں۔

پاگلوں کے کشف کے قصے:

اس بارے میں بھی کچھ قصے سن لیجئے:

پہلا قصہ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید کا قصہ پہلے بتا چکا ہوں جسے بند کمرے میں ستارے نظر آتے تھے۔

دوسرا قصہ:

یہاں دارالافتاء کے ایک طالب علم کا قصہ بھی بتا چکا ہوں جس کے دماغ کو بخار کا جنون چڑھ گیا تو کشف ہونے لگا۔

تیسرا قصہ:

ایک پاگل کو بیت الخلاء میں کشف سے بھی بلند مقام مل گیا، مردان سے ایک شخص کا خط آیا کہ میں بیت الخلاء میں بیٹھا ہوا تھا وہاں مجھ پر وحی نازل ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تجھے نبی بنا دیا ہے۔ بیت الخلاء میں بیٹھا ہوا ہے وہاں بیٹھے بیٹھے وحی نازل ہوئی کہ تجھے ہم نے نبی بنا دیا ہے۔ یہ جنون ہے

جنون، بعد میں معلوم ہوا کہ اسے جنون ہوگیا، اس کا علاج کروا رہے ہیں اب تک ٹھیک نہیں ہوا جنون کے دورے پڑتے ہیں۔

چوتھا قصہ:

بلوچستان سے ایک مفتی صاحب یہاں دارالافتاء میں تشریف لائے ہوئے ہیں انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک شخص کو کشف بہت ہوتے تھے بالآخر وہ پاگل ہوگیا۔ میں نے کہا کہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ پہلے کشف ہوئے بعد میں پاگل ہوا دراصل قصہ برعکس ہے پاگل پہلے ہوتا ہے کشف بعد میں ہوتا ہے، پہلے پاگل پنے کے حالات اس میں آئے پھر دماغ میں کشف ہونے لگا اس وقت تک آپ کو علم نہیں تھا کہ یہ پاگل ہے پھر جب زیادہ جنون بڑھ گیا تو پتا چلا۔ پہلے پاگل ہوتا ہے بعد میں کشف ہوتا ہے۔ اطباء قدیم جیسے افلاطون وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنون کی ایک قسم یہ ہے کہ جسے جنون ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے کشف ہو رہا ہے اس پر وحی نازل ہو رہی ہے پھر وہ نبوت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ یہ بہت پرانی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

پانچواں قصہ:

ایک شخص نے مجھے رقعہ لکھا کہ میں اللہ کا ولی ہوں، مجھے حضرت غوث اعظم کی طرف سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں لقب ملا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میرے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید لاتحفہ لائے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام میری پیشانی پر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھ گئے ہیں، آپ

اللہ کے ولیوں کو پہچان لیتے ہیں، میں تنہائی میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔
حامل رقعہ کو حارسین نے دروازے پر بٹھا دیا اور حلقۃ العلماء میں رقعہ میرے سامنے میز پر رکھ دیا، حلقہ میں جو علماء تشریف رکھتے تھے میں نے ازراہ تلطف ان سے پوچھا کہ اسے کیا جواب دیا جائے؟ بعض حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ اسے مواعظ پڑھنے کا کہا جائے شاید ٹھیک ہو جائے۔ میں نے کہا کہ جو خود کو نبی سمجھتا ہو وہ ہمارے مواعظ کہاں پڑھے گا، اس سے کہہ دیں کہ میں آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا دماغ درست کر دیں۔

⓬ کشف ذریعہ الحاد:

کشف وغیرہ کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے بے دینی، الحاد، زندقہ وغیرہ کو فروغ ہوتا ہے، اس پر کئی بار تنبیہ کر چکا ہوں کہ جو لوگ کشف وغیرہ کی طرف توجہ کریں گے ان پر کفر کا بہت سخت خطرہ ہے بہت سخت خطرہ، ایمان ایسا مضبوط رہے ایسا مضبوط کہ کوئی بھی کوئی کرتب بھی دکھائے کچھ بھی کر لے اس پر بال برابر بھی اثر نہ ہو، ہمارے سامنے اللہ کی کتاب ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات ہیں وہ کافی ہیں اس سے ہٹ کر اگر کوئی کچھ کرتا ہے تو اسے گدھا ہی کہیں گے اس پر دو قصے بھی بتاتا رہتا ہوں پھر لوٹا دوں۔

قوت ایمانیہ کے دو قصے:

❶ انا الحق:

منصور نے جب انا الحق کے نعرے لگائے تو علماء کرام نے اس کے قتل کا

فتوی جاری کردیا، حکومت نے قتل کروادیا، وہ قتل ہونے کے بعد اور بھی نعرے لگا رہا ہے: انا الحق، انا الحق، خوب نعرے لگا رہے ہیں، یہ تو اور بھی بڑا فتنہ ہو گیا پہلے سے بھی بڑا قتل ہونے کے بعد بھی نعرے لگا رہا ہے۔ وہ عالم تھے عالم، ان کے قلوب میں تعلق مع اللہ موجود تھا گھبرائے نہیں انہوں نے کہا کہ اسے جلادو، جلا دیا تو راکھ سے پھر وہی: انا الحق، انا الحق کی آوازیں آرہی ہیں، پھر حکم ہوا کہ راکھ کو دریا میں ڈال دو، وہ علماء ڈرتے نہیں تھے اگر ہوتا کوئی ایسا ویسا مولوی تو وہ تو کہتا کہ ارے! ارے! کہیں کوئی وبال کوئی عذاب ہم پر نہ آجائے، وہ دیکھ رہے تھے کہ اللہ کا قانون ہے اس میں کوئی بال برابر بھی شبہہ نہیں ہوسکتا پھینک دو دریا میں، راکھ دریا میں پھینک دی جہاں پھینکی تھی اس مقام سے آواز آرہی ہے: انا الحق، انا الحق، یہ اور بھی بہت بڑا فتنہ ہو گیا۔ وہ مفتی صاحب جنہوں نے قتل کا فتوی دیا تھا انہوں نے کہا کہ اب میں اس کی خبر لیتا ہوں لٹھ اٹھایا اور دریا کے کنارے پہنچ گئے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور سے لٹھ لگایا اور کہا خبردار! اگر آئندہ آواز نکالی تو، بس پھر آواز نہیں آئی، یہ ہوتے ہیں علماء یہ ہوتے ہیں مرد۔

منصور کے قول کی تاویل ہوسکتی ہے اس لئے ان سے بدگمانی نہیں کرنی چاہئے، یہ قصہ بتانے سے مقصد دو چیزوں کی طرف متوجہ کرنا ہے:

ایک یہ کہ اگر کسی کے کسی قول یا عمل ظاہر سے عوام کے دین پر خطرہ ہو تو علماء پر فرض ہے کہ اسے اس سے روکنے کی پوری کوشش کریں، اگر ان کی کوشش کامیاب نہ ہو تو اس کے بارے میں حکم شرعی کا فتویٰ حکومت کو دیں تاکہ وہ

حفاظت دین کے لئے اس فتنے کا قلع قمع کرے۔

دوسری چیز یہ کہ اگرچہ منصور کے قول میں تاویل کی گنجائش ہے مگر قتل کے بعد آوازیں آنا شیطانی تصرف ہے، مفتی کے لٹھ سے شیطان دم دبا کر بھاگ گیا۔

میرے اللہ نے مجھے بھی شیاطین اور گمراہ وملحد کشفیوں کے سروں پر جوتے بجانے کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ ملحد پیر جو کشف کے نام سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں میرے پاس ان کا علاج ہے کہ ان کے سروں پر جوتے برساتا رہوں۔

تو کشفی ہے تو میں کفشی
ترا سر ہو مرا جوتا

''کفش'' جوتے کو کہتے ہیں۔ مجھے بنصر اللہ تبارک وتعالیٰ لٹھ لگانے کی ضرورت نہیں میرا ایک تھپڑ ہی کافی ہے، میرے ایک طمانچے سے جن بیہوش ہو کر گر گیا تھا یہ طمانچا ''کراماتی طمانچا'' کے نام سے مشہور ہے، یہ کشفی تو میرے ایک تھپڑ کی بھی تاب نہیں لا سکتے، انہیں تو ذرا سی گہری نظر سے دیکھ لوں تو دھوتی کی دھلائی والا قصہ ہو جاتا ہے، مجھے دیکھ کر ہی بڑے بڑے وجدیوں کے وجد اڑ جاتے ہیں، ایسے کئی قصے انوار الرشید میں ہیں۔

جو لوگ ان چیزوں کی طرف توجہ کرتے ہیں دجال کے سب سے پہلے مرید یہی ہوں گے، دجال تو بڑے عجیب عجیب کرتب دکھائے گا وقت زیادہ صرف نہ ہو جائے اس لئے اس وقت تفصیل نہیں بتا رہا دجال تو بہت بڑی بڑی باتیں دکھائے گا جو ان کشفوں سے ہزاروں درجہ زیادہ ہوگی، یہ لوگ تو فوراً اس کے مرید ہو جائیں گے کہ یہ تو اللہ ہی مل گیا۔

❷ بدعتی پیر:

ایک پیر میلاد اور قوالی وغیرہ کروایا کرتا تھا ایک عالم اسے روکتے تھے کہ یہ بدعت ہے، پیر صاحب نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اپنی تصدیق کروادوں؟ رسول اللہ ﷺ میرے بارے میں فرمادیں گے کہ یہ صحیح کر رہا ہے، وہ عالم فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ شریعت تو کسی حال میں بدل نہیں سکتی مگر رسول اللہ ﷺ کی زیارت تو کر ہی لوں، ہمارا عقیدہ تو انشاء اللہ تعالیٰ نہیں بدل سکتا، اس پیر صاحب سے کہا کہ اچھا دکھاؤ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ان عالم صاحب کو نظر آنے لگے، اس بدعتی پیر نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ مولانا صاحب مجھے قوالی نہیں کرنے دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پیر صاحب بالکل ٹھیک ہیں انہیں قوالی سے مت روکو۔ اب ان عالم کا جواب سنئے، اسے کہتے ہیں قوت ایمانیہ، عالم صاحب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کی حیات اور بیداری کے ارشادات ہمارے سامنے ہیں، اللہ کا کلام ہمارے سامنے ہے، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کچھ فرمایا ایک ایک لفظ ہمارے سامنے ہے اس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں اور اب جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس میں پہلی بات یہ کہ یہ آپ ہیں بھی یا اس نے کچھ مسمریزم وغیرہ کردیا ہے پہلے تو مجھے یہی معلوم نہیں، پھر یہ کہ اس وقت میں جاگ رہا ہوں یا خواب میں ہوں، ہوش میں ہوں یا بے ہوش ہوں یہ بھی فیصلہ نہیں کرپا رہا۔ دیکھئے اس وقت میں اتنا زبردست ہوش ہے مگر وہ بتارہے ہیں کہ مجھے تو یہی

معلوم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، پھر جو کچھ آپ فرما رہے ہیں وہ آپ ہی فرما رہے ہیں یا کوئی شیطان بول رہا ہے یہ بھی پتا نہیں، پھر جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں وہ صحیح سمجھ بھی رہا ہوں یا نہیں یہ بھی پتا نہیں اور اگر ساری باتیں مان لوں تو یہ باتیں ہیں کشف کی جس کی آپ کی حیات طیبہ کے ارشادات کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کی تصدیق فرمائی کہ یہ صحیح کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیاطین کے چکروں، نفس و شیطان کے ہر قسم کے فریبوں سے اپنے بندوں کی حفاظت فرمائیں، اپنے صحیح بندے بنالیں، صراط مستقیم پر قائم رکھیں، کشفیوں کو ہدایت دیں ان کے شر سے امت کی حفاظت فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک
محمدوعلی اٰلہٖ وصحبه اجمعین

والحمدللّٰہ رب العٰلمین

عرض جامع:

موقع کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی قوت ایمانیہ کے بھی چند قصے بطور نمونہ ''انوار الرشید'' سے نقل کر دیے جائیں:

حضرت اقدس کی قوت ایمانیہ کے چند قصے:

❶ حضرت اقدس پر ایک ملحد پیر کا مسمریزم:

ایک ملحد پیر مسمریزم میں بہت شہرت رکھتا ہے، چنانچہ اس نے ایک مشہور عالم اور دنیا بھر میں مشہور ادارے کے اونچے درجے کے استاذ پر ایسا مسمریزم کیا کہ زبان بالکل بند، اس کے اس قسم کے اور بھی کئی قصے مشہور ہیں اس نے ایک بار حضرت اقدس پر مسمریزم کرنے کی پوری کوشش کی مگر الٹا خود ہی منہ کی کھانی پڑی۔

ایسے لوگوں کو حضرت اقدس یوں تحدی (چیلنج) فرماتے ہیں۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

❷ حضرت اقدس کے سامنے مسمریزم کے ماہر پیر کی ناکامی:

ایک پیر صاحب توجہ ڈالنے میں بہت مہارت وشہرت رکھتے ہیں، مریدوں کو حلقہ کی صورت میں بٹھا کر ان کے قلوب پر ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ وہ مذبوح جانور کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، ''ہائے ہوئے'' کے نعرے، شور وغل اور چیخ وپکار، ایک حشر برپا ہوجاتا ہے۔

ایک بار حضرت اقدس اس طرف کسی کام سے تشریف لے گئے، فجر کی نماز ان کی مسجد میں پڑھائی، نماز کے بعد انہوں نے حسب معمول اپنے مریدوں کو حلقے میں بٹھا کر توجہ ڈالنے کا عمل شروع کیا، فرداً فرداً ایک ایک کے قلب کی طرف نیزے کی طرح انگلی کا بہت زوردار اشارہ کرکے اسم ذات کی بھرپور

زبردست ضربیں لگائیں مگر اس بار کوئی مرید بھی ٹس سے مس نہ ہوا، وہ یہ عمل دیر تک بار بار دہراتے رہے، ضربوں پر ضربیں مگر سب بے سود، جب دیکھا کہ کسی پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تو کہنے لگے:

''یہ جماعت بہت اچھی چلی ہوئی تھی معلوم نہیں آج انہیں کیا ہو گیا؟''

حالانکہ حضرت اقدس نے ان کی توجہ کا اثر سلب کرنے کے لئے معمولی سی توجہ بھی نہیں فرمائی تھی انہیں اس حقیقت کا مشاہدہ ہو گیا کہ قطع توجہات کے لئے حضرت اقدس کا صرف وجود بلا توجہ ہی کافی ہے۔

۳ ایک جہان گردیدہ کہنہ مشق درویش:

ایک جہاں گردیدہ کہنہ مشق درویش حضرت اقدس کی مجلس میں آیا، جو یمن، شام وغیرہ دنیا کے مختلف ممالک میں مشہور ماہرین توجہ سے اس فن میں مہارت حاصل کر چکا تھا۔

اس نے بصورت وجد اچھل کر بہت زبردست نعرہ لگایا، حضرت اقدس نے اس کی طرف ذرا سی توجہ منعطف فرمائی تو:

''وہیں کی وہیں فوراً بولتی بند۔''

بالکل سیدھا ہو کر نہایت آرام وسکون سے بیٹھ گیا۔

۴ خواجہ غلطان:

غلطان کے معنی ''لڑھکتا ہوا۔''

حضرت اقدس ربیع الثانی ۱۴۱۶ میں مجاہدین کی تنظیم ''طالبان'' کے اصرار پر ان کی ہمت افزائی اور جہاد میں افرادو اموال سے تعاون کی غرض سے افغانستان کے دورے پر تشریف لے گئے، ہرات پہنچنے پر آپ سے ملاقات کے لئے افغانستان وبلوچستان کے مختلف صوبجات کے مشہور علماء کبار کا اجتماع ہوا، مجلس علماء سے کچھ پہلے حضرت اقدس تک یہ بات پہنچی:

یہاں ہرات میں ''خواجہ غلطان'' کا مزار ہے، اس کے قریب جو شخص بھی لیٹتا ہے، ''خواجہ غلطان'' اسے لڑھکا دیتا ہے، خواہ کوئی کیسا ہی موٹا اور لحیم وشحیم اور کتنا ہی طاقتور ہو وہ بھی رکنے کی کوشش کے باوجود دور تک لڑھکتا ہی چلا جاتا ہے۔''

اس کے بعد جلد ہی علماء کی مجلس منعقد ہوگئی، بس مجلس میں پہنچتے ہیں حضرت اقدس پر جوش توحید غالب آ گیا، آپ نے علماء کبار کے اس اجتماع عظیم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بس بزرگوں کے لئے یہی دھندا رہ گیا کہ لوگوں کو لڑھکا کر خود سے دور پھینکیں، اہل اللہ تو لوگوں کو اپنے قریب لانے اور انہیں دنیا وآخرت کی راحت پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں، نہ کہ لڑھکانے اور دور بھگانے کی کوشش۔

''خواجہ غلطان'' میں اگر اتنی بڑی طاقت ہے تو وہ اسلام اور مجاہدین اسلام کے دشمنوں کو لڑھکا کر کسی سمندر میں کیوں نہیں پھینک دیتا۔''

پھر آپ نے ایسے واقعات کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''ایسے شعبدات کی حقیقت یہ ہے:

مزار کے مجاورین کی توجہ کا اثر۔

۱ لڑھکنے والوں میں تعلق مع اللہ کی کمی کی وجہ سے مرض انفعال۔

۲ شیاطین الجن کے تصرفات۔

۳ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے استدراج وامتحان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ بندے جو اس کی نافرمانیوں سے بچنے اور بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان پر اس قسم کے تصرفات شیطانیہ کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔''

آخر میں اتنے بڑے علماء کے اتنے بڑے مجمع میں بڑے جوش کے ساتھ خوب للکار کر یہ اعلان فرمایا:

''میرے ساتھ اگر کوئی چھوٹا سا بچہ بھی چلے تو ''خواجہ غلطان'' اسے بھی نہیں لڑھکا سکے گا، چاہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لیں۔''

اس کے بعد حضرت اقدس کے چند خدام مزار پر گئے، قریب جا کر لیٹ گئے مگر کسی پر بال برابر بھی کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوا، ان میں ایک بہت معمر تھے اور

بہت دبلے پتلے، ہلکے پھلکے، انہیں بھی کچھ نہ ہوا، کئی مجاور بہت سبق پڑھاتے رہے:

''یہ سورت پڑھو، وہ پڑھو، ایسے کرو، ویسے کرو۔''

مگر یہ سب کچھ کر دکھانے کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جب کہ بعض لوگوں نے خود اپنے تجارب بتائے کہ وہ بے اختیار لڑھک جاتے ہیں۔

اس حقیقت کا مشاہدہ ہو گیا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے ہر چیز ڈراتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ

وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ

اے میری قوم! یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور اصل ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (۴۰-۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ
وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا
وَهِيَ رَاغِمَةٌ

جس کا مقصد ہی آخرت ہو اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں غنا عطا فرماتے ہیں، اس کے تمام
احوال مجتمع رکھتے ہیں اور دُنیا اُس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے ——— ترمذی